راہ ہدایت

(حصہ دوم)

انڈیکس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	پیش لفظ	1
2	**باب اوّل** چند ضروری مسائل	5
3	نزول مسیح وظہور مہدی کے مسئلہ کی اہمیت	5
4	صرف تین راستے	9
5	مہدی و مسیح دو نام ایک وجود	12
6	ایک ضروری امر	21
7	پیشگوئیوں کے متعلق ایک اصول	23
8	مسیح و مہدی کے متعلق علامات کے دو حصے	24
9	نمبرا: وہ علامات جن کا تعلق مسیح و مہدی کی ذات کے ساتھ ہے **باب دوم**: مسیح و مہدی کی ذاتی و شخصی علامات	25
10	علامت نمبرا: حلیہ مبارک	25
11	علامت نمبر۲: زبان میں ثقل اور ران پر ہاتھ مارنا	28
12	علامت نمبر۳: مشرق سے ظہور	31
13	علامت نمبر۴: کدعہ بستی	32

14	علامت نمبر ۵: زمیندار خاندان	32
نمبر شمار	عنوان	صفحہ
15	علامت نمبر ۶: تین سو تیرہ رفقاء	34
16	علامت نمبر ۷: مہدی موعودؑ کا آبائی وطن	37
17	علامت نمبر ۸: مہدی موعود توام	38
18	علامت نمبر ۹: یتزوج	38
19	علامت نمبر ۱۰: یولد لہ	41
20	علامت نمبر ۱۱: نزول وحی	43
21	علامت نمبر ۱۲: زرد چادریں	44
22	علامت نمبر ۱۳: جمع صلوٰۃ	46
23	علامت نمبر ۱۴: ایک رات میں اصلاح	48
24	علامت نمبر ۱۵: وہ کسی کی بیعت میں نہ ہوگا	51
25	علامت نمبر ۱۶: تائید ملائکہ	52
26	علامت نمبر ۱۷: سر سے پانی کے قطرے اور موتی	54
27	علامت نمبر ۱۸: مسیح موعود آنحضرت ﷺ کا جانشین	57
28	علامت نمبر ۱۹: آسمانی بگل	59
29	علامت نمبر ۲۰: دیگر ادیان پر اسلام کا غلبہ	60
30	علامت نمبر ۲۱: زمین کا زندہ ہونا	63
31	علامت نمبر ۲۲: کشتی نوح	65

32	علامت نمبر۲۳: شدید مخالفت	70
نمبر شمار	عنوان	صفحہ
33	علامت نمبر۲۴: زمین کا لپیٹا جانا	72
34	علامت نمبر۲۵: تجدید دین	74
35	علامت نمبر۲۶: علم و معرفت میں کمال	76
36	علامت نمبر۲۷: بیعت لینا	82
37	**نمبر۲** وہ علامات جن کا تعلق مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے زمانہ کے ساتھ ہے	84
38	**باب سوم** آسمانی علامات	86
39	آسمانی علامت نمبر۱: ستارہ ذوالسنین کا طلوع	86
40	آسمانی علامت نمبر۲: آسمان پر سرخی	87
41	آسمانی علامت نمبر۳: دم دار ستارہ	88
42	آسمانی علامت نمبر۴: سورج کا نشان	90
43	آسمانی علامت نمبر۵: سورج چاند گرہن	91
45	آسمانی علامت نمبر۶: آسمانی آواز	99
46	آسمانی علامت نمبر۷: علم فلکیات کی ترقی	107
47	ضروری نوٹ	108

48	**باب چہارم** زمینی علامات	110
نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	زمینی علامت نمبر۱: پہاڑوں کا چلایا جانا	110
50	زمینی علامت نمبر۲: اونٹوں کا بیکار ہونا	110
51	زمینی علامت نمبر۳: وحشیوں کا حشر	111
52	زمینی علامت نمبر۴: دریاؤں سے نہریں	112
53	زمینی علامت نمبر۵: نفوس کا جمع ہونا	113
54	زمینی علامت نمبر۶: لڑکی کا قتل جرم	113
55	زمینی علامت نمبر۷: صحف و کتب کا پھیلنا	114
56	زمینی علامت نمبر۸: زمین میں انقلاب	114
57	زمینی علامت نمبر۹: مشرقی آگ	115
58	زمینی علامت نمبر۱۰: مشرق سے مغرب کی طرف حشر	119
59	زمینی علامت نمبر۱۱: حج کا بند ہونا	121
60	علامات کبری	124
61	علامات کبری معنوی طور پر ہی پوری ہونگی	124
62	زمینی علامت نمبر۱۲: دابۃ الارض	125
63	دابۃ الارض سے مراد ظاہری عجیب الخلقت جانور نہیں	128
64	دابۃ سے مراد	133

65	دابۃ الارض کا پہلا مفہوم	135
66	دابۃ الارض کا دوسرا مفہوم	141
نمبر شمار	عنوان	صفحہ
67	زمینی علامت نمبر ۱۳: دجال اور قتل دجال	149
68	دجال کی تعیین	155
69	قتل دجال	173
70	زمینی علامت نمبر ۱۴: یاجوج ماجوج	183
71	زمینی علامت نمبر ۱۵: دجال کا گدھا	196
72	حمار نام میں حکمت	202
73	دجال کے گدھے کی علامات کا پورا ہونا	203
74	**باب پنجم** آخری گزارش۔ مودبانہ التماس	210
75	صداقت انبیاء کا معیار اوّل	211
76	صداقت انبیاء کا معیار دوم	214

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ہمارا آج کا دور بعض لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت دور ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں پیشوایان مذاہب کی اور خاص طور پر خاتم الانبیاء، خاتم المرسلین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری زمانہ کا منجی مسیح ومہدی ظاہر ہوا۔ وہ موعود اقوام عالم ظاہر ہوا جس کی انتظار میں ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگ اس دنیا سے گزر گئے مگر ان کی اس امام سے ملنے اور اس امام کے دور کو پانے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنی نسلوں کو وصیت کی کہ جب وہ امام آخرالزمان ظاہر ہو تو انہیں ہمارا سلام پہنچائیں۔

خوشا نصیب کہ ہم نے وہ زمانہ پایا۔ اس مسیح ومہدی کو پایا۔ اس امام کو دیکھا، اس کی علامات کو جانچا اس کی تائیدات الٰہیہ کو محسوس کیا۔ اس کے ذریعہ ہونے والے غلبہ اسلام کے آثار کو دیکھا۔ اس کی اپنی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھا۔

مگر وائے افسوس کہ ہر زمانہ کے مامور من اللہ کی طرح یہ مامور من اللہ بھی مخالفوں کی مخالفتوں اور استہزاء اور شرارتوں سے بچ نہ سکا۔ ہر ایک قسم کے مظالم اس امام اور اس کے ماننے والوں پر ڈھائے گئے، استہزاء اور ٹھٹھے کا کوئی پہلو ایسا نہیں جسے آزمایا نہ گیا ہو۔ اس امام اور اس کی جماعت کے ساتھ کینہ اور بغض اور دشمنی کے اظہار اور استہزاء کیلئے جو طریق اختیار کیے گئے ان میں سے ایک طریق تحریر و تقریر کی صورت میں معصوم اور غافل قلوب و اذھان کو مسموم کرنے کا ہے۔ اس حوالہ سے لاتعداد کتب پمفلٹ آئے دن منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان میں کوئی نئی بات یا نیا امر نہیں ہوتا بلکہ وہی پرانے گھسے پٹے اعتراضات ہی ہوتے ہیں جن کے جوابات بارہا جماعت کی طرف سے دیئے جا چکے ہوتے ہیں تاہم پرانا مال و متاع جب نئے برتنوں میں پیش کیا جاتا ہے تو بہت سے سادہ

لوگ دھوکہ بھی کھا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے جماعت احمدیہ کی طرف سے ہمیشہ جوابی قلمی جہاد شروع رہتا ہے۔

مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اس ماموریٰن اللہ کی مخالفت میں کافی ہاتھ پاؤں مارنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ان کے ایک رسالہ بنام ''شناخت'' کا جواب خاکسار نے ''راہ ہدایت'' کے نام سے لکھا تھا۔ ''راہ ہدایت'' نامی رسالہ چونکہ ایک معین رسالہ کے جواب میں تحریر کیا گیا تھا اس لئے اس میں خاص طور پر انہیں اعتراضات اور سوالات کا جواب دیا گیا تھا جو کہ مدنظر رسالہ میں اٹھائے گئے تھے۔ اس رسالہ میں چودہ ایسی علامات مسیح و مہدی پر لکھا گیا ہے جو کہ مدنظر رسالہ میں زیر بحث لائی گئی تھیں اور ان چودہ علامات پر جو اعتراضات اٹھائے گئے تھے ان کے تفصیلی جوابات دیتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ ان علامات پر حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام پورے اترتے ہیں اس لئے وہی سچے مسیح و مہدی ہیں۔

اس میں حدیث مجدد دین، شادی اور اولاد، حج و زیارت، مدفن مسیح موعود، مسیح موعود کا نزول، حکم و عدل، کسر صلیب لڑائی اور جزیہ بند، دجال کی تعیین اور قتل دجال، امن و آشتی، کثرت مال وغیرہ کی علامات پر لکھا گیا ہے۔

اس کتاب کو الحمد للہ کہ پسند کیا گیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس نہج پر دیگر علامات مسیح آخر الزماں کو بھی بیان کیا جائے۔ اس ضمن میں جب خاکسار کو ارشاد ہوا اور توجہ دلائی گئی اور تحریک کی گئی تو میں نے مسیح و مہدی آخر زمان کی دیگر ان علامات کو جمع کیا جن پر پہلے حصہ میں بحث نہیں کی گئی تھی۔ چنانچہ اب راہ ہدایت حصہ دوم کی صورت میں بقیہ علامات پر بحث درج کی جا رہی ہے۔

اس کتاب میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ شیعہ و سنی دونوں کے لٹریچر کو مدنظر رکھا جائے تا کہ یہ کتاب ہر دو مکتبہ فکر کے لئے رہنمائی کا کام کر سکے۔ اس کتاب میں علامات مسیح آخر الزمان کو دو

بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نمبر۱: مسیح موعود کی ذاتی و شخصی علامات: اس کے تحت ۲۷ علامات درج کی گئی ہیں۔

نمبر۲: مسیح موعود کے زمانہ کی علامات: اس میں پھر دو حصے ہیں۔

اوّل وہ علامات جن کا تعلق آسمان اور اجرام فلکی کے ساتھ ہے۔ اس کے تحت ۷ علامات درج کی گی ہیں۔

دوم وہ علامات جن کا ظہور زمین کے ساتھ متعلق ہے۔ اس کے تحت ۱۵ علامات درج کی گئی ہیں۔ اور نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ جب یہ تمام علامات جو مسیح آخرالزمان کے ساتھ متعلق ہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے وجود پر پوری ہو رہی ہیں جب آپ کے زمانہ میں آسمان اور زمین پر آخری امام کے ظہور کی علامات پوری ہو چکی ہیں تو پھر یہی وہ سچا مسیح و مہدی ہے جس نے آنا تھا سو وہ آچکا۔

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

پس جب یہ دور، یہ زمانہ مسیح و مہدی کے ظہور کا زمانہ ہے تو وہ مہدی و مسیح کیوں ظاہر نہ ہوتا؟ وہ ظاہر ہو چکا۔ علامات پوری ہو چکیں۔ حضرت مرزا صاحب نے درست ہی فرمایا تھا۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

قارئین کرام کی سہولت کی غرض سے اس کتاب کے پانچ ابواب بنا دیئے گئے ہیں۔

باب اوّل: چند ضروری مسائل
باب دوم: مسیح و مہدی علیہ السلام کی ذاتی و شخصی علامات
باب سوم: آسمانی علامات
باب چہارم: زمینی علامات

باب پنجم: آخری گزارش۔ صداقت انبیاء کے دو معیار

یہ کتاب اس امید کے ساتھ اس دعا کے ساتھ تحریر کی گئی ہے کہ خدا کرے یہ بہتوں کی ہدایت کا موجب ہو۔ بہتوں کو بچانے کا موجب ہو۔ آمین

دعا گو

چوہدری ظفر اللہ خان طاہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

چند ضروری مسائل

اس مسئلہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کی ذات تمام صفات کا مرجع ہے۔ ہر قسم کی خوبی اور صفت اسی ذات سے پھوٹتی ہے۔ اس سلسلہ کائنات میں جو خوبیاں ہمیں جانداروں اور بے جان وجودوں میں نظر آتی ہیں درحقیقت یہ سب اسی ذات کی صفات کا عکس ہیں۔ وہ اصل ہے باقی جو کچھ ہے وہ ظل ہے۔ وہ حقیقت ہے باقی سب کچھ اسی حقیقت کا ایک پَرتو ہے۔

اُسی مالک کائنات نے اس کائنات کو درحقیقت اپنی صفات کے ظہور کیلئے پیدا فرمایا۔ جو وجود اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا مظہر ہو جاتی ہے وہ حق ہے۔ اس کے برعکس تاریکی اور شیطانیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس نوع میں یہ خوبی ہو سکتی تھی کہ وہ دیگر تمام کائنات کے بالمقابل سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ظہور کا ذریعہ بن سکتا تھا۔ کنت کنزاً لا اُعرَفُ فَاَحبَبتُ ان اعرف فخلقت خلقاً

(ملا علی قاری: موضوعات کبیر: حرف الکاف: مترجم: ص:۲۹۹: محمد سعید اینڈ سنز کراچی: مطبع سعیدی کراچی)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کمزور مخلوق پر رحم کرتے ہوئے یہ سنت جاری فرمائی کہ وہ ہر زمانہ اور ہر دور میں ایسے وجود ظاہر فرماتا رہا جو اپنے اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق صفات باری

تعالیٰ کو ظاہر کرتے رہے اور لوگوں کو اس نور کی طرف دعوت دیتے رہے۔ یہ انبیاء و اولیاء کا قافلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک کامل مظہر کو دنیا میں بھجوانے کی ضرورت پیدا ہوئی تو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر اتم کے طور پر ظاہر ہوئے۔ آپ کا لایا ہوا دین آخری دین ہے۔ آپ کو جو شریعت دی گئی وہ قیامت تک کیلئے رہنما ہے اور آپ کی رسالت ہمیشہ ہمیش کیلئے ہے۔

اب ہدایت کا ہر باب آپ کے ساتھ ہی متعلق ہے۔ آپ ہی ہادی کامل ہیں۔ آئندہ ہمیشہ کیلئے ہدایت آپ ہی کے ذریعہ سے نصیب ہوگی۔ چونکہ ہر فرد بشر فانی ہے۔ کل نفس ذائقة الموت (العنکبوت:۵۸) یعنی ہر انسان کو لازماً موت کا مزہ چکھنا ہے۔ بالکل برحق ہے۔ اس لئے اس ہادی کامل نے اپنے بعد آئندہ زمانوں میں اپنی اُمت کو ہاں اسی امت کو جو خیر امت ہے بے یار و مددگار چھوڑنا نہ چاہا بلکہ بہت تفصیل کے ساتھ اپنے جاں نثاروں کو اپنے محبوب کو یہ بتایا کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے اپنے پیاروں کو اسی امت میں سے بھجواتا رہے گا وہ آئیں گے اور دین کی تجدید کریں گے۔ (ابوداؤد: کتاب الملاحم: باب مایذکر فی قرن المائة)

چنانچہ آپ نے خاص طور پر ہر صدی کے سر پر ایسے اہل اللہ وجودوں کے بھجوائے جانے کی خوش خبری عطا فرمائی۔ یہ وہ وجود ہیں جو حقیقی طور پر عترت رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہیں کیونکہ اولاد کی طرح اپنے باپ یعنی رسول مقتداً کے مقصد کو پورا کرنے میں کوشاں وجود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ یہ پیشگوئی ہر دور میں پوری ہوتی رہی اور ایسے وجود ظاہر ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ مجددین کی فہرستیں شائع ہوگئیں اور بارہ صدیوں کے مجددین کے نام شائع ہوگئے۔

(مولوی صدیق حسن خان: حجج الکرامة فی آثار القیامة: صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۹)

اکثریت نے ان بزرگوں کو بالآخر قبول کرلیا۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانہ کے حالات کو پیش خبریوں میں بیان فرماتے ہوئے ایک ایسے زمانہ اور دور کے متعلق بھی بتایا جو کہ ہمہ گیر قسم کی روحانی تباہیوں کا دور ہونا تھا۔ یہ وہ دور ہے جس میں ہر طرح کے فتنے پیدا ہونے تھے۔ اس دور میں دجال کا فتنہ، یاجوج ماجوج کی تباہیاں، اخلاقی انحطاط اور اُمت محمدیہ خیر الامم کا بنی اسرائیل کی طرح فرقوں میں بٹ جانا، تعلیم قرآن سے عمل کا اٹھ جانا، خوبصورت اور بڑی بڑی مساجد کی تعمیر ہونا مگر ہدایت سے خالی ہونا، علماء کا شریر ترین مخلوق ہو جانا، بے حیائی کا عام ہو جانا، قرآن پڑھنا مگر اس کا اثر حلق سے نیچے نہ ہونا وغیرہ وغیرہ ایسی تفصیلی اور ہمہ گیر قسم کی علامات ہیں جن کا ظہور پذیر ہونا پیشگوئیوں میں مذکور ہے۔

لیکن اس رحمۃ للعالمین نے مخلوق خدا کو اس عظیم فتنہ میں سرگرداں چھوڑنا پسند نہ فرمایا بلکہ اُن تباہ کن اور ہلاکت خیز حالات میں آپ نے یہ نوید بھی سنائی کہ اللہ تعالیٰ جو اس دین قویم دین اسلام اور شریعت حقہ کا محافظ ہے وہ اس دور میں ایک ایسے وجود کو مبعوث فرمائے گا جو کہ ان دجالی فتنوں کا علاج کرے گا۔ آپ نے اس وجود کا نام مسیح بھی رکھا اور مہدی بھی رکھا۔ ان حقائق کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ اس دور میں جب یہ فتنے پیدا ہوں گے مسیح و مہدی موعود کا وجود ایک متاع بے بہا ہوگا۔ اسی کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام بلکہ کل عالم کی ترقیات اور نجات وابستہ ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے۔ جو دل محبت باری تعالیٰ و محبت رسول سے متمتع ہے جس نے بھی قال اللہ اور قال الرسول کو پڑھا اور سمجھا اور بصیرت کی نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس عظیم الشان ہادی وجود کی اہمیت سے انکار نہیں کرسکتا۔

ہاں جو ہر طرف سے منہ پھیر لے، حقائق سے آنکھیں موند لے، تعصب کی آگ میں جل رہا ہو، اپنی ذاتی انا کے پردوں میں لپٹا ہو، ظاہری اور دنیاوی مال و دولت اور علم و فضل پر نازاں ہو، خاکساری اس کے لئے موت ہو، اطاعت اس کے لئے پیغام اجل ہو، اللہ کی راہ میں

قربانیاں کرنا، مال و دولت خرچ کرنا اس کے لئے پروانہ وفات ہو وہ اس عظیم پیشگوئی سے ضرور انکار کرے گا۔ اس کی عظمت سے منکر ہوگا کیونکہ ہر زمانہ میں جب بھی اللہ کی طرف سے ہادی آتے رہے لوگ انہیں وجوہ کی بناء پر منکر ہوتے رہے۔

مگر یہ دین تو کامل دین ہے اس کا رسول تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ نے ہر ایک معاملہ کو اس تفصیل سے بیان فرمایا کہ کسی معمولی عقل کے انسان کے لئے بھی راہ فرار نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اُمت محمدیہ کی اکثریت شیعہ و سنی مسیح و مہدی کے آنے کے منتظر ہیں ہر دو فرقوں کا لٹریچر اس کثرت سے اس مسئلہ پر موجود ہے کہ اس کی تفصیل لکھنے کی چنداں حاجت نہیں ہے۔

ہمارے آقا و مولی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تمہارے اندر لازماً مسیح آئیں گے۔ (بخاری: کتاب الانبیاء: باب نزول عیسیٰ بن مریم)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لازماً اور یقیناً اس مہدی موعود کو بھیجے گا یہاں تک کہ اگر قیامت قریب آ جائے اور ایک دن اس میں رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا اور دراز کر دے گا یہاں تک کہ اس موعود کو بھجوا دے۔ (ابوداؤد کتاب و باب المہدی)

پھر آپ نے اپنی اُمت اور اپنے متبعین کو ہدایت کی کہ:

جب اس کے آنے کی خبر تمہیں ملے تو جاؤ اور جا کر اس کی بیعت کرو اس کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ فرمایا کہ اگر تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل جانا پڑے تو بھی جاؤ۔

(ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب خروج المہدی)

کون وہ مسلمان ہوگا؟ کون وہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا؟ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات، ان تاکیدات، ان فرمودات کو یکسر اٹھا کر ایک طرف پھینک دے گا اور سنگدلی اختیار کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ اس امت میں کسی موعود مسیح و مہدی نے نہیں آنا۔ اُمت

محمدیہ کی اکثریت ہمیشہ سے اسی عقیدہ یعنی ظہور مسیح ومہدی کو تواتر کے ساتھ مانتی چلی آئی ہے۔

صرف تین راستے

البتہ اب چونکہ مسیح ومہدی کے ظہور کی اکثر علامات پوری ہو چکی ہیں۔ خاص طور پر جو زمانہ مسیح ومہدی کے ظہور کا قرآن وحدیث کی روشنی میں بزرگان اُمت محمدیہ بیان کرتے چلے آئے ہیں وہ گزر چکا ہے اور ان ظاہر پرست لوگوں کی امیدوں کے مطابق کوئی مسیح ومہدی ظاہر نہیں ہوا اس لئے اس حالت یاس میں صرف تین ہی راستے تھے۔

اوّل یہ کہ سرے سے ہی اس متواتر اور عظیم پیشگوئی کا انکار کر دیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ کسی مسیح ومہدی نے نہیں آنا اور جو احادیث اس ضمن میں ہیں وہ لائق قبول نہیں ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ایک گروہ نے سرے سے ان احادیث کو ہی ردّ کر دیا۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ ان تمام ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مانا جائے اور ایک ایسے وجود کی تلاش کی جائے جو عین وقت پر علامات کے عین مطابق آ گیا اور ان لوگوں سے اس کے دعویٰ کے سمجھنے میں اسی طرح غلطی ہو گئی ہو جیسا کہ ہر زمانہ کے مامور من اللہ کے ضمن میں لوگوں سے ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اس طرح اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اس مامور من اللہ کو قبول کر لیا جائے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ بہت سے عقل مند اور باشعور اور نیک لوگ ایسے تھے جنہوں نے دیانت داری اور سنجیدگی سے اس پر غور کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو سچ کی طرف پھیر دیا اور انہوں نے اس مامور من اللہ کو جس کا نام نامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہے اسے قبول کر لیا۔ اس طرح اس مایوسی سے باہر آ گئے۔

ایک تیسرا راستہ بھی تھا کہ جس پر ایک اور گروہ قائم ہے اور وہ یہ ہے کہ مسیح ومہدی کے ظہور کی پیشگوئی تو قطعی اور یقینی ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کا ظہور نہ ہو البتہ اس کا ابھی وقت نہیں آیا اور جو علامات ظاہر ہو رہی ہیں وہ اس وجود کے ظہور کے زمانہ کے قرب کی علامات ہیں اس لئے وہ

آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونگے۔

اس طبقہ فکر کے لوگوں کے سامنے یہ مشکل امر موجود ہے کہ ایک طرف مسیح ومہدی کے ظہور کے زمانہ کی علامات پوری ہو چکی ہیں اور واقعتاً مسیح موعود ومہدی مسعود کو ظاہر ہو جانا چاہئے تھا تو دوسری طرف ایک مدعی مسیحیت ومہدویت تو موجود ہے مگر اس میں انہیں وہ علامات پوری ہوتی نظر نہیں آتیں جو سچے مسیح ومہدی کے لئے آثار میں بیان کی گئی ہیں۔

ان لوگوں کو ٹھنڈے دل اور پُرسکون ذہن کے ساتھ پہلے یہ پوری تسلی کر لینی چاہئے کہ کیا ابھی تک اس وجود کا انتظار کرتے رہنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ کہیں اس طرح نہ ہو کہ جس طرح یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیا اور کہا کہ یہ ہماری کتب میں درج علامات کے مطابق نہیں آیا اس لئے ہم اسے قبول نہیں کریں گے بلکہ ہم سچے مسیح کا انتظار کریں گے اس طرح وہ انہیں ماننے سے محروم رہے اور آج تک ان کا مزعومہ مسیح نہ ظاہر ہوا نہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ جس نے آنا تھا وہ آیا اور چلا بھی گیا مگر یہ اسے ماننے سے محروم رہے۔

پھر یہود اور عیسائیوں نے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہی غلطی دہرائی اور آج تک انکار کرتے چلے آرہے ہیں۔

مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں۔

> ”اسلام سے قبل یہود ونصاریٰ اس بات کے مدعی تھے کہ ایک آنے والا آئے گا اگرچہ اس آنے والے سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی اور وہ آچکی لیکن چونکہ یہود ونصاریٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اس لئے وہ آج تک ایک آنے والے کے منتظر ہیں“۔

(حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی: عقیدہ مہدویت اور ظہور مہدی: انجمن اسوہ حسنہ پاکستان کراچی)

پس یہ مقامِ غور ہے کہ کہیں اس طرح کی غلطی کا ارتکاب تو نہیں ہو رہا کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنی غفلت اور نادانستگی یا پھر تعصب کی بناء پر عیسائیوں اور یہود کے قدم پر قدم مار رہے ہوں۔

یہ نہ ہو کہ اس انتظار میں ہم اس جہان سے کوچ کر جائیں اور جب خدا کے حضور پیش ہوں تو وہاں اس سوال کا جواب نہ بن سکے کہ میرا سچا مہدی و مسیح آیا تھا آپ نے اسے قبول کیوں نہ کیا؟ کیونکہ وہاں پر یہ جواب کہ وہ ہماری مزعومہ علامات کے مطابق ظاہر نہ ہوا تھا اس لئے ہم نے اسے قبول نہ کیا قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ یہ تو وہی غیر معقول عذر ہے جو ہر مامور من اللہ کے نہ ماننے والے کرتے آئے ہیں۔ جیسے ان سب منکرین انبیاء کا یہ عذر ردّ کر دیا جائے گا اسی حال سے انہیں دوچار ہونا پڑے گا۔

اس صورت حال میں ضروری ہے کہ اس مدعی کے متعلق تحقیق و تفتیش ضرور کی جائے اور اپنے دل کو ہر قسم کے تعصب سے آزاد کر کے غور کیا جائے۔ دعا کی جائے۔ خدا سے رہنمائی مانگی جائے اور اس وجود کو بھی مامورین من اللہ کے معیار پر ہی جانچا جائے۔ ہم محض للہ ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں ہماری خواہش ہے کہ چند ایسے امور یہاں درج کر دیں کہ جو ان احباب کے دلوں کی تسلی کا موجب ہوں۔ و باللہ التوفیق

مسیح و مہدی دو نام ایک وجود

ان امور میں سے ایک امر تو یہ ہے کہ علماء نے عام طور پر ذہنوں میں یہ بات جاگزیں کی ہوئی ہے کہ مسیح الگ وجود ہے اور مہدی الگ وجود ہے اور وہ دونوں ایک ہی زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔

حالانکہ اپنے زمانہ کے اعتبار سے قدیم ترین کتاب حدیث مؤطا امام مالکؒ ہے۔ اور اس کتاب میں نزول مسیح کی پیشگوئی کا تو ذکر ہے مگر ”مہدی“ کے آنے کی پیشگوئی کا الگ سے نہ کوئی ذکر ہے اور نہ ہی امام صاحب نے اس کا الگ کوئی باب باندھا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ تک مسیح و مہدی سے مراد ایک ہی وجود لیا جاتا تھا۔

کیونکہ اگر یہ دو الگ الگ وجود ہوتے تو لازماً امام صاحب مہدی کا الگ ذکر فرماتے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مقام کے اعتبار سے بخاری اور مسلم صحاح ستہ میں سے بھی اعلیٰ مقام کی مانی گئی ہیں اور انہیں صحیحین کا نام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بھی ہمیں نزول مسیح کی پیشگوئی تو صراحت کے ساتھ ملتی ہے مگر الگ سے امام مہدی کے نزول یا ظہور یا خروج کی پیشگوئی نہیں ملتی۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ان دونوں بزرگ ائمہ حدیث کے نزدیک بھی مسیح اور مہدی دونوں ایک وجود کے دو نام ہیں کیونکہ اگر یہ دو الگ الگ وجود ہوتے ان دونوں کا الگ الگ ظہور ہونا ہوتا تو یہ دونوں بزرگ ائمہ حدیث لازماً الگ الگ ان کا ذکر فرماتے۔ الگ الگ ان کے ابواب باندھتے۔

جب ہم کتب احادیث کو مزید غور سے دیکھتے ہیں تو ہم قطعی طور پر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایک ہی وجود قرار دیا ہے۔ چنانچہ بخاری میں مندرج حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کا ذکر فرما کر اسے ہی امام مہدی قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا۔

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم

(بخاری کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ بن مریم)

یعنی آپ لوگوں کا کیا حال ہوگا جب کہ مسیح ابن مریم تم میں تشریف لائیں گے اور وہ تم میں سے ہی تمہارے امام ہونگے۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ امامکم منکم کا یہ ترجمہ درست نہیں ہے کہ ”وہ تم میں سے تمہارے امام ہونگے“ بلکہ ترجمہ یہ ہے کہ ”جب کہ تمہارے امام تم میں موجود ہونگے“ حالانکہ یہ ترجمہ ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ اول تو یہاں کسی مہدی کا ذرہ بھر بھی اشارہ نہیں اور نہ ہی امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں مہدی کے متعلق کوئی باب باندھا ہے ورنہ وہ اتنے بڑے اور اہم معاملہ کو نظر انداز کس طرح کرسکتے تھے۔ وہ تو تفصیل سے اس کے لئے الگ باب باندھتے۔ مگر امام صاحب

صرف ابن مریم کا ذکر فرما کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ پس یہاں پر امامکم میں امام سے مراد وہی ابن مریم ہیں جن کا پیچھے ذکر آ رہا ہے۔

دوسرے اگر یہ کہنا مقصود ہوتا کہ جب ابن مریم نازل ہونگے تو مہدی تم میں موجود ہونگے تو بجائے منکم کے فیکم یعنی تم میں سے کی بجائے ''تم میں'' کے الفاظ ہوتے۔

پس یہاں پر امامکم سے مُراد مسیح ابن مریم ہی ہیں جن کا پیچھے ذکر آ رہا ہے اور ''وامامکم منکم'' میں واؤ تفسیریہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ابن مریم کون ہے وہ تم میں سے ہی ایک وجود ہوگا جو امام کا کام دے گا۔

واؤ تفسیریہ کی مثال قرآن مجید میں یہ ہے کہ تلك آيت الكتاب و قرآن مبين (الحجر:۲) یعنی یہ کتاب کی آیات ہیں۔ وہ کتاب کونسی ہے؟ وہ قرآن مبین ہے۔

اور یہ واؤ حالیہ بھی ہو سکتی ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا حال اس وقت کیا ہوگا جب کہ تم میں ابن مریم نازل ہونگے اس حال میں کہ وہ تمہیں سے امام ہو کر آئیں گے۔

بہرحال ان دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہے کہ اُس آنے والے مسیح موعود کو ہی اس زمانہ کا امام مہدی بھی قرار دیا گیا ہے۔

نواب قطب الدین صاحب دھلوی شارح مشکوۃ اپنی کتاب مظاہر حق جلد ۴ میں امامکم منکم کے نیچے لکھتے ہیں کہ امامکم سے مراد حضرت عیسی ہیں۔

(نواب قطب الدین دھلوی: مظاہر حق شرح مشکوۃ: جلد: ۴: ص: ۳۸۵)

امام مسلمؒ نے اپنے مجموعہ میں اس مسئلہ کو مزید حل کر دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس حدیث کو جہاں درج فرمایا وہاں پر وامامکم منکم کی بجائے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا فامّکم منکم۔

(مسلم: کتاب الایمان: باب نزول عیسی بن مریم علیہ السلام)

کہ وہ تمہیں میں سے تمہاری امامت کرے گا۔

اب یہاں پر امکم فعل ہے جس کا مرجع یعنی فاعل یقیناً اس سے قبل ہی دیکھنا پڑے گا۔ غائب سے لا کر کوئی اور مرجع نہیں بنایا جا سکتا اور وہ مرجع ''ابن مریم'' کے الفاظ ہیں جو اس حدیث میں مذکور ہیں اور یہاں پر یہ بھی واضح ہے کہ امام سے مراد یہاں پر صرف عام نماز کی امامت ہی نہیں بلکہ امام مہدی ہونا مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وجود کتاب وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کے لئے امام ہوگا یعنی امام مہدی ہوگا۔ چنانچہ مسلم کی اس حدیث کے آگے یہ لکھا ہے۔

قال ابن ابی ذئب هل تدری ماامکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم عزوجل وسنة نبیکم صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم

(مسلم: کتاب الایمان: باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہا السلام)

یعنی ابن ابی ذئب نے مخاطب سے پوچھا کہ امکم منکم سے کیا مراد ہے؟ کیا تم جانتے ہو کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ ہی بتائیں۔ تو آپ نے یعنی ابن ابی ذئب نے فرمایا کہ وہ اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ تمہاری راہنمائی کرے گا۔

پس بخاری اور مسلم کی ان احادیث میں آنے والے مسیح موعود کو ہی امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت ہی ارفع شان کے نبی ہیں۔ آپ نے اس معاملہ کو صرف اس حد تک ہی بیان نہیں فرمایا بلکہ اسے خوب خوب کھول کر بیان فرمایا ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

یوشك من عاش منکم ان یلقی عیسی بن مریم اماماً مهدیاً ...... الخ

(مسند احمد بن حنبل: جلد ۲: صفحہ: ۴۱۱: روایت حضرت ابو ہریرہؓ)

یعنی قریب ہے کہ تم میں سے جو شخص زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کرے جو کہ امام

مہدی بھی ہونگے۔

ابن ماجہ باب شدۃ الزمان میں مندرج حدیث نے قطعاً فیصلہ ہی کر دیا ہے اس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا المهدی الا عیسی (ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب شدۃ الزمان)

مطلب یہ ہے کہ المہدی یعنی عظیم الشان مہدی عیسیٰ کے علاوہ کوئی نہیں یعنی مسیح موعود ہی امام مہدی ہونگے۔ مسیح اور مہدی دونوں ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔

امام حاکم نے **لا المهدی الا عیسی بن مریم** والی حدیث کو بخاری اور مسلم کی احادیث کے معیار کی احادیث کے ضمن میں درج فرمایا۔

(امام المحدثین محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم النیشاپوری: المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث: جزء ۴: صفحہ: ۴۴۱: کتاب الفتن والملاحم)

یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہل اللہ اور ذی علم لوگ اس حقیقت تک بھی جا پہنچے کہ مسیح و مہدی دونوں ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے۔

”روحانیت کمل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف می فرماید کہ فاعل افعال شاں می گردد و ایں مرتبہ را صوفیاء بروزی گویند بعضے بر آنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث **لا مهدی الا عیسی ابن مریم**“ (شیخ محمد اکرم صابری: اقتباس الانوار: ص: ۵۲)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ کامل لوگوں کی روحانیت ارباب ریاضت پر بسا اوقات ایسا تصرف کرتی ہے کہ ان کے افعال کی فاعل ہو جاتی ہے اس مرتبہ کو صوفیاء بروز کہتے ہیں۔ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ کی روحانیت مہدی میں بروز کرے گی اور (حدیث میں لفظ) نزول سے مراد یہ بروز ہی ہے مطابق اس حدیث کے کہ نہیں ہے مہدی مگر عیسیٰ بن مریم۔

اسی طرح علامہ سراج الدین ابن الوردی فرماتے ہیں:۔

”قالت فرقة من نزول عیسیٰ خروج رجل یشبه عیسی فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر ملك وللشریر شیطان تشبیهاً بهما ولا یُراد بهما الاعیان“۔

(سراج الدین ابن الوردی: خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب: التقویم العلمی مصر: ص ۲۱۴)

یعنی ایک گروہ نے نزول عیسیٰ سے ایک ایسے شخص کا ظہور مراد لیا ہے جو فضل و شرف میں عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہوگا جیسے تشبیہ دینے کیلئے نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہتے ہیں مگر اس سے مراد فرشتہ یا شیطان کی ذات نہیں ہوتی۔

علامہ میبذی نے بھی شرح دیوان میں لکھا ہے۔

”روح عیسیٰ علیہ السلام در مہدی علیہ السلام بروز کند و نزول عیسیٰ ایں بروز است“

(علامہ میبذی: غایۃ المقصود: ص ۲۱)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی روح مہدی علیہ السلام میں بروز فرمائے گی اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد یہی بروز ہے۔

پس یہ بہت اہم اور بنیادی امر ہے کہ ہم اچھی طرح سمجھ لیں کہ آخری زمانہ میں آنے والا وجود در حقیقت ایک ہی ہے۔

مگر اس کی بعض صفات اور خوبیوں کی بنا پر اسے متعدد نام دے دیئے گئے۔ ان ناموں میں سے دو نام مسیح اور مہدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور امت مسلمہ میں عام طور پر شہرت یافتہ ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ

مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام نامی اور لقب گرامی ہے اور مہدی ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صفاتی و لقب سامی ہے۔ ان دونوں ناموں کے رکھنے میں ایک خاص حکمت یہ تھی کہ جب وہ وجود آئے گا تو ان دونوں عظیم وجودوں کے متبعین کی اصلاح کا کام بطور خاص اس کے ذمہ ہوگا اس وجہ سے ان دونوں بزرگ وجودوں کا وہ ظل کامل

ہو گا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ لوگ جنہوں نے مسیح اور مہدی کو الگ الگ وجود قرار دیا ہے تو اس کی وجہ دراصل احادیث میں مندرج پیشگوئیوں پر یکجائی طور پر غور نہ کرنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سرسری اور سطحی نظر سے جب احادیث کو دیکھا گیا تو وہاں پر ایک طرف تو اس قسم کی احادیث ان لوگوں نے دیکھیں جن میں آخری زمانہ میں مسیح موعود کے آنے کا ذکر تھا۔ اس کی تفصیلی علامات تھیں تو دوسری طرف وہ احادیث تھیں جن میں مہدی نامی وجود کے آنے کا ذکر تھا اور اس کی اپنی علامات تھیں۔ اس وجہ سے وہ احادیث عامۃ الناس کی نظر سے پس پردہ ہو گئیں جن میں ان دونوں وجودوں کو ایک ہی قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے وہ لوگ ایک حد تک معذور بھی تھے کیونکہ یہ آئندہ کے متعلق پیشگوئیاں تھیں اور پیشگوئیوں کے متعلق قبل از وقت قطعی طور پر کچھ کہنا کہ اس کا ظہور کس طرح ہو گا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ ہاں جب وہ پیشگوئی ظہور پذیر ہو جاتی ہے تو اپنے انوار سے تمام تاریکیوں کو دور کر دیتی ہے۔

تیسرے عام طور پر اس مضمون کے نہ کھلنے میں ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص زمانہ تک اس مضمون کو کہ مسیح و مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں ایک حد تک پردہ خفا میں رکھنا چاہتا تھا تا کہ بد باطن لوگوں کو اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موعود سے متعلقہ کلام میں تحریف کا موقع نہ مل سکے اور ایک بڑا حصہ ایسا رہے جو کہ ان کی دستبرد سے محفوظ رہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات تھی کہ مسیح ناصری علیہ السلام ہی زندہ ہیں وہی آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور چونکہ ان کے سوانح سب کے سامنے تھے اس وجہ سے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ وہی مسیح ہونگے اپنی طرف سے باتیں بنا کر احادیث کے نام سے ان کی طرف منسوب کرنے کو کوئی بھی قبول نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح کی آمد سے متعلق احادیث میں وضعی روایات نہ ہونے کے برابر ہیں جب کہ دوسری طرف مہدی کے آنے کا ذکر بھی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا چونکہ اس کے متعلق عام عقیدہ یہی ہوا

کہ وہ پیدا ہونگے۔ اُمت محمدیہ میں سے ہونگے تو اس وجہ سے کہ یہ آئندہ کی ایک خبر تھی بد باطن لوگوں کو کھل کر موقع ملا کہ وضعی روایات بنا بنا کر شائع کردیں چنانچہ یہی ہوا کہ لوگوں نے ایسی ایسی روایات بنالیں کہ جن میں مہدی کا اپنے اپنے خاندان سے پیدا ہونا ذکر کردیا۔ اپنے اپنے علاقہ سے اسے خاص کردیا گیا۔ اپنے اپنے ذہن کے مطابق اپنی پسندیدہ علامات بنا بنا کر اس کی طرف منسوب کردی گئیں۔ مہدی کے متعلق خاص طور پر اس قدر روایات بنائی گئیں کہ محققین پریشان ہو گئے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ:۔

فهذه جملة الاحاديث التى خرجها الائمة فى شان المهدى و خروجه آخر الزمان وهى كما رأيت لم يخلص منها من النقد الا القليل والاقل منه

(عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون: مقدمہ ابن خلدون: الفصل الثانی و الخمسون: فی امر الفاطمی ...... الخ:ص: ۳۲۲: مطبوعہ: بیروت لبنان)

اس کا ترجمہ سعد حسن خان یوسفی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ

”پس یہی وہ احادیث ہیں جن کو ائمہ حدیث مہدی آخر الزمان کے بارے میں لائے ہیں۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ان روایات میں مشکل ہی سے کوئی روایت سقم سے خالی ہے“۔

(ابن خلدون: مقدمہ: ترجمہ از مولانا سعد حسن خان یوسفی: باب سوم: فصل: باون: ص: ۳۱۸۔۳۱۹: مطبوعہ: میر محمد کتب خانہ کراچی)

پس امام مہدی کے متعلق احادیث میں مشکل سے ہی کوئی روایت ایسی ملتی ہے جو سقم سے خالی ہو۔ مگر مسیح کے متعلقہ احادیث میں مشکل سے ہی کوئی حدیث ہوگی جس میں سقم پایا جاتا ہو۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس مسئلہ پر ایک بڑا ذخیرہ احادیث کا ہمارے ہاتھ میں ایسا موجود ہے جس سے ہم رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔

مولوی حبیب الرحمٰن کاندھلوی بیان کرتے ہیں۔

”ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے

اور حقیقت بھی یہی ہے اس لئے کہ ان کی آمد احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے ان کی آمد میں کوئی شک وشبہ نہیں"۔

(حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی: عقیدہ مہدویت اور ظہور مہدی: انجمن اسوہ حسنہ پاکستان کراچی)

پس جب صورت حال یہ نظر آتی ہے کہ مسیح اور مہدی درحقیقت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اور دوسری طرف مہدی کے نام سے مذکور روایات میں کمزور روایات کے پائے جانے کا زیادہ امکان ہے جب کہ مسیح سے متعلقہ مروی روایات میں صحیح ہونے کا پہلو غالب ہے تو ہمیں یہ اصول مدنظر رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود کے متعلقہ علامات کو اوّلیت دیں اور آنے والے مدعی مسیحیت ومہدویت کو ان کے ذریعہ سے پرکھ لیں اور ان کے تابع مہدی کے متعلقہ علامات کو دیکھ لیں۔ جو علامات ان کے مطابق ہوں وہ لے لی جائیں اور جو ان کے خلاف ہوں، یا ان کے ساتھ مطابقت کا کوئی طریقہ نہ ہو اسے یا تو ترک کر دیں یا ان کے متعلق سکوت اختیار کریں۔

نیز مہدی کے متعلق علامات کو دیکھتے ہوئے ایک یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ ایسی روایات کو لینے سے اجتناب کیا جائے جن میں اُسے کسی خاص خاندان، قبیلہ، گروہ یا جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ یعنی اس سے کسی خاندان، قبیلہ یا گروہ کے ذاتی مفاد کا حصول نظر آتا ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بعض کم سمجھ لوگ جو کتاب اللہ اور حدیث نبوی میں تدبر نہیں کرتے وہ میرے مہدی ہونے کو سن کر یہ کہا کرتے ہیں کہ مہدی موعود تو سادات میں سے ہوگا سو یاد رہے کہ باجود اس قدر جوش مخالفت کے ان کو احادیث نبویہ پر بھی عبور نہیں۔ مہدی کی نسبت احادیث میں چار اقوال ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مہدی سادات میں سے ہوگا۔ (۲) دوسرے یہ کہ قریش میں سے سادات ہوں یا نہ ہوں۔ (۳) تیسرے یہ حدیث ہے کہ رجل من امتی یعنی مہدی میری

امت میں سے ایک مرد ہے خواہ کوئی ہو۔ (۴) چوتھے یہ حدیث ہے کہ لا مھدی الا عیسیٰ یعنی بجز عیسیٰ کے اور کوئی مہدی نہیں ہوگا۔ وہی مہدی ہے جو عیسیٰ کے نام پر آئے گا اسی آخری قول کے مصداق وہ اقوال محدثین ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ مہدی کے بارے میں جس قدر احادیث ہیں بجز حدیث عیسیٰ مہدی کے کوئی ان حدیثوں میں سے جرح سے خالی نہیں۔ مگر عیسیٰ کا مہدی ہونا بلکہ سب سے بڑا مہدی ہونا تمام اہل حدیث اور ائمہ اربعہ کے نزدیک بغیر کسی نزاع کے مسلم ہے۔ پس میں وہی مہدی ہوں جو عیسیٰ بھی کہلاتا ہے اور اس مہدی کیلئے شرط نہیں ہے کہ حسنی یا حسینی یا ہاشمی ہو"۔ (چشمہ معرفت: روحانی خزائن: جلد نمبر: ۲۳: صفحہ: ۲ حاشیہ)

پھر فرمایا:

"میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمہ و من عترتی وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے اور مسیح موعود کے لئے کسی محدث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ میں سے ہوگا۔ ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں۔ اور جس قدر افترا ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افترا نہیں ہوا۔ خلفاء عباسی وغیرہ کے عہد میں خلیفوں کو اس بات کا بہت شوق تھا کہ اپنے تئیں مہدی موعود قرار دیں۔ پس اس وجہ سے بعض حدیثوں میں مہدی کو بنی عباس میں سے قرار دیا گیا اور بعض میں بنی فاطمہ میں سے اور بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ رجل من امتی کہ وہ ایک آدمی میری اُمت میں سے ہوگا۔ مگر در اصل یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں۔ یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنت یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لا مھدی الا عیسیٰ یعنی کوئی مہدی نہیں صرف عیسیٰ ہی مہدی ہے جو آنے والا ہے"۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن: جلد نمبر ۲۱: صفحہ: ۳۵۶)

ایک اور ضروری اَمر یہ ہے کہ جب کہ محققین نے مہدی سے متعلقہ احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے تو کیا ہم ان سب ذخیرہ روایات کو اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں؟ یہ تو دانائی کے خلاف ہے۔ کوئی عقلمند جوہری ایسے جواہرات جن میں اصلی اور نقلی جواہرات مل جل گئے ہوں بلا تمیز اٹھا کر باہر نہیں پھینکا کرتا بلکہ محنت کر کے اصلی ہیروں کو الگ کر لیتا ہے۔ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ وہ تمام امور اور روایات جو ہمارے آقا و مولا کی طرف نسبت رکھتی ہیں انہیں ردّ کرنے اور ردّی کی ٹوکری میں ڈالنے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔ مبادا کہ وہ اصلی کلمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد بازی میں ضائع کر بیٹھے۔ اس صورت میں ایک اصول یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ چونکہ مہدی سے متعلقہ روایات درحقیقت تمام پیشگوئیاں ہیں اس لئے ان کے ظہور کا انتظار کیا جائے اور جب اور جس رنگ میں ظاہر ہو جائیں تو ان کو باادب و احترام قبول کیا جائے اور یہی وہ طرز عمل ہے جو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عاشقان نبی کا رہا ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ فرمودات رسول جو غیب کی خبروں پر مشتمل ہوں وہ پورے ہوں۔ حضرت عمرؓ کا سراقہؓ کو کسریٰ کے کنگن پہنانا[1] حضرت[2] زینبؓ کی وفات پر لمبے ہاتھوں والی زوجہ مطہرہ کے پہلے وفات پانے کی پیشگوئی کا پورا ہونا مراد لینا یہ اور اس قسم کی اور بہت سی ایسی مثالیں ہیں جو ہمارے لئے اسوہ کا رنگ رکھتی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کے مسیح و مہدی ہو کر آئے فرماتے ہیں:۔

”حدیثوں کو خوب غور کر کے پڑھو وہ مہدی معہود کی نسبت اس قدر اختلاف رکھتی ہیں کہ گویا تناقضات کا مجموعہ ہے۔ بعض حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی فاطمی ہوگا اور بعض میں لکھا ہے کہ عباسی ہوگا اور بعض میں لکھا ہے کہ رجل من امتی یعنی میری امت میں سے ایک شخص ہوگا اور ابن ماجہ کی حدیث نے ان سب روایات پر پانی پھیر دیا ہے کیونکہ اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ **لا مہدی الا عیسی** یعنی عیسیٰ ہی مہدی ہے اس کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔ پھر مہدی کی حدیثوں

کا یہ حال ہے کہ کوئی بھی جرح سے خالی نہیں اور کسی کو صحیح حدیث نہیں کہہ سکتے پس جس رنگ پر پیشگوئی ظہور میں آئی اور جو کچھ حکم موعود نے فیصلہ کیا وہی صحیح ہے"۔ (حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد نمبر۲۲: حاشیہ ۲۱۷)

[1] علامہ ابن اثیر: اُسد الغابۃ: جلد:۲:ص:۱۹۸: زیر سراقۃ بن مالک

[2] بخاری: کتاب الزکوٰۃ

پیشگوئیوں کے متعلق ایک اصول

قارئین کرام!

مامور من اللہ کے متعلق جو علامات مذکور ہوا کرتی ہیں ان کے سلسلہ میں سنت اللہ یہ نظر آتی ہے کہ ان علامات میں سے کچھ تو ظاہراً پوری ہو جاتی ہیں مگر ایک بڑا حصہ ان کا تعبیر طلب ہوا کرتا ہے اور وہ پورا تو ہوتا ہے مگر معنوی طور پر۔ اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں اکثر لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے یہود اگر ایلیا نبی کے آنے سے تعبیراً و تمثیلاً حضرت یحیٰ کا آنا مراد لے لیتے، بادشاہی سے مراد ظاہری اور دنیا کی حکمرانی کی بجائے روحانی اور آسمانی بادشاہت مراد لے لیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ اگر موسیٰؑ کے بھائیوں سے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل مراد لے لیتے، آتشیں شریعت میں ظاہراً آگ سے روحانی آگ مراد لے لیتے، اور عیسائی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی بیان فرمودہ انگورستان والی مثال کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خود مالک کا آنا سمجھ لیتے تو ہرگز ہرگز ان کا انجام انکار پر منتج نہ ہوتا۔ پس ان لوگوں کی یہ ٹھوکر ہمارے لئے یہ رہنمائی مہیا کرتی ہے کہ ہم مامورین من اللہ کی علامات کو ظاہراً ہی پورا ہوتا ہوا دیکھنے کا اصرار ترک کردیں

بلکہ تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کریں اور کوئی بھی پہلے کی بیان فرمودہ علامت خواہ ظاہری طور پر پوری ہو خواہ تمثیلی رنگ میں پوری ہو اسے قبول کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حامی و ناصر ہو اور صحیح راستہ کی طرف ہدایت فرمائے اور اپنی جناب سے حقائق کھولے اور سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین

مسیح و مہدی کے متعلق علامات کے دو حصے

قرآن و حدیث اور بزرگان اُمت محمدیہ سے مروی اقوال کو اگر بغور دیکھا جائے تو مسیح و مہدی موعود کے متعلق علامات کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نمبر ۱: وہ علامات جن کا تعلق آنے والے وجود کی ذات کے ساتھ ہے۔

نمبر ۲: وہ علامات جن کا تعلق مسیح موعود و مہدی مسعود کے زمانے کے ساتھ ہے۔ اس کے پھر دو حصے ہو جاتے ہیں۔

i- یہ کہ وہ علامات جن کا تعلق آسمان اور اجرام فلکی کے ساتھ ہے۔

ii- یہ کہ وہ علامات جن کا ظہور زمین کے ساتھ متعلق ہے۔

اب اسی ترتیب کے ساتھ ہم ان علامات کو درج کریں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ ان تمام علامات کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

یہاں پہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کے بڑے طور پر دو ہی مکتب فکر ہیں۔ ایک اہل سنت والجماعت اور دوسرے اہل التشیع۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگرچہ آگے پھر جزوی اختلافات کی بنا پر ان میں سے ہر مکتب فکر کے کئی کئی فرقے بن گئے مگر بنیادی طور پر یہی دو بڑے مکتب فکر ہیں۔

اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ان دونوں مکتب فکر کے لٹریچر میں مسیح و مہدی موعود

کے متعلق مندرج علامات کو لے لیا جائے ۔ اس طرح یہ مقالہ ہر دو قسم کے احباب کیلئے فائدہ مند ہو سکے ۔ خدا کرے کہ یہ رسالہ بہتوں کیلئے ہدایت کا موجب ہو۔ آمین

باب دوم

مسیح و مہدی موعود کی ذاتی و شخصی علامات

ا۔ حلیہ مبارک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مہدی و مسیح معہود کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا:

رجل آدم کاحسن مایری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر" (بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم...... الخ)

وہ گندمی رنگ والا خوبصورت ہوگا۔ اُن کے بال اُن کے کندھوں پر پڑتے ہونگے یعنی لمبے سیدھے بالوں والا ہوگا اور بال گھنے ہوں گے۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ رجل ادم سبط الشعر۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم...... الخ)

یعنی آپ گندمی رنگ کے اور کھلے لمبے بالوں والے ہونگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کی پیشانی اور ناک کا ذکر بھی فرمایا چنانچہ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المهدى منى أجلى الجبهة اقنى الانف

(سنن ابی داؤد کتاب و باب المہدی)

فرمایا "مہدی میرا پیارا ہوگا اس کی پیشانی روشن اور ناک بلند ہوگی۔

آنے والے مسیح کا قد بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

فاذا رأيتموه فاعرفوه فانه رجل مربوع

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال۔ مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۲ صفحہ ۴۳۷)

جب تم دیکھو تو اس حلیے سے اسے پہچان لینا کہ وہ درمیانہ قد کا ہوگا۔

(المربوع کے معنی الوسیط القامة (منجد) یعنی درمیانہ قد کے ہیں۔

شیعہ روایات میں بھی امام قائم یعنی مہدی موعود کے حلیہ کا ذکر ملتا ہے چنانچہ امام محمد باقر کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے امام مہدی کا حلیہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"وہ ایک درمیانہ قد والے جوان، وجیہہ و حسین چہرہ اور ان کے بال خوش نما بڑے اور دو شانوں پر پڑے ہوئے اور ان کے سر اور ریش کے سیاہ بالوں کے حلقے میں ان کے نورانی چہرے کا حسن بہت بھلا معلوم ہوتا ہے اور ایک بہترین عورت کے فرزند"۔

(محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد نمبر ۱۱: ص: ۷۹۷۸ زیر عنوان امام قائم کا حلیہ مبارک: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

امام باقرؒ نے ایک اور علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ

"جب وہ ظہور کریں گے تو آپ کے سر پر عمامہ ہوگا"

(محمد باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد نمبر ۱۱: ص: ۱۱٦: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ مدعی مسیحیت و مہدویت ہیں بعینہٖ اسی حلیہ کے تھے۔

وہ لوگ جنہوں نے آپ کو دیکھا آپ کے ساتھ رہے انہوں نے جو گواہی دی وہ اس حلیہ کی تصدیق کرتی ہے۔ بطور نمونہ ایک شہادت درج کرتا ہوں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ جنہوں نے آپ کو بہت قریب سے دیکھا آپ کے ساتھ لمبا عرصہ گزارا وہ آپ کا حلیہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

”آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مردانہ حسن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ یہ حسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا...... آپ کا جسم دبلا نہ تھا نہ آپ بہت موٹے تھے البتہ آپ دھرے جسم کے تھے۔ قد متوسط تھا...... کندھے اور چھاتی کشادہ...... آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سرخی جھلک مارتی تھی اور یہ چمک جو آپ کے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی...... آپ کے سر کے بال نہایت باریک سیدھے چکنے چمکدار اور نرم تھے...... آپ کی داڑھی اچھی گھندار تھی بال مضبوط موٹے اور چمکدار سیدھے اور نرم...... آپ کا چہرہ کتابی یعنی معتدل لمبا تھا...... آپ کی آنکھوں کی سیاہی سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں...... ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت اور بلند بالا تھی پتلی، سیدھی، اونچی اور موزوں نہ پھیلی ہوئی تھی نہ موٹی...... پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند چوڑی تھی اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپ کے جبیں سے ٹپکتی تھی“۔

آپ کے لباس کے ضمن میں عمامہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

”عمامہ شریف آپ ململ کا باندھا کرتے تھے اور اکثر دس گز یا کچھ اوپر لمبا ہوتا تھا...... عمامہ کے باندھنے کی آپ کی خاص وضع تھی“۔

(یعقوب علی عرفانی: سیرت مسیح موعود علیہ السلام: جلد اول: ص: ۱۸۷: خواجہ پریس بٹالہ: ۱۲ مئی ۱۹۲۳ء)

دیگر وہ لوگ جنہوں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو قریب سے دیکھا وہ اس حلیہ کی مکمل تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا کتاب میں اور حضرت شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل رضی اللہ عنہ نے حیات طیبہ میں اس حلیہ کی

تصدیق کی ہے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ نے ذکر حبیب میں یہی حلیہ درج کیا ہے۔

خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

موعودم و بحلیہ ماثور آمدم
حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم
رنگم چو گندم است وبمو فرق بین است
زانساں کہ آمدست در اخبار سرورم
ایں مقدمم نہ جائے شکوک ست و التباس
سید جدا کند زمسیحائے احمرم

(حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام: درثمین فارسی: ص:۱۰۴: نظارت اشاعت وتصنیف ربوہ)

یعنی میں ہی وہ موعود ہوں اور (احادیث میں) مذکور حلیہ کے مطابق آیا ہوں۔ افسوس ہے کہ اگر وہ لوگ اپنی آنکھوں سے میرے اس حلیہ کو نہ دیکھیں۔ میرا رنگ گندمی ہے اور بالوں میں احادیث رسول میں بیان شدہ خبروں کے مطابق (پہلے مسیح سے) واضح فرق ہے۔ میرا آنا شک وشبہ سے بالا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود (مسیح محمدی کو) مسیح اسرائیلی سے الگ کر دیا ہے۔

۲۔ زبان میں ثقل اور ران پر ہاتھ مارنا

مہدی موعود ومسیح معہود کی ایک علامت احادیث میں یہ آئی ہے:

عن ابی الطفیل ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصف المھدی فذکر ثقلاً فی لسانہ وضرب فخذہ الیسری بیدہ الیمنی اذا ابطا علیہ الکلام

(۱۔ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد السیوطی: الحاوی للفتاوی: الجزء الثانی: ص:۱۴۷)

(ii- السید شریف محمد بن رسول الحسینی البرزنجی: الاشاعۃ لاشراط الساعۃ: ایڈیشن اوّل: ص: ۸۹: مطبوعہ مصر)

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعود کے ذکر میں فرمایا کہ اس کی زبان میں لکنت ہوگی اور جب کلام کرے گا تو وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر مارے گا۔

نور الحسن خان صاحب اس علامت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”زبان میں بوجھ یعنی لکنت جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو بائیں ران پر سیدھا ہاتھ ماریں گے“۔

(نور الحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص: ۶۳: مطبوعہ ۱۳۰۱ھ: مطبع مفید عام آگرہ)

یہ علامت بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام میں موجود تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلیہ مبارک اور خصائل وشمائل کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:۔

”زبان بہت صاف تھی مگر کسی لفظ میں کبھی کبھی خفیف سی لکنت پائی جاتی تھی“

(دوست محمد شاہد: تاریخ احمدیت: جلد دوم: ص: ۵۷۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریبی ساتھی حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ آپ کے ران پر ہاتھ مارنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”بات کرتے وقت جوش میں ران پر ہاتھ بھی مارتے تھے“۔

(یعقوب علی عرفانی: سیرت مسیح موعود علیہ السلام: حصہ اوّل: ص: ۷۸: ۱۲ مئی ۱۹۲۳ء: خواجہ پریس بٹالہ)

بہت لوگ ایسے تھے جنہوں نے مہدی معہود میں اسی علامت کے پائے جانے کا ذکر پڑھ اور سن رکھا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ اس علامت کو دیکھ کر حضرت مرزا صاحب مہدی و مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ انہیں میں سے ایک حضرت میاں سانولا صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کا قبول احمدیت کا واقعہ یوں ہے۔

”میاں سانولا پٹھانہ تیر تحصیل مینڈھر ضلع پونچھ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی قبول

احمدیت کا واقعہ یوں ہے کہ جہلم چھاؤنی میں ملازم تھے جب کہ شہرہ تھا کہ ایک شخص نے قادیان سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ علماء نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ مگر وہ نیک اور عالم انسان ہے۔ انہوں نے سوچا کہ جب وہ نیک اور عالم ہے تو ضرور سچا ہوگا۔ اسی فکر میں انہوں نے خواب دیکھی کہ آسمان سے میرے منہ کے آگے سورج گرا ہے۔ اس کے چار ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا مشرق دوسرا مغرب اور تیسرا جنوب اور چوتھا شمال کو گیا۔ وہ اس خواب سے گھبرا کر اپنے استاد کے پاس چلے گئے جن سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور اپنی خواب بیان کی۔ استاد نے اس کی یہ تعبیر کی کہ آسمان سے ایک نبی آئے گا اور وہ دوبارہ قرآن اور اسلام کو زندہ کرے گا اور تمام روئے زمین پر اسلام پھیلائے گا۔ اے لڑکے تم خوش قسمت ہو۔ یہ نبی امام مہدی ہے جس نے آنا ہے ان سے آپ کی ملاقات ہوگی۔ جب تیری ان سے ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا۔ انہوں نے کہا استاد جی! جس نے قادیان سے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ہوسکتا ہے کہ یہی سچے ہوں مگر استاد نے کہا۔ نہیں یہ جھوٹا ہے ابھی سچے امام مہدی نے اس کے بعد آنا ہے۔ کچھ عرصہ بعد میاں سانولا صاحب بیمار ہو گئے اور جوڑوں میں درد ہو گیا۔ اتفاق سے کوئی احمدی ملا جس نے قادیان جا کر حکیم مولوی نورالدینؓ سے علاج کرانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ چار ماہ کی چھٹی لیکر قادیان میں رہے۔ جہاں علاج بھی کرایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس بھی کرتے رہے۔ آپ نے دیکھا کہ جمعہ کے دن جب خطبہ دیتے ہیں تو پٹوں پر ہاتھ مارتے اور زبان سے اڑ کر بولتے تھے۔ انہوں نے یہ امام مہدی کی علامت سنی تھی۔ جب اسے ہوبہو مرزا صاحب میں دیکھا تو آپ کی صداقت کا یقین آ گیا۔ مرزا صاحب جب مسجد مبارک میں رات کو نماز پڑھنے کیلئے آتے تو وہ بھی اسی مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ گھنٹے دو گھنٹے نماز میں کھڑے رہتے جب سجدہ میں جاتے تو دو دو گھنٹے سجدہ میں پڑے رہتے اور سجدہ کے وقت ان سے ایسی آواز نکلتی جیسے اُبلتی ہوئی ہانڈی سے نکلتی ہے۔ سجدے کی جگہ روتے روتے تر ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر انہیں یقین آ گیا کہ

یہ شخص سچا ہے۔ تب انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی"۔

(محمد اسد اللہ قریشی: تاریخ احمدیت کشمیر: ص: ۶۷: ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

۳۔ مشرق سے ظہور

مسیح موعود کی علامات میں سے ایک یہ تھی کہ وہ دمشق کے مشرق سے ظہور فرمائے گا۔

فینزل عند المنارۃ البیضاءِ شرقی دمشق

(i۔ مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال ...... الخ۔ ii۔ سنن ابی داؤد: کتاب الملاحم: باب خروج الدجال)

یعنی مسیح موعود دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس ظہور فرمائے گا۔

علامہ ابن کثیر مہدی کے مشرقی علاقوں سے ظاہر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والمقصود ان المھدی الممدوح الموعود بوجودہ فی آخر الزمان یکون اصل خروجہ و ظھورہٖ من ناحیۃ المشرق"

(علامہ ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ: الطبعۃ الاولیٰ: ۱۹۶۸ء: الجزء الاوّل: ص: ۳۳: مکتبۃ النصر الحدیثۃ الریاض)

یعنی مقصود یہ ہے کہ مہدی موعود کا آخری زمانہ میں خروج و ظہور مشرق کی جانب سے ہوگا۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا مقام پیدائش یعنی قادیان واقع ضلع گورداسپور پنجاب ہندوستان ہے اور یہ دمشق کے عین مشرق میں واقع ہے اگر دنیا کے نقشہ کو سامنے رکھا جائے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ قادیان اور دمشق ایک ہی خط عرض بلد پر واقع ہیں صرف آدھے درجے کا فرق ہے۔ قادیان عرض بلد کے ۳۱ درجے سے کسی قدر اوپر ہے اور دمشق ۳۳ درجے سے کسی قدر نیچے ہے۔ اور کچھ فرق خود احادیث سے بھی ثابت ہے کیونکہ عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق فرمایا ہے یعنی دمشق کے مشرق میں پائے جانے والے منارۃ کے قریب نزول فرمائے گا۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس مشرق میں پائے جانے والے منارہ کے اوپر نازل ہوگا۔ پس اس لحاظ سے یہ پیشگوئی اور یہ

علامت پوری ہو چکی ہے۔

۴۔ کدعہ بستی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں مسیح موعود و مہدی معہود کی بستی کا نام کدعہ آیا ہے جو کہ درحقیقت قادیان ہی کا دوسرا نام ہے۔ کیونکہ قادیان کا نام اسلام پور قاضی تھا۔ پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ قاضی ماجھی اور کادی ہوا۔ قادیان کے گردونواح کے اکثر لوگ تو اسے کادی ہی کہا کرتے تھے۔ پس کدعہ درحقیقت قادیان ہی ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعۃ

(i۔ حضرت شیخ علی حمزہ بن الملک الطوسی: جواہر الاسرار قلمی: ص:۵۶۔
ii۔ اشارات فریدی: جلد۳: ص:۷۰: مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ)

یعنی مہدی موعود کدعہ نامی بستی سے ظاہر ہونگے۔

۵۔ زمیندار خاندان

آنے والے موعود وجود کے خاندان کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یقال لہ الحارث بن حراث (ابوداؤد کتاب المہدی)

یعنی وہ آنے والا مہدی حارث یعنی زمیندار ہوگا اور ابن حراث یعنی زمیندار کا فرزند ارجمند ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ زمین اس کو اپنے آباء و اجداد سے ملے گی یعنی خاندانی طور پر زمیندار ہوگا۔

یہ جو علامت ہے یہ مہدی موعود کے متعلق ہے۔ حدیث میں ’’ رجل ‘‘ کے الفاظ ہیں جس کے معنی عظیم الشان آدمی اور انسان کے ہیں اور امام مہدی کو بخاری کی ایک حدیث میں بھی رجل ہی کہا گیا ہے۔ دیکھیں بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ

نیز حدیث زیرِ نظر میں جو علامات درج ہیں وہ مہدی موعود کے متعلق ہی ہو سکتی ہیں مثلاً فرمایا ’’یوطن اویمکن لاٰلِ محمد ‘‘ کہ وہ آل محمد کو تمکنت عطا کرے گا۔

پھر فرمایا یحب علی کل مومن نصرہ اوقال اجابتہ یعنی اس کی مدد کرنا یا یہ فرمایا کہ اُس کو قبول کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔

ایسے عظیم امور اور اس رجل کی قبولیت کیلئے ایسی تاکید عام آدمی کیلئے نہیں ہو سکتی۔ پس یہ حدیث امام مہدی کے متعلق ہے اور یہاں پر رجل سے مراد عظیم آدمی یعنی امام مہدی ہیں۔

یہ علامت بھی آپ میں پوری ہوئی۔ آپ کا خاندان اپنے علاقے کا مشہور زمیندار خاندان تھا۔ نہ صرف قادیان بلکہ قادیان کے اردگرد کے بہت سے دیہات آپ کے خاندان کی جاگیر تھے۔ اور حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اس علامت کا مصداق ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ:۵۹: حاشیہ: روحانی خزائن جلد نمبر ۳: صفحہ ۱۵۹ حاشیہ)

یہ وہ امر ہے جس کے متعلق تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی انکار نہیں کر سکتا۔ مسٹر گریفن نے جو کہ ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر بھی رہ چکے ہیں۔ Punjab Chiefs کے نام سے جو کتاب شائع کی ہے اس میں اس نے حضرت مرزا صاحب کے زمیندارہ خاندان کا ذکر کیا ہے۔

Sir Lepel H. Griffin, K.C.S.I: The punaj Chiefs: V:ii:
Revised Edition: Under Mirza Sultan Ahmad: P:42
Sange-Meel Publications: Lahore.

۶۔ تین سو تیرہ رفقاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعۃ و یصدقہ اللہ تعالیٰ و یجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃ و ثلاثۃ عشر رجلا و معہ صحیفۃ مختومۃ فیھا عدد اصحابہ باسمائھم و بلادھم و خلالھم

(i۔ حضرت شیخ علی حمزہ بن علی الملک الطوسی: جواہر الاسرار قلمی: ص: ۵۶۔ ii۔ خواجہ غلام فریدؒ: اشارات فریدی: جلد: ۳: ص: ۷۰: مقبوس بیست و ہفتم: مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ: ۱۳۲۰ھ)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

”مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے (یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے“۔

شیعہ احباب کی روایات میں بھی ان الفاظ میں یہ حدیث ملتی ہے۔

شیعہ ائمہ میں سے نویں امام حضرت امام محمد تقیؒ (۱۹۵ھ تا ۲۲۰ھ) فرماتے ہیں:۔

”یجمع الیہ من اصحابہ عدد اھل بدر ثلاث مائۃ ثلاثۃ عشر رجلاً من اقاصی الارض

اس کے اصحاب اہل بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ ہونگے۔ زمین کے ہر حصے سے آ کر اس کے پاس جمع ہونگے“۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد: ۱۱: ص: ۲۸۹: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: ترجمہ سید حسن امداد: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یہ علامت بھی حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ اس علامت کا مصداق ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

> ”چونکہ حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اس اُمت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوتے مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئیوں میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے ہیں...... اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ نام درج کر چکا ہوں۔ اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشا حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے“۔

پھر آپ نے تین سو تیرہ دوستوں کے نام درج فرمائے ہیں۔

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم: ص: ۴۰ تا ۴۵: روحانی خزائن: جلد نمبر ۱۱: صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۹)

۷۔ مہدی موعود کا آبائی وطن

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یخرج رجل من وراء النھر (ابوداؤد کتاب المہدی)

حضرت مرزا صاحب اسی علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص پیچھے نہر کے سے نکلے گا یعنی بخارا یا سمرقند اس کا اصل وطن ہوگا“۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل: صفحہ ۴۸: حاشیہ روحانی خزائن: جلد نمبر ۳: صفحہ ۱۴۸ حاشیہ)

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ اس روایت میں امام مہدی کی علامات کا ہی ذکر ہے۔ اسی علامت کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کے آباء واجداد کا اصل وطن سمرقند ہے۔ چنانچہ مسٹر گریفن نے اپنی کتاب The Punjab Chiefs میں لکھا ہے:۔

یعنی ۱۵۳۰ء جو کہ بابر بادشاہ کا آخری سال تھا۔ ہادی بیگ جو کہ مغل تھا سمرقند سے ہجرت کر کے پنجاب آیا اور ضلع گورداسپور میں قیام پذیر ہوا۔

اس موقع پر بخاری میں مندرج وہ حدیث بھی لازماً سامنے رکھنی چاہیے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے امام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ لو کان الایمان عندالثریا لنالہ رجل او رجال من ھؤلاءِ

(بخاری: کتاب التفسیر بتفسیر سورۃ الجمعہ)

شیعہ روایات میں بھی حضرت امام محمد باقرؒ سے اسی مضمون کی روایت ملتی ہے۔

”امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ عجم کے لوگ ہیں اور جو کہ زبان عرب کو

نہیں جانتے ہیں اور رسول خدا سے بعد نازل ہونے اس آیت کے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول خدا وہ کون لوگ ہونگے۔ حضرت نے اپنا دستِ مبارک سلمان فارسی کے شانہ پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بستہ ہو تو اس کو لیوینگے اس کی قوم کے آدمی یعنی فارس کے باشندے"۔

(مولوی سید عمار علی ۔ تفسیر عمدۃ البیان ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۵۶۵ زیر تفسیر سورۃ الجمعہ ۔ مطبع یوسفی دہلی ۔ ۱۳۰۲ھ)

پس اس روایت پر شیعہ سنی اتفاق پایا جاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فارسی الاصل قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ مجھے باپ کے لحاظ سے فارسی النسل قرار دیتا ہے"۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ : حصہ پنجم : روحانی خزائن : جلد ۲۱ : صفحہ ۳۶۳ ۔ ۳۶۴)

آپ کے خاندان کو قریب سے جاننے والے آپ کے ایک قریبی دوست جو بعد میں آپ کے دشمنوں کی صف اوّل میں شامل ہو گئے۔ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب آپ کے خاندان کے متعلق گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مؤلف (براہین احمدیہ ۔ ناقل) قریشی نہیں فارسی الاصل ہیں"۔

(مولوی محمد حسین بٹالوی : اشاعۃ السنۃ : جلد : ۷ : ص : ۱۹۳)

۸۔ مہدی موعود توأم

حضرت محی الدین ابن عربی ؒ نے اس مہدی آخری الزماں کو جو کہ خاتم الاولیاء ہو گا کے بارہ میں فرمایا کہ :۔

"اس کے ساتھ اس کی توام بہن پیدا ہو گی اور وہ پہلے ہی پیدا ہو گی اور بھائی بعد پیدا

ہوگا"۔

(محی الدین ابن عربی: فصوص الحکم: جزو دوم: ترجمہ: محمد عبدالقدیر صدیقی زیر عنوان فص حکمت نفثیہ کلمہ شیثیہ میں: صفحہ۴۲: نذیر سنز پبلشرز لاہور)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی پیدائش بالکل اسی طرح ہوئی۔ آپ کے ساتھ آپ کی بہن جنت نامی توام پیدا ہوئی۔ آپ کی وہ بہن پہلے اور بعد میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔

"اہل اسلام کے اہل کشف نے مسیح موعود کو جو آخری خلیفہ اور خاتم الخلفاء ہے صرف اس بات میں ہی آدم سے مشابہ قرار نہیں دیا...... بلکہ اس بات میں بھی مشابہ قرار دیا ہے کہ آدم کی طرح وہ بھی جمعہ کے دن پیدا ہوگا اور اس کی پیدائش بھی توام کے طور پر ہوگی...... سو الحمدللہ والمنۃ کہ متصوفین کی اس پیشگوئی کا میں مصداق ہوں۔ میں بھی جمعہ کے روز بوقت صبح توام پیدا ہوا تھا"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن: جلد۲۲: صفحہ۲۰۹)

۹۔ یَتَزَوَّجُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود علیہ السلام کی علامات میں بیان فرمایا کہ:۔

فَیَتَزَوَّجُ

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب نزول عیسیٰ: الفصل الثالث)

یعنی مسیح موعود آکر شادی کرے گا۔ اب بظاہر اگر دیکھا جائے تو یہ دنیا میں عام جاری سلسلہ ہے کہ شادیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور پر مسیح موعود کی علامت کے طور پر اس کا ذکر فرمانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ اور وہ یہ کہ

وہ آنے والا مسیح موعود ایسی شادی کرے گا جو خاص خصوصیات کی حامل ہوگی۔ مثلاً یہ کہ جسمانی اعتبار سے شادی کرنا اور اس سے عہدہ برآ ہونا اس کے لئے مشکل ہوگا۔ مالی اعتبار سے شادی کرنے کے حالات اس کے مناسب حال نہ ہونگے۔

چنانچہ اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں آپ کی شادی کا بندوبست حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے ساتھ کروایا۔ اس وقت آپ کی عمر پچاس سال اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس قدر تفاوت عمر کے باوجود اس رشتہ کا طے ہوجانا غیر معمولی بات ہے۔ پھر اس عمر میں جب کہ آپ کے بعض قریبی واقف حال لوگوں نے آپ کی عمر کے تفاوت کی وجہ سے آپ کو شادی سے منع کیا اور فرائض زوجیت ادا نہ ہوسکنے کا خوف دلایا۔ پھر اس کے ساتھ آپ کی مالی حالت نہایت کمزور تھی اس وجہ سے بھی شادیاں رک جایا کرتی ہیں۔ یہ وہ تمام ناموافق اور مشکل حالات تھے جو کہ اس شادی میں روک کا موجب تھے۔ مگر ان تمام نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو شادی کا اذن عطا فرمایا اور ساتھ الہاماً فرمایا۔

ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ ساماں کنم
وانچہ درکار شما باشد عطائے آں کنم

کہ آپ کو فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ دلہن کیلئے جو جو ضروریات ہوں گی ان سب کا متکفل خود خدا ہو جائے گا اور وہ تمام اسباب مہیا فرمادے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نشان تائید باری تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ستاسیواں نشان: یہ پیشگوئی ہے کہ میری اس شادی کے بارے میں جو دہلی میں ہوئی تھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ الہام ہوا تھا الحمد للّٰہ الذی جعل لکم الصھر و النسب یعنی اس خدا کی تعریف ہے جس نے تمہیں دامادی اور نسب دونوں طرف سے عزت دی یعنی تمہاری نسب کو بھی شریف بنایا اور تمہاری بیوی بھی سادات میں سے آئے گی۔ یہ الہام شادی

کیلئے ایک پیشگوئی تھی جس سے مجھے یہ فکر پیدا ہوا کہ شادی کے اخراجات کو کیونکر میں انجام دوں گا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں اور نیز کیونکر میں ہمیشہ کیلئے اس بوجھ کا متحمل ہو سکوں گا تو میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ ان اخراجات کی مجھ میں طاقت نہیں تب یہ الہام ہوا کہ:

ہرچہ باید نو عروسی را ہمہ ساماں کنم
و آنچہ درکار شما باشد عطائے آں کنم

یعنی جو کچھ تمہیں شادی کیلئے درکار ہوگا تمام سامان اس کا میں آپ کروں گا اور جو کچھ تمہیں وقتاً فوقتاً حاجت ہوتی رہے گی آپ دیتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ شادی کے لئے جو کسی قدر مجھے روپیہ درکار تھا ان ضروری اخراجات کے لئے منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ لاہور نے پانسو روپیہ مجھے قرضہ دیا اور ایک اور صاحب حکیم محمد شریف نام ساکن کلانور نے جو امرت سر میں طبابت کرتے تھے دو سو روپیہ یا تین سو روپیہ مجھے بطور قرض دیا اس وقت منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ نے مجھے کہا کہ ہندوستان میں شادی کرنا ایسا ہے جیسا کہ ہاتھی کو اپنے دروازہ پر باندھنا۔ میں نے اُن کو جواب دیا کہ ان اخراجات کا خدا نے خود وعدہ فرمایا ہے۔ پھر شادی کرنے کے بعد سلسلہ فتوحات کا شروع ہو گیا۔ اور یا وہ زمانہ تھا کہ بباعث تفرقہ وجوہ معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر ایک بوجھ تھا اور یا اب وہ وقت آ گیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز مع عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غرباء اور درویش اس لنگر خانہ میں روٹی کھاتے ہیں”۔

(حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد ۲۲: صفحہ: ۲۲۷، ۲۲۸)

۱۰۔ یُولَدُلَہ

مسیح موعود کی ایک علامت یہ بیان فرمائی گئی کہ

یُولَدُلَہ

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب نزول عیسیٰ علیہ السلام: الفصل الثالث)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مسیح موعود کے ہاں اولاد بھی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کے ذریعہ یہ خبر دینا ظاہر کرتا ہے کہ یہاں پر خاص قسم کی اولاد کا ذکر ہے۔ کیونکہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ جب بھی اپنے اولیاء اور انبیاء کو اولاد کی بشارت دیتا ہے تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ان پیاروں کو نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے گا۔ ایسی اولاد کہ جو ان کے نیک مقاصد کو آگے بڑھانے کا موجب ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قد اخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج ویولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللّٰہ یعطیہ ولداً صالحاً یشابہ اباہ ولا یاباہ ویکون من عباد اللّٰہ المکرمین والسر فی ذلک ان اللّٰہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الا اذا قدر تولید الصالحین"۔

(حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: آئینہ کمالات اسلام: روحانی خزائن: جلد۵: صفحہ۵۷۸ حاشیہ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک اولاد دے گا وہ اپنے باپ کے مشابہ ہوگی اس کی نافرمان نہ ہوگی اور اللہ کے معزز بندوں میں شامل ہوگی۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی اپنے انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت دیتا ہے تو اس کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس نے صالح اور نیک اولاد دینا مقدر فرمایا ہے۔

اس پیشگوئی میں درحقیقت اور بھی کئی مخفی پہلو تھے۔ مثلاً ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مسیح جب آئے گا تو نامساعد حالات کے باوجود اس کی شادی بھی ہوگی اور پھر باوجود اس کے کہ بظاہر حالات ایسے ہوں گے کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو مگر پھر بھی اس کے ہاں اولاد ہوگی نہ صرف یہ کہ اولاد ہوگی بلکہ نیک اور صالح اولاد ہوگی۔

چنانچہ واقعات نے ان تمام امور کو کھول دیا۔ حضرت مرزا صاحب کی شادی جب حضرت

سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے ہوئی تو آپ کی عمر اور صحت اس وقت ایسی تھی کہ بظاہر اولاد کی توقع رکھنا طمع خام تھی مگر خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو قبل از وقت یہ خوشخبری دی کہ آپ کو اولاد دی جائے گی اور نہ صرف یہ کہ آپ کے ہاں اولاد ہوگی بلکہ وہ اولاد نیک اور صالح ہوگی۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے ہاں ہونے والا ہر مولود ایسا وجود تھا جس کی بشارت قبل از وقت حضرت مرزا صاحب کو دی گئی اور آپ نے قبل از وقت اسے شائع بھی فرما دیا اور پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی جملہ اولاد آپ کے مقاصد کیلئے کوشاں رہی۔ الحمدللہ علی ذالک

حدیث میں "لہ" کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ وہ ایسی اولاد ہوگی جو کہ مسیح ومہدی علیہ السلام کے مقاصد اور اس کے سلسلہ کی تقویت وترقی کا موجب ہوگی۔ کیونکہ یہاں پر "لام" افادہ کا ہے۔

اس پیشگوئی میں جہاں اس موعود کی جملہ اولاد کے نیک ہونے کا ذکر تھا وہاں ایک ایسے وجود کا بھی ذکر تھا جو کہ آپ کی صلبی اولاد میں سے ہونا تھا اور آپ کا جانشین بننا تھا۔ حضرت مرزا صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> "یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور اسلام کی حمایت کرے گا"۔
>
> (حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد ۲۲: صفحہ ۳۲۵)

اس کے عین مطابق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے دوسرے خلیفہ و جانشین آپ کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ ہوئے۔ آپ نے اپنے بزرگ باپ کے مقاصد کو اکناف عالم میں پہنچا دیا اور آپ کو ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک قریباً باون سال اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے Mission کو دنیا میں قائم کر سکیں اور آپ کے دور میں متحدہ ہندوستان سے باہر کئی ممالک میں مضبوط جماعتی مشن قائم ہو گئے۔ وہ بنیادی ڈھانچہ جس پر اب نظام جماعت قائم ہے اس کی یہ

شکل وصورت آپ ہی کی وضع کردہ ہے۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے۔ مگر ہر واقف حال جانتا ہے کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ یہ پیشگوئی پوری فرما دی۔

۱۱۔ نزول وحی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود پر بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے نازل ہونے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

چنانچہ مسلم میں مندرج ایک حدیث میں مسیح موعود کی طرف وحی کے نازل ہونے کا ذکر موجود ہے۔ (مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

دوسری طرف شیعہ روایات میں بھی امام آخر الزمان پر وحی کے نازل ہونے کی پیشگوئی موجود ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے امام مہدی کے متعلق فرمایا:۔

یوحی الیه هذا الامر لیله و نهاره

"ان پر شب و روز وحی نازل ہوتی رہے گی"۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۴۵۸: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء، مترجم سید حسن امداد محفوظ بک ایجنسی کراچی)

حضرت مرزا صاحب جو کہ مدعی مسیحیت و مہدویت ہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی والہام کے دروازے کھولے گئے اور اس کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہم کلام ہوا کہ اس کی نظیر اُمت محمدیہ میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور فرد میں ہمیں نظر نہیں آتی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر

مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا ...... اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی"۔

(حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد ۲۲: ص: ۴۰۶، ۴۰۷)

۱۲۔ زرد چادریں

مسیح موعود کی ایک علامت یہ تھی کہ وہ **"بین مھزوو تین"** ہوگا۔

(مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

یعنی مسیح موعود علیہ السلام دو زرد رنگ کی چادروں میں لپٹا ہوا ہوگا۔ یہ علامت بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں پوری ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"احادیث سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ زعفرانی رنگ کی دو چادروں میں نازل ہوگا اور تمام معبرین کے اتفاق سے تعبیر کی رو سے زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہوتی ہے[1]۔

اور میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود ہوں احادیث میں میرے جسمانی علامات میں سے یہ دو علامتیں بھی لکھی گئی ہیں کیونکہ زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہے اور جیسا کہ مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادروں کا ذکر ہے ایسے ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے جو اوپر کی چادر ہے اور وہ دوران سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کی مرض ہے جس کو ذیابیطس بھی کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روز پیشاب بکثرت آتا ہے اور چند رہا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سو دفعہ کے دن رات میں آتا ہے اور اس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے۔ سو یہ زرد رنگ کی چادریں

---

[1] علامہ ابن سیرین: تعبیر الرؤیا کلاں (اُردو) ص ۳۱۲: زیر لفظ زردھا (زردیاں) ایڈیشن: اول: ادارہ اسلامیات لاہور)

ہیں جو میرے حصہ میں آ گئی ہیں"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن: جلد نمبر۲۱: صفحہ ۳۷۳)

وہ لوگ جو دو زرد چادروں سے مراد ظاہری زرد چادریں لیتے ہیں انہیں مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اور اگر کوئی یہ کہے کہ ان چادروں سے اصلی چادریں ہی مراد ہیں تو گویا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت ہندوؤں کے جوگیوں کی طرح زرد رنگ کی دو چادروں میں نازل ہوں گے مگر یہ معنی ان معنوں کے برخلاف ہیں جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکاشفات کی نسبت کئے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں[1] میں دو کڑے دیکھے تھے اور اس کی تعبیر دو جھوٹے نبی فرمایا تھا اور گائیاں[2] ذبح ہوتی دیکھی تھیں اور اس کی تعبیر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی شہادت فرمائی تھی اور حضرت عمر[3] رضی اللہ عنہ کا بڑا پیراہن دیکھا تھا اور اس کی تعبیر تقویٰ کی تھی۔ پس اس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قدیم کے موافق کیوں دو زرد چادروں کی وہ تعبیر نہ کی جائے جو بالاتفاق اسلام کے تمام اکابر معبروں نے کی ہے جن میں سے ایک بھی اس تعبیر کا مخالف نہیں۔ اور وہ یہی تعبیر ہے کہ دو زرد چادروں سے دو بیماریاں مراد ہیں اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرا تجربہ بھی یہی ہے اور بہت سی مرتبہ جس کا میں شمار نہیں کر سکتا مجھے رؤیا میں اپنی نسبت یا کسی دوسرے کی نسبت جب کبھی معلوم ہوا کہ زرد چادر بدن پر ہے تو اس سے بیمار ہونا ہی ظہور میں آیا ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن: جلد ۲۱: صفحہ ۳۷۴)

پس اس لحاظ سے یہ علامت حضرت مرزا صاحب علیہ السلام میں پوری ہو چکی ہے۔

---

[1] بخاری کتاب التعبیر باب النفخ فی المنام۔ بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ

[2] بخاری کتاب المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ

[3] بخاری کتاب التعبیر باب القمیص فی المنام

۱۳۔ جمع صلوٰۃ

مسیح موعود کی ایک علامت یہ آئی ہے کہ:

تجمع له الصلوٰة

(مسند احمد بن حنبل: جلد ۲: صفحہ ۲۹۰: مسند ابی ہریرہ)

یعنی اس کیلئے یا یہ کہ اس کی وجہ سے نمازیں جمع کی جائیں گی۔ یہ واضح امر ہے کہ اس میں عام کسی نماز کے ایک آدھ مرتبہ جمع کیے جانے کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ تو عام طور پر جمع صلوٰۃ کے حالات کے پیدا ہونے کی صورت میں ہوتا رہتا ہے۔ بلکہ اس میں بعض خاص امور کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً

اوّل: یہ کہ اس وقت مدعی مسیحیت موجود ہوگا۔

دوم: یہ کہ اس کے زمانہ میں نماز جمع کی جائے گی جو کہ عام معمول سے ہٹ کر ہوگی یعنی یہ نہیں کہ ایک آدھ موقع پر جمع کیا جائے گا۔

سوم: یہ کہ نمازوں کے جمع کیے جانے کی وجہ مسیح موعود ہوگا۔

یعنی جمع صلوٰۃ کی وجہ بھی وہی ہوگا اور جمع کا حکم و اذن بھی اسی کا ہوگا۔

یہ علامت بھی پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ حیات میں ۱۹۰۱ء میں قریباً چھ ماہ تک نمازیں جمع کر کے پڑھی جاتی رہیں۔ اب یہ عرصہ عام معمول سے ہٹ کر ہونے کے علاوہ اس جمع نماز میں خود حضرت مرزا صاحب بھی شامل ہوتے رہے اور اس جمع کی وجہ حضرت مرزا صاحب کی دینی خدمات کی مصروفیت تھی۔ اس طرح یہ علامت بھی نہایت وضاحت کے ساتھ پوری ہو گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۰۱ء کو اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"سب صاحبوں کو معلوم ہو کہ ایک مدت سے خدا جانے قریباً چھ ماہ سے یا کم وبیش عرصہ سے ظہر اور عصر کی نماز جمع کی جاتی ہے......اس وقت جو ہم نمازیں جمع کرتے ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تفہیم، القاء اور الہام کے بدوں نہیں کرتا۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ میں ظاہر نہیں کرتا مگر اکثر ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں تک خدا تعالیٰ نے مجھ پر اس جمع صلوٰتین کے متعلق ظاہر کیا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے تجمع لہ الصلوۃ کی بھی ایک عظیم الشان پیشگوئی کی تھی جو اب پوری ہو رہی ہے...... یہ پیشگوئی جو اس حدیث تجمع لہ الصلوۃ میں کی گئی ہے یہ مسیح موعود اور مہدی کی ایک علامت ہے یعنی وہ ایسی دینی خدمات اور کاموں میں مصروف ہوگا کہ اس کے لئے نماز جمع کی جاوے گی۔ اب یہ علامت جب کہ پوری ہوگئی اور ایسے واقعات بھی پیش آگئے پھر اس کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے نہ کہ استہزاء اور انکار کے رنگ میں"۔

(ملفوظات: جلد دوم: صفحہ ۴۵۔۴۶)

۱۴۔ ایک رات میں اصلاح

مہدی موعود علیہ السلام کی ایک علامت حدیث میں یہ مذکور ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِي لَيْلَةٍ

(مسند احمد بن حنبل: مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ: مسند علی بن ابی طالب)

(ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب خروج المہدی)

یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اس کی اصلاح احوال فرمادے گا۔

حافظ ابن کثیرؒ البدایۃ والنہایۃ میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ای یتوب علیه و یوفقه و یفهمه و یرشده بعد ان لم یکن کذلك

(حافظ ابن کثیر: البدایۃ والنھایۃ: الطبعۃ الاولیٰ: ۱۹۶۸ء: الجزء الاول: صفحہ ۴۳: مکتبۃ النصر الحدیثۃ الریاض)

یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رجوع برحمت ہوگا اور اسے توفیق عطا فرمائے گا اور اسے فہم سے نوازے گا اور اس کو رشد وہدایت دے گا بعد اس کے کہ وہ اس سے قبل ایسا نہ ہوگا۔ یعنی اس سے قبل اس کو وہ توفیق عطا نہ ہوگی مگر اس کے بعد اسے وہ ہمت اور ہدایت اور توفیق مل جائے گی۔

شیعہ لٹریچر میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو امام مہدی ہونگے۔

”یصلح اللّٰه تبارك و تعالیٰ امره فی لیلة واحده“

(علامہ باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد نمبر ۱۲: صفحہ ۲۳۵: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی اللہ تعالیٰ اس کا امر ایک ہی رات میں اصلاح پذیر فرما دے گا۔

حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں۔

ان اللّٰه تبارك و تعالیٰ لیصلح له امره فی لیلة کما اصلح امر کلیمه موسی اذ ذهب یقتبس نارا فرجع وهو رسول نبی

(محمد بن علی بن حسین بن بابویہ القمی: اکمال الدین: باب ۳۶: روایات امام ابی جعفر الثانی: صفحہ ۳۶۰)

یقیناً اللہ تعالیٰ اس موعود کا امر ایک ہی رات میں اصلاح پذیر فرما دے گا بالکل اسی طرح جس طرح اس نے حضرت موسیٰ کا معاملہ درست فرما دیا تھا۔ جب کہ وہ آگ لینے گئے تھے اور جب واپس آئے تو مقام رسالت پر فائز تھے۔ اس مضمون کی ایک اور روایت امام علی رضا سے مروی ہے۔

حضرت امام محمد بن علی رضا نے فرمایا:۔

ان اللّٰه تبارك و تعالیٰ یصلح امره فی لیلة کما اصلح امر کلیمه موسی لیقبس لاهله نارا فرجع وهو رسول نبی ۔

(علامہ باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱: صفحہ: ۲۸۶: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

ان روایات میں اصلاح امر کا تعلق حضرت موسیٰ کے ساتھ مشابہت دے کر بیان فرمانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس معاملہ کا تعلق علمی دنیا سے ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کو علم نور ہی تھا جو اس موقع پر عطا فرمایا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ انبیاء کی وراثت علم ہی ہوتی ہے اور وہ علم کے وارث ہی بنایا کرتے ہیں۔

(i۔ ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی: الاصول من الکافی: جلد: ۱: ص: ۲۴، ۲۵: کتاب فضل العلم: باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء: مکتبۃ اسلامیہ طہران: ۱۳۸۸ھ)

ii۔ (جامع ترمذی: کتاب العلم: باب فضل الفقہ)

مزید اس ضمن میں یہ روایت بھی لائق مطالعہ ہے کہ:۔

امام محمد باقر سے آیت امن یجیب المضطر...... تذکرون (النحل: ۶۳) کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا۔

”یہ آیت امام قائم کیلئے نازل ہوئی ہے جب وہ ظہور کریں گے تو آپ کے سر پر عمامہ ہوگا۔ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ کر اپنے رب سے دعا کریں گے (یعنی تضرع کریں گے) تو ان کے علم کو تا ابد کوئی رد نہ کر سکے گا“۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۱: صفحہ ۱۱۹: ترجمہ سید حسن امداد ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

ان روایات کو ملائیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امام مہدی مضطر ہو کر

۱۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرمائے گا۔

۳۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا علم عطا فرمادے گا جیسا کہ موسیٰ کو دیا گیا اور جس کا کوئی شخص مقابلہ نہ کر سکے گا۔

۴۔ اور یہ اصلاح کا کام ایک ہی رات میں ہوگا۔

۵۔ وہ موعود پگڑی یعنی عمامہ پہننے والا ہوگا۔

۶۔ وہ وجود مقام ابراہیم جو کہ توحید خالص پر قائم ہونے کا مقام ہے اس پر فائز ہوگا۔ اور اس دعا کی قبولیت اس کے اس مقام پر فائز ہونے کو ظاہر کر دے گی۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب ظاہری علوم کے اعتبار سے باقاعدہ کسی مدرسہ کے سند یافتہ نہ تھے۔ آپ کو جب اللہ تعالیٰ نے اس مقام رفیع پر سرفراز فرمایا تو علماء نے آپ کو جاہل ہونے اور خاص طور پر عربی زبان سے نابلد ہونے کے طعنے دیئے۔ اس پر آپ نے اپنے مولا کے حضور ایک مضطر کی طرح دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو سنا اور عربی علوم آپ کو عطا کئے گئے۔ چنانچہ ایک ہی رات میں آپ کو عربی کا چالیس ہزار مادہ سکھایا گیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے بعد عربی میں متعدد تصانیف فرمائیں اور نہ صرف ہندوستان کے علماء کو بلکہ خود عرب علماء کو بھی مقابلہ کی دعوت دی مگر کوئی بھی آپ کے مقابل پر نہ آ سکا اور اس طرح ابد تک آپ کا یہ علمی اعجاز ظاہر ہو گیا۔

آپ نے عربی میں کم و بیش انیس (۱۹) کتب تحریر فرمائیں ان میں سے خاص طور پر التبلیغ، نورالحق، اعجاز المسیح، اعجاز احمدی، الھدی والتبصرۃ لمن یری، سرالخلافہ، نورالحق ایسی تصانیف ہیں جن کے ساتھ انعامی چیلنج بھی شامل ہیں۔ مگر کوئی بھی بالمقابل نہ آ سکا۔

۱۵۔ وہ کسی کی بیعت میں نہ ہوگا

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ

> "جب امام قائم ظہور کریں گے تو اس حال میں کہ ان کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہوگی اور نہ کسی سے کوئی معاہدہ ہوگا"۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحارالانوار مترجم: جلد نمبر ۱۱: صفحہ ۸۳: زیر عنوان: امام قائم کسی کی حکومت میں نہ ہونگے: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

اس علامت کا مطلب واضح ہے کہ مہدی موعود جب آئے گا تو کسی اور سلسلہ یا پیر یا بزرگ کی بیعت میں نہ ہوگا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی موعود و مسیح معہود علیہ السلام کسی کی بھی بیعت میں نہ تھے۔ اور نہ کسی سلسلہ میں شامل تھے۔

آپ فرماتے ہیں:

مدتے بودم برنگ مریمی
دست نا دادہ بہ پیران زمی

(درثمین فارسی: ص: ۲۲۷: نظارت اشاعت ربوہ پاکستان)

یعنی میں ایک مدت تک حضرت مریم کی مانند رہا۔ میں نے اس زمانہ کے کسی پیر و مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا یعنی کسی پیر فقیر کی بیعت نہ کی۔

۱۶۔ تائید ملائکہ

آنے والے موعود کی ایک علامت احادیث میں یہ آئی ہے کہ

واضعا کفیه علی اجنحة ملکین۔

(مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال ...... الخ)

جب وہ نازل ہوں گے تو وہ دو فرشتوں کے پروں یا کندھوں پر ہاتھ رکھے ہونگے۔

کسی پر ہاتھ رکھ کر آنے یا چلنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی امداد اور سہارا حاصل کرنا۔ اور اس میں یہی بات بیان فرمائی جا رہی ہے کہ مسیح موعود کو ملائکہ کا سہارا اور امداد حاصل ہوگی۔ ملائکہ اس کی تائید کریں گے۔ ظاہری حکومت جو کہ طاقت اور سہارے کی علامت ہے اسے حاصل نہ ہوگی بلکہ وہ غیبی اور آسمانی تائیدات سے غلبہ حاصل کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”دو فرشتوں سے مراد اس کے لئے دو قسم کے غیبی سہارے ہیں جن پر اُن کی اتمام حجت موقوف ہے۔ (۱) ایک وحی علم متعلق عقل اور نقل کے ساتھ اتمام حجت جو بغیر کسب اور اکتساب کے اس کو عطا کیا جائے گا (۲) دوسری اتمام حجت نشانوں کے ساتھ جو بغیر انسانی دخل کے خدا کی طرف سے نازل ہونگے اور دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُس کا اُترنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی ترقی کیلئے غیب سے سامان میسر ہونگے اور ان کے سہارے سے کام چلے گا اور میں اس سے پہلے ایک خواب بیان کر چکا ہوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں دی گئی ہے جس کا قبضہ تو میرے ہاتھ میں ہے اور نوک اس کی آسمان میں ہے اور میں دونوں طرف اس کو چلاتا ہوں اور ہر ایک طرف چلانے سے صدہا انسان قتل ہوتے جاتے ہیں جس کی تعبیر خواب ہی میں ایک بندہ صالح نے یہ بیان کی کہ یہ اتمام حجت کی تلوار ہے اور دہنی طرف سے مراد وہ اتمام حجت ہے جو بذریعہ نشانوں کے ہوگا اور بائیں طرف سے وہ اتمام حجت مُراد ہے جو بذریعہ عقل اور نقل کے ہوگا اور یہ دونوں طور کا اتمام حجت بغیر انسانی کسب اور کوشش کے ظہور میں آئے گا“۔

(حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد:۲۲: ص:۳۲۱)

چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو ظاہری و دنیاوی مادی سہارے جو غلبہ کیلئے ضروری ہوا کرتے ہیں حاصل نہ تھے۔ آپ نہ تو حاکم تھے، نہ گدی نشین تھے اور دعوی سے قبل آپ کوئی معروف عالم دین بھی نہ تھے کہ جس نے مدارس سے سندیں حاصل کی ہوں یا علم میں شہرت رکھتے ہوں۔ مگر اس کے باوجود آپ کو روحانی و علمی غلبہ کا عطا ہو جانا یہ تائید ملائکہ کا ہی ثبوت ہے۔

پھر ملائکہ کی تائید کا ایک مطلب حفاظت کا عطا کیا جانا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا کہ واللّٰہ یعصمك من الناس۔

(براہین احمدیہ: روحانی خزائن: جلد اوّل: صفحہ:۲۰۹: حاشیہ در حاشیہ: نمبر ۳)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا اور پھر فرمایا انی متوفیك

(براہین احمدیہ: روحانی خزائن: جلد اوّل: صفحہ ۶۶۴: حاشیہ نمبر ۴)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو وفات بھی طبعی دے گا۔ دشمن آپ کو شہید کرنے پر قادر نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ آپ کے سوانح حیات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کے قتل کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندیاں کی گئیں اقدام قتل کے مقدمات بنائے گئے اور اس میں ہندو، مسلمان اور عیسائی جن کی اس وقت ہندوستان میں حکومت تھی سب مل گئے اور گواہ قائم کر لئے گئے اور مخالفین کو یقین ہو گیا کہ اب پھانسی ضرور ہو گی۔ مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے محفوظ رکھے گا اور آپ معجزانہ طور پر بچا لئے گئے۔ حاکم کے دل میں آپ کی صداقت ڈال دی گئی اور اس کا دل اللہ تعالیٰ نے اس طرف مائل کر دیا کہ یہ سب غلط منصوبہ ہے اور یہ شخص سچا ہے۔ چنانچہ اس نے آپ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ملائکہ کی تائید اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کے حاصل ہونے کا یہ صرف ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ اور بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو اگر کوئی بھی انسان تعصب سے پاک ہو کر دیکھے گا تو تائیدات الٰہیہ کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے شامل حال ہونے کا اقرار کر اٹھے گا۔ اس کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف کتاب البریہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ عجیب بات ہے کہ میرے لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی (۱) اوّل وہ موقع جب کہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا۔ (۲) دوسرے وہ موقعہ جب کہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ میں مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا گیا۔ (۳) تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا (۴) وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا۔ (۵) پانچویں جب لیکھرام کے مارنے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی کی گئی اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور

لگایا تھا تا کہ میں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے"۔ (چشمہ معرفت: روحانی خزائن: جلد: ۲۳: ص: ۲۶۳ حاشیہ)

۱۷۔ سر سے پانی کے قطرے اور موتی

مسیح موعود علیہ السلام کی ایک علامت یہ لکھی ہے کہ

اذا طاطا راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللولو

(مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال......الخ)

یعنی جب وہ سر جھکائے گا تو پانی کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائے گا تو موتی گریں گے۔ ظاہر پرست لوگ تو شاید اس علامت کو ظاہراً تلاش کریں مگر اہل فہم اور سمجھ ہرگز ظاہری مفہوم پر نہیں اڑیں گے کیونکہ ایک ایسا شخص جس کی ہر حرکت پر سر پر سے پانی ٹپک رہا ہو یا موتی گر رہے ہوں وہ دنیا میں کوئی کام سرانجام دینے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ عام زندگی کے معمولات بھی اس کے لئے مصیبت بن جائیں گے وہ کھانا کھائے گا تو پانی اور موتیوں کی بارش ہو رہی ہوگی۔ وہ نماز پڑھے گا تو موتی اور پانی برس رہے ہوں گے۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا تو پورا قرآن پانی اور موتیوں سے بھر جائے گا۔ ظاہراً اس کو ماننا بالکل واقعات اور عقل اور حقائق کے خلاف ہے۔ جب کہ دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہونے والے کام نہایت ہی عظیم الشان ہیں۔ دجال کے ساتھ جنگ، دجال کا خاتمہ، اسلام کو ادیان عالم پر غالب کرنا وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جن کا مسیح موعود کی طرف منسوب ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذکورہ بالا علامت ظاہراً پوری نہیں ہو سکتی۔

علامہ قرطبی اس علامت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"والجمان: ما استدار من اللولو واللو شبه قطرات العرق بمستدير الجوهر

وهو تشبيه حسن

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی، ص:۴۲۲، باب فی خروج الدجال فصل فی بیان ماوقع فی الحدیث من الغریب: ۱۹۸۰ء)

یعنی جمان کول موتی کو کہا جاتا ہے۔ یہاں پر پانی کے قطروں کو موتی کے ساتھ گول ہونے کی وجہ سے مشابہت دی گئی ہے اور مقصد حسن اور خوبصورتی میں تشبیہ دینا ہے۔

یہاں علامہ صاحب نے قبول کرلیا ہے کہ اس روایت میں جمان کا ذکر درحقیقت ایک استعارہ ہے اور مقصد یہ ہے کہ اس امام موعود کے حسن کو بیان کیا جائے۔

بخاری میں بھی لکھا ہے:۔

یقطر راسه ماءً

(بخاری: کتاب الانبیاء: باب واذکر فی الکتاب مریم: مسند احمد: جلد۲: صفحہ۳۹)

یعنی اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہونگے۔ یہاں پر پانی سے مراد روحانیت کا پانی اور تقویٰ کا پانی اور تعلق باللہ ہے۔ یعنی وہ مسیح موعود تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا مضبوط تعلق ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اور مسیح موعود کا ایسا دکھائی دینا کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آب غسل کے قطرے اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اس کشف کے معنی یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توجہ اور تضرع سے اپنے اس تعلق کو جو اس کو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں یہ نہیں کہ انسانی سرشت کے برخلاف اس میں کوئی خارق عادت امر ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں کیا لوگوں نے اس سے پہلے خارق عادت امر کا عیسیٰ بن مریم میں نتیجہ نہیں دیکھ لیا

جس نے کروڑھا انسانوں کو جہنم کا ایندھن بنا دیا تو کیا اب بھی یہ شوق باقی ہے کہ انسانی عادت کے برخلاف عیسیٰ آسمان سے اُترے فرشتے بھی ساتھ ہوں اور اپنے منہ کی پھونک سے لوگوں کو ہلاک کرے اور موتیوں کے قطرے اُس کے بدن سے ٹپکتے ہوں۔ غرض مسیح موعود کے بدن سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکنے کے معنی جو میں نے لکھے ہیں وہ صحیح ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے دیکھے تو کیا اس سے کڑے ہی مراد تھے؟ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گائیاں ذبح ہوتے دیکھیں تو اس سے گائیاں ہی مراد تھیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے اور معانی تھے۔ پس اسی طرح مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رنگ میں دیکھنا کہ گویا وہ غسل کر کے آتا ہے اور غسل کے قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہوگا اور ہمیشہ اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور پاک رجوع کے پاک قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو غسل سے مشابہت دی ہے جیسا کہ نماز کی خوبیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کے گھر کے دروازے کے آگے نہر ہو اور وہ پانچ وقت اس نہر میں غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل رہ سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ اسی طرح جو شخص پانچ وقت نماز پڑھتا ہے (جو جامع توبہ اور استغفار اور دعا اور تضرع اور نیاز اور تحمید اور تسبیح ہے) اس کے نفس پر بھی گناہوں کی میل نہیں رہ سکتی گویا وہ پانچ وقت غسل کرتا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے غسل کے بھی یہی معنی ہیں ورنہ جسمانی غسل میں کونسی کوئی خاص خوبی ہے۔ اس طرح تو ہندو بھی ہر روز صبح کو غسل کرتے ہیں اور غسل کے قطرے بھی ٹپکتے ہیں۔ افسوس کہ جسمانی خیال کے آدمی ہر ایک روحانی امر کو جسمانی امور کی طرف ہی کھینچ کر لے جاتے ہیں“۔

(حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد نمبر ۲۲: صفحہ ۳۲۱،۳۲۲)

۱۸۔ مسیح موعود آنحضرت ﷺ کا جانشین

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

الا خلیفتی فی امتی (سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی: المعجم الصغیر: الجزء الاوّل: باب العین: زیر لفظ عیسیٰ: ص: ۲۵۷: دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان: ۱۹۸۳ء)

یعنی سنو وہ میری امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔

تاریخ بغداد میں یہ الفاظ ہیں **الا انہ خلیفتی فی امتی** (احمد بن علی ابوبکر الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد الجزء ۱۱: ص: ۳۷۲: حدیث ۲۸۷۳: دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی سنو وہ آنے والا میری اُمت میں میرا خلیفہ ہوگا۔

علامہ طبری نے **وانہ خلیفتی علی اُمتی** کے الفاظ نقل کئے ہیں یعنی وہ میری اُمت پر میرا خلیفہ ہوگا۔ (محمد بن جریر الطبری: تفسیر طبری: جزء ۳: ص: ۲۹۱: زیر آیت انی متوفیك...... : دار الفکر: بیروت: ۱۴۰۵ھ)

شیعہ روایات میں بھی آنے والے امام آخر الزمان کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام رضا نے اپنے بزرگوں سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام آخر الزمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

اللّٰہ اللّٰہ عباد اللّٰہ فاتوہ ولو علی الثلج فانہ خلیفۃ اللّٰہ عزوجل و خلیفتی (علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد: ۱۱: ص: ۱۲۸: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۳ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی اے اللہ کے بندو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور اس کے پاس آنا خواہ برف پر سے جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا اور میرا خلیفہ ہوگا۔

سورہ نور کی آیت نمبر ۵۵ وعد اللّٰہ الذین امنو منکم ...... الخ کے متعلق حضرت جعفر صادق سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

"اس سے مراد امام قائم علیہ السلام اور ان کے اصحاب ہیں"۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۱: صفحہ ۱۱۳: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء محفوظ بک ایجنسی کراچی)

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اس آیت کریمہ کو اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"سورۃ نور میں صریح اشارہ فرماتا ہے کہ ہر ایک رنگ میں جیسے بنی اسرائیل میں خلیفے گزرے ہیں وہ تمام رنگ اس امت کے خلیفوں میں بھی ہونگے چنانچہ اسرائیلی خلیفوں میں سے حضرت عیسیٰ ایسے خلیفے تھے جنہوں نے نہ تلوار اٹھائی اور نہ جہاد کیا۔ سو اس امت کو بھی اس رنگ کا مسیح موعود دیا گیا دیکھو آیت وعد اللّٰہ الذین امنو منکم و عملوا الصالحات ...... و من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون اس آیت میں فقرہ کما استخلف الذین من قبلھم قابل غور ہے کیونکہ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ محمدی خلافت کا سلسلہ موسوی خلافت کے سلسلہ سے مشابہ ہے اور چونکہ موسوی خلافت کا انجام ایسے نبی پر ہوا یعنی حضرت عیسیٰ پر جو حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نیز کوئی جنگ اور جہاد نہیں کیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدی کا بھی اسی شان کا ہو"۔

(حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: لیکچر سیالکوٹ: ص: ۱۳، ۱۴: روحانی خزائن جلد ۲۰: صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)

۱۹۔ آسمانی بگل

امام جعفر صادق نے مہدی موعود کو ناقور یعنی آسمانی بگل قرار دیا ہے۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۱: صفحہ ۱۱۲ - ۱۱۳: ترجمہ سید حسن امداد ۳۰ جون ۱۹۹۲ء محفوظ بک ایجنسی کراچی)

حضرت مرزا صاحب نے انبیاء کو اپنے اپنے زمانہ کا بگل قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو

اس زمانہ کے آسمانی بگل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

حضرت مرزا صاحب آیت **ونفخ فی الصور** (الکہف:۱۰۰) درج کرکے فرماتے ہیں:

> ”اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اس کی صُور ہوتے ہیں یعنی قرنا۔ جن کے دلوں میں وہ اپنی آواز پھونکتا ہے۔ یہی محاورہ پہلی کتابوں میں بھی آیا ہے کہ خدا کے نبیوں کو خدا کی قرنا قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح قرنا بجانے والا قرنا میں اپنی آواز پھونکتا ہے اسی طرح خدا اُن کے دلوں میں آواز پھونکتا ہے اور یاجوج ماجوج کے قرینہ سے قطعی طور سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ قرنا مسیح موعود ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے زمانہ میں ظاہر ہونے والا مسیح موعود ہی ہوگا“۔

(چشمہ معرفت: روحانی خزائن: جلد:۲۳: ص:۸۵،۸۶)

۲۰۔ دیگر ادیان پر اسلام کا غلبہ

امام آخر الزمان مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام کا دیگر تمام ادیان پر غلبہ ہونا مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (التوبۃ:۳۳)(الفتح:۲۹)(الصف:۱۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے۔ یہ غلبہ بوجہ حالات زمانہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے عہد میں تو نہ ہوا۔ اس وجہ سے شیعہ، سنی لٹریچر اس پر متفق ہے کہ یہ غلبہ کاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے دور میں مسیح موعود و مہدی موعود کے ذریعہ ہوگا اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے ذریعہ دیگر ادیان کے ہلاک ہونے اور

اسلام کے غالب ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

یہلك اللّٰہ فی زمانہ الملل کلہا۔ (مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

یعنی اللہ تعالیٰ اس کے زمانہ میں اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان کو ہلاک کر دے گا۔ اور یہ ہلاکت درحقیقت علمی اور دلائل کے میدان کی ہلاکت ہے کیونکہ قرآن مجید نے دلائل کی ہلاکت کو بھی ہلاکت قرار دیا ہے۔ (الانفال: ۴۳)

مہدی موعود کی علامات میں لکھا ہے کہ:

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرمودہ است

مراد از رسول اینجا امام مہدی موعود است کہ ظاہر میفر ماید حق تعالیٰ برائے ابطال جمیع ادیان باطلہ عاطلہ

(سید علی الحائری: غایۃ المقصود: جلد دوم: زیر عنوان آیات قرآن کہ خاص در مہدی موعود نازل شدند: **آیۃ السابع والسبعون قولہ تعالیٰ ہو الذی ارسل رسولہ...... علی الدین کلہ**: صفحہ ۱۲۳: مطبوعہ ۱۳۱۸ھ: مطبع شمس الہند لاہور)

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۳: صفحہ ۴۷، ۴۲۷: مترجم سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ آیت کریمہ **ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ...... لیظہرہ علی الدین کلہ** الخ میں رسول سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ظاہر فرمائے گا تا کہ تمام باطل مذاہب کا ابطال کر دے یعنی ان کا جھوٹا ہونا ثابت کر دے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ علامت بھی حضرت مرزا صاحب میں پوری ہوئی۔ آپ نے مخالفین اسلام کو ہر میدان میں شکست دی اور ان کا باطل ہونا ظاہر فرما دیا۔

آپ نے براہین احمدیہ تحریر فرمائی اور اس کا رد کرنے والے کو دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج دیا مگر کوئی بھی بالمقابل نہ آ سکا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے انعامی چیلنج دیئے مگر کوئی بالمقابل نہ آ سکا۔

پھر آپ نے روحانی مقابلہ کی دعوت دی مگر کوئی مقابل پر نہ آیا۔

قبولیت دعا میں سب کو مقابلہ کیلئے بلایا گیا مگر کوئی نہ آیا۔

مباہلہ کیلئے بلایا مگر سب ڈر گئے اور بالمقابل آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

الغرض آپ نے ہر طور پر مخالفین کو بلایا اور ہر میدان میں انہیں شکست دی۔

آپ فرماتے ہیں۔

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام: روحانی خزائن: ص: ۲۲۴)

پھر فرمایا:

”میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں حکم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں اور سب بحثیں نکمی ہیں صرف حکم کی بحث میں ہر ایک کا حق ہے جس کو میں پورا کر چکا ہوں خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں۔

(۱) میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۲) میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔

(۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی

گواہیاں میرے پاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں میرے حق میں چمکتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں"۔

(حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: ضرورت الامام: ص: ۲۶، ۲۷: روحانی خزائن: جلد ۱۳: ص: ۴۹۶، ۴۹۷)

۲۱۔ زمین کا زندہ ہونا

ایک علامت مہدی معہود کی یہ لکھی ہے کہ وہ اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتھا (الحدید: ۱۷)

چنانچہ حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے کہ

"اللہ تعالیٰ زمین کو امام قائم علیہ السلام کے ذریعہ سے زندہ کر دے گا بعد اس کے کہ وہ اہل کفر کی وجہ سے مردہ ہو گی کا فرمردہ ہوتا ہے"۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد نمبر ۱۱: صفحہ ۱۰۶: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۳ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سرے سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔ وہ خدا جو ہمیشہ **یحی الارض بعد موتھا** کرتا رہا ہے اس نے ارادہ کیا ہے اور اس کے لئے کئی راہیں اختیار کی گئی ہیں۔ ایک طرف مامور کو بھیج دیا ہے جو زم الفاظ میں دعوت کرے اور لوگوں کو ہدایت کرے دوسری طرف علوم و فنون کی ترقی ہے اور عقل آتی جاتی ہے"۔

(الحکم: جلد ۸: مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء: ص: ۹: بحوالہ تفسیر بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: سورۃ الطور تا سورۃ الناس: ص: ۸۰: زیر آیت الحدید: ۵۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس روحانی انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے جو کہ آپ کے

ذریعہ ہوا ہے فرماتے ہیں:

”کتنے ہی دشمن میرے پاس اپنی سابقہ لغزشوں سے بیزار ہو کر اور اپنے اقوال پر ندامت کرتے ہوئے آئے۔ کتنے ہی حد درجہ غلو کرنے والے اپنے جنون اور ریبا کی سے باز آ گئے۔ انہوں نے توبہ کی اور چھپے ہوئے موتی کی طرح ہو گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے کثرت سے شور و غوغا کیا اور صحیح راہ کو چھوڑ کر غلط راہ اختیار کی تھی اب میں ان کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے کمروں میں روتے ہیں اور اپنی سجدہ گاہوں کو تر کر دیتے ہیں۔ میں ان کے رونے پر اسی طرح روتا ہوں جس طرح کہ ان کے لئے پہلے روتا تھا۔ خدا تعالیٰ ان کے دلوں میں داخل ہو گیا ہے اور ان کو ان کے گناہوں سے نجات دی ہے۔ خدا نے ان کے قلعوں کو فتح کر لیا ہے اور ان کے سروں کا مالک بن گیا ہے۔ خدا نے ان کی طرف دیکھا تو ان کو نیک اعمال پر قائم پایا۔ پس خدا نے ان کو بد انجام سے بچایا ہے۔ اسی طرح میں آسمانی کشش کو اس کی قوت میں دیکھتا ہوں اور خدائی جبروت کو اس کی شوکت میں دیکھتا ہوں۔ ہر روز گنہگاروں کو لایا جاتا ہے اور دُور کے لوگوں کو قریب کر دیا جاتا ہے۔ میں اپنے گروہ کو دیکھتا ہوں کہ حق ان کیلئے نصف النہار کی طرح ظاہر ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو گناہوں کے اقرار کے بعد اپنی عطاؤں سے ڈھانپ لیا ہے۔ پس کس چیز نے ان کو خواب غفلت سے رہائی دی؟ حالانکہ وہ کلہاڑے سے روکے نہ رکتے تھے۔ وہ میرے اشارات کی پرواہ نہ کرتے تھے اور نہ ہی میرے معاملے کے بارے میں غور و فکر کرتے تھے۔ بلکہ وہ میری متاع کو ناپسند کرتے تھے۔ ان میں سے بعض کو تو رویا صالحہ اور بعض کو قطعی دلائل نے کھینچ لیا۔ اسی لئے آج کے دن میں ریوڑوں کا گلہ بان ہوں۔ ہر خوش بخت تابعدار دل کے ساتھ میرے پاس آیا۔ اگر تیرے پر شک غالب ہے اور غیب تجھ پر مشتبہ ہے اور تجھے اس بات سے تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح اس تھوڑے عرصہ میں اتنا بڑا

گروہ بن گیا ہے تو اس صورت میں تو ایک مشہور امر کا انکار کر رہا ہے"۔

(ترجمہ مواہب الرحمٰن: ص: ۱۲۴ تا ۱۲۶: روحانی خزائن: جلد: ۱۹: ص: ۳۴۰ تا ۳۴۲)

پس دلوں کی یہ زمین آپ کے ذریعہ غیر معمولی طور پر زندہ ہوگئی۔

۲۲۔ کشتی نوح

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آلا انّ مَثَلَ اهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها هلك

(مشکوٰۃ المصابیح: باب مناقب اهل بیت النبیؐ: الفصل الثالث: ص: ۵۷۳: مجلس اشاعۃ المعارف ملتان)

اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! میرے اہل بیت کی مثال تمہارے اندر نوح کی کشتی کی ہے جو اس میں سوار ہو جائے گا وہ نجات پا جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اہل بیت رسول ﷺ اور آل رسول ﷺ درحقیقت مومن مرد اور عورتیں ہی ہوا کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے سورۃ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:

وازواجه امهاتهم (الاحزاب: ۷)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔

جب ازواج رسول ﷺ مومنوں کی مائیں ہوئیں تو رسول ﷺ تمام مومنوں کے باپ ٹھہرے اور تمام مومن آپ کی اولاد اور آپ کے اہل بیت ٹھہرے۔

بلکہ اوّل درجہ پر آل رسول اور اہل بیت مومنین ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر حقیقی اور صلبی

اولاد اور بیوی بھی نبی کی نافرمان ہو اور اس کی اطاعت نہ کرے تو قرآن مجید انہیں اھل اور آل سے باہر کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کے اہل کو بچانے کا وعدہ تھا مگر ان کی بیوی کے بداعمال ہونے کی وجہ سے اسے اھل سے باہر نکال دیا گیا اور اسے دیگر عذاب دیئے جانے والوں کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ (ھود:۸۲،۸۳)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیرے اہل کو عذاب سے بچاؤں گا۔ مگر جب عذاب آیا اور انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا ہلاک ہونے لگا ہے تو عرض کیا کہ اے خدا۔ میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی سچا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قال ینوح انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن مالیس لك بہ علم انی اعظك أن تکون من الجاھلین۔ (ھود:۴۷)

فرمایا کہ اے نوح یہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ بُرے عمل کرنے والا ہے۔ پس تو مجھ سے ایسی دعا نہ کر جس کے بارہ میں تجھے میری طرف سے علم نہ دیا گیا ہو اور میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں کی طرح کبھی کام نہ کیجیو۔

اس سے واضح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا حقیقی بیٹا بھی بداعمالیوں کی وجہ سے اہل سے باہر نکال دیا گیا حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام یہی سمجھتے تھے کہ حقیقی بیٹا تو اھل میں شامل ہوتا ہے اس لئے وہ ضرور بچایا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اصلاح فرما دی کہ بداعمال بچے نیکوں کے اہل سے باہر ہو جایا کرتے ہیں۔

پس واضح بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آل رسول ﷺ درحقیقت وہی ہوتے ہیں کہ جو آپ کے سچے متبع ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

واعلم ان آل الرجل فی لغة العرب ھم خاصته الاقربون الیه و خاصة الانبیاء و آلھم ھم الصالحون العلماء باللہ المومنون۔

یعنی تم اچھی طرح سمجھ لو کہ عربی لغت میں کسی شخص کی آل سے مراد اس کے خاص قریبی لوگ ہوا کرتے ہیں اور انبیاء کے خاص لوگ اور ان کی آل صالح عارف باللہ مومن ہی ہوا کرتے ہیں۔

(ابن عربی: الفتوحات المکیة: الفصل الاوّل فی المعارف: الباب التاسع والستون: فصول جوامع فیما یتعلق بالصلوٰة: وصل فی اختلاف الصلوٰة: جلد اوّل: ص: ۴۵۴: دار صادر: بیروت)

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔

من اتقی اللہ منکم و اصلح فھو منا اھل البیت۔

(تفسیر صافی: سورۃ ابراہیم: زیر آیت: ۳۶: فمن تبعنی فانہ منی)

یعنی جو بھی تم میں سے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کر لے گا تو ہم اہل بیت میں سے ہو جائے گا۔

پس ہر زمانہ کے وہ لوگ جو سچے عاشق رسول ہوں، سچے متبع شریعت محمدیہ ہوں وہ درحقیقت اہل بیت نبوی ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ لوگوں کو گناہوں کی تباہی سے بچاتا چلا آیا ہے۔

حضرت امام رضا نے اپنے آباء سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

لا تقوم الساعة حتی یقوم القائم الحق منا و ذلك حین یاذن اللہ عزوجل له و من تبعه نجا و من تخلف عنه ھلك۔ اللہ اللہ عباد اللہ فاتوه ولو علی الثلج فانه خلیفة اللہ عزوجل و خلیفتی۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۱: صفحہ ۱۲۸: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آ سکتی جب تک قائم برحق نہ آ جائے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ انہیں ظہور کا اذن عطا فرمائے گا۔ جو ان کی پیروی کرے گا نجات پا جائیگا اور جو پیچھے رہ جائے گا ہلاک ہو جائے گا۔ اے اللہ کے بندو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا۔ اللہ کا تقوی اختیار کرنا اور اس کے پاس آنا خواہ برف پر سے جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا اور میرا خلیفہ ہوگا۔

اس دور آخرین میں حضرت مرزا صاحب تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو بچانے اور نجات دینے کیلئے کشتی نوح کا کام کیا۔ چنانچہ آپ نے اس نام سے ایک کتاب شائع فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تباہ کن طاعون کے پھیلنے کی خبر دی ہے اور اس طاعون کی وجہ گناہوں کی کثرت ہے اور اس سے بچنے کا ذریعہ ان صحیح اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

”جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ وعدہ ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں“۔

(حضرت مرزا غلام احمد قادیانی: کشتی نوح: ص:۱۲: روحانی خزائن: جلد:۱۹: ص:۱۲)

روایت کے الفاظ کے مطابق ”سفینۂ نوح“ کے ساتھ مشابہت کا ذکر ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اس کتاب کا نام بھی کشتی نوح رکھا جو کہ سفینۂ نوح کا اردو ترجمہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جو وحی ہوئی تھی وہی وحی الفاظ قرآنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی نازل ہوئی اور حضور نے اسے کشتی نوح کے ٹائٹل پیج پر درج فرمایا جو کہ یہ ہے۔

اصنع الفلک باعیننا و وحینا۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اس مسیح موعود کو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی آل میں شامل ہے کشتی نوح دے کر بھیجنے کا اعلان فرمایا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نجات کے سامان پیدا فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ اس پیشگوئی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی پورا فرمایا اس میں یہ انذار بھی تھا کہ جو لوگ اس سے باہر اور دور رہیں گے وہ عذاب چکھیں گے۔ آپ فرماتے ہیں۔

بیا بشتاب سوئے کشتی ما
کہ ایں کشتی ازاں رب عظیم است

(ٹائٹل پیج کشتی نوح)

یعنی جلد ہماری اس کشتی کی طرف آؤ کہ رب عظیم کی طرف سے عطا کی گئی کشتی ہے۔

اسی طرح فرمایا:۔

واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار
بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

(درثمین فارسی :ص:۱۱۳: نظارت اشاعت ربوہ پاکستان)

یعنی خدا کی قسم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نوح علیہ السلام کی کشتی کے طور پر ہوں۔ وہ شخص بہت ہی غریب اور نادار ہے جو کہ میرے لنگر سے دور ہے۔

۲۳۔ شدید مخالفت

مسیح موعود و مہدی معہود کی ایک علامت یہ لکھی تھی کہ اس کی شدید مخالفت کی جائے گی یہاں تک کہ اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے گا اور اسے قتل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آنے والے مسیح موعود کو سلام بھجوایا اور وصیت فرمائی کہ اسے میرا اسلام پہنچانا اس میں درحقیقت یہ بھی پیشگوئی تھی کہ اس آنے والے کی شدید مخالفت کی جائے گی اور اسے ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی مگر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سلامتی اور امن میں رہے گا۔

حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ **اذا خرج ھذا الامام المھدی فلیس لہ عدو مبین الا الفقھاء خاصۃ** یعنی امام مہدی جب ظاہر ہوں گے تو ان کے شدید ترین دشمن خاص طور پر علماء و فقہاء ہونگے۔

(ابن عربی: فتوحات مکیہ: جلد: ۳: باب السادس والستون: ۶۳: بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی ؒ فرماتے ہیں:۔

”حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے آں سرور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونیکی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب وسنت کے مخالف سمجھیں“۔

(شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ؒ: مکتوبات امام ربانی ؒ: حصہ ہفتم: دفتر سوم: مکتوب نمبر ۵۵: صفحہ ۳۲: ترجمہ مولانا محمد سعید احمد: ایڈیشن اوّل: ۱۹۷۳ء: مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

اصل متن جس کا یہ ترجمہ ہے اور یہ شائع شدہ ہے اس کے لئے دیکھیں۔

(شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ؒ: مکتوبات امام ربانی ؒ: جلد دوم: مکتوب نمبر ۵۵: بنام خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم: صفحہ ۱۰۷: مطبع نول کشور کانپور)

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

”انّ صاحب الامر لو قد ظھر لقی الناس مثل مالقی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

وآلہ وسلم واکثر“

”جب صاحب الامر ظہور کریں گے تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ زیادہ“۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۳۹۹: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

حضرت علی بن الحسین نے حضرت امام قائم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جب آپ دعویٰ کریں گے تو لوگ **فیقومون الیہ لیقتلوہ** آپ کے اس اعلان پر لوگ آپ کو قتل کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہونگے۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۲۸۳: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی اپنوں اور غیروں سب نے شدید دشمنی کی۔ آپ پر فتویٰ کفر لگایا گیا۔ آپ کو قتل کرنے کی پوری کوشش کی اور ایسے مواقع بھی آئے جب کہ مل کر لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ **فیقومون الیہ** یعنی بہت سے لوگ مل کر اس کی طرف بڑھیں گے تا کہ آپ کو قتل کر دیں سے واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ درج ذیل واقعات اشارۃً درج کیے جاتے ہیں:۔

حضرت مرزا صاحب کو قتل کروانے اور پھانسی پر چڑھانے کے لئے بھرپور سازش تیار کی گئی اس میں عیسائی، ہندو اور مسلمان اکابر شامل ہوئے۔ ایک نوجوان عبدالحمید نامی کو باقاعدہ تیار کیا گیا اور اسے سکھایا گیا کہ تم یہ بیان دو کہ آپ کو مرزا صاحب نے عیسائی ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کیلئے بھیجا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی گواہیاں جمع کر لی گئیں اور یہ یقین کر لیا گیا کہ اب مرزا صاحب کو کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ مگر حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے خبر دے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ سے باعزت بری کر دے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اللہ تعالیٰ نے حاکم وقت جو کہ ڈگلس نامی تھے ان کے دل کو موڑ دیا اور انہوں نے اس معاملہ کی مزید تحقیق اور چھان بین کا حکم دیا اور بالآخر اس پر حقیقت کھل گئی اور اس نے آپ کو باعزت بری کر دیا۔ اس کی

تفصیل کے لئے حضرت مرزا صاحب کی تصنیف کتاب البریہ لائق مطالعہ ہے۔

اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر پنڈت لیکھرام کے قتل ہونے کی پیشگوئی فرمائی۔ جب وہ اس کے مطابق الٰہی تقدیر کے تحت قتل ہوا تو آریہ لوگوں نے بجائے ہدایت پانے کے ایک طرف تو حکام وقت کو شکایت کی کہ آپ ہی اس کے قاتل ہیں اس طرح آپ کو گرفتار کروانے اور سزا دلوانے کی کوشش کی۔ چنانچہ آپ کے گھر کی اچانک تلاشی بھی لی گئی کہ ممکن ہے کوئی ثبوت مل سکے مگر اس میں سخت ناکامی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ و مصؤن رکھا۔ دوسری طرف خود آریوں نے آپ کو قتل کرنے کیلئے باقاعدہ چندے اکٹھے کئے اور آدمی اس مقصد کیلئے مقرر کئے گئے۔ مگر آپ نے ان کی چنداں پرواہ نہ کی اور انہیں بھی کہا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس نے ہمیں بچانے کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور ہماری حفاظت کرے گا۔ اور آپ کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ کئی دفعہ ایسے ہوا کہ بعض سرحدی لوگ آپ کی قیام گاہ کے پاس بدنیتی سے آئے مگر جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو اپنا ارادہ بدل لیا۔

۲۴۔ زمین کا لپیٹا جانا

امام علی بن امام موسیٰ الرضا نے امام مہدی علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"فاذا خرج أشرقتِ الارض بنوربها ووضع میزان العدل بین الناس فلا یظلم احدٌ احداً وھو الذی تطوی له الارض"۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۳۱۶: مترجم سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی جب امام مہدی ظاہر ہونگے تو زمین رب تعالیٰ کے نور سے چمک اٹھے گی اور لوگوں کے درمیان میزان عدل قائم کرایا جائے گا۔ یعنی وہ مہدی معہود جھگڑوں کا صحیح صحیح فیصلہ فرمائے گا اور آگے فرمایا۔ اس کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی۔ گویا اس زمین کے روشن ہونے کا تعلق زمین کے لپیٹے جانے کے ساتھ بھی ہوگا۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً اس کا مصداق قرار دیا اور آپ پر یہ وحی نازل فرمائی کہ واشرقت الارض بنور ربھا ۔

(تذکرہ: ص: ۸۰۵: الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

اور اس کے ساتھ دوسری علامت جو کہ زمین کے لپیٹے جانے سے متعلق ہے تو یہ ایک عجیب لطیف بات ہے کہ روایات کے مطابق دجال کی علامات میں بھی مذکور ہے کہ تطوی لہ الارض

(احمد بن علی بن حجر العسقلانی: فتح الباری: الجزء: ۱۳: ص: ۱۰۴: دار المعرفۃ: بیروت: ۱۳۷۹ھ)

(علی بن ابی بکر الھیثمی: مجمع الزوائد: الجزء: ۷: ص: ۳۴۶: دار الکتاب العربی: بیروت: ۱۴۰۷ھ)

یعنی اس کیلئے زمین لپیٹ دی جائے گی ۔

اس سے واضح ہے کہ چونکہ مسیح و مہدی اور دجال کا زمانہ ظہور ایک ہی ہے اس لئے اس پیشگوئی میں اس دور میں ایسے ذرائع رسل و رسائل اور ذرائع سفر کے ایجاد ہونے کا ذکر ہے کہ جن کے ذریعہ زمین کو گویا لپیٹ دیا جائے گا ۔ اور یہ کہ ان ذرائع رسل و رسائل کو مسیح دجال بھی استعمال کرے گا اور سچا مسیح موعود بھی استعمال کرے گا مگر فرق یہ ہوگا کہ دجال ان ذرائع کو تاریکی پھیلانے اور ہدایت سے دور کرنے کیلئے استعمال کرے گا جب کہ سچے مسیح موعود کا ان ذرائع کو استعمال کرنا اللہ کے نور کو پھیلانے کیلئے ہوگا ۔ صداقت کو دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے ہوگا ۔ دین حق کے غلبہ کیلئے ہوگا ۔ اور یہ پیشگوئی اس طور پر پوری ہو چکی ہے کہ ہر صاحب بصیرت دیکھ سکتا ہے ۔ کہ آج کے دور میں زمین لپیٹی جا چکی ہے ۔ سالوں کے سفر دنوں میں اور دنوں کے گھنٹوں اور منٹوں میں طے ہو جاتے ہیں ۔ بلکہ اب تو ذرائع رسل و رسائل ایسے اعلیٰ ہو چکے ہیں کہ ایک ہی وقت دنیا کے کسی بھی کونے سے دوسرے آدمی کی تصویر دیکھی اور اس کی آواز سنی جا سکتی ہے ۔ اس سے بہتر زمین کو لپیٹنے کی توجیہہ اور کیا ہو سکتی ہے؟ آج امام مہدی علیہ السلام کے خلیفہ کے ذریعہ مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کا قیام ہو چکا ہے اس سے اس امام موعود کا لایا ہوا نور دن رات ساری دنیا میں پھیلایا جا

رہا ہے۔ اور اس طرح زمین اس نور سے منور ہو رہی ہے اور زمین لپیٹ دی گئی ہے۔

۲۵۔ تجدید دین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حقہ کی حفاظت اور اس کی تجدید کیلئے ہر صدی کے سر پر مجددین کے آنے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

(ابوداؤد: کتاب الملاحم: باب مایذکر فی قرن المائۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت کے فائدہ کیلئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ بھجواتا رہے گا جو کہ اس کے لئے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

اس پیشگوئی کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجددین تشریف لاتے رہے۔ یہاں تک کہ گزشتہ بارہ صدیوں تک کے مجددین کی فہرستیں بھی شائع ہو گئیں۔

(دیکھو نواب صدیق حسن خان: حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ: ص: ۱۳۵ تا ۱۳۹ وغیرہ)

مسیح موعود و مہدی موعود نے بھی تجدید دین کیلئے آنا تھا۔ بلکہ مسیح موعود و مہدی معہود کے کاموں میں سے ایک کام یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ اسلام اور قرآن کو جو کہ ثریا ستارے پر جا چکا ہوگا یعنی لوگوں کے دلوں سے جو ایمان اٹھ چکا ہوگا اسے دوبارہ لاکر دلوں میں قائم کر دے گا۔ یعنی تجدید دین کرے گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت کے مطابق سورۃ الجمعہ کے نازل ہونے کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے **واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم** کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا:

لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال اَو رجل من ھؤلاء

(بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ الجمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو پھر بھی کچھ لوگ یا یہ فرمایا کہ ایک مردان غیر عربی

لوگوں میں سے اٹھے گا اور ثریا ستارے سے ایمان کو واپس لے آئے گا۔ شیعہ لٹریچر میں بھی ہمیں بعینہ یہی روایت ملتی ہے۔ اس کے علاوہ شیعہ لٹریچر میں درج ذیل روایت بھی بہت واضح ہے۔

حضرت ابو جعفر امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

یھدم ماقبلہ کما صنع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ویستانف الاسلام جدیداً۔

”آپ اپنے سے قبل کے جاری شدہ رسم و رواج کو ختم کردیں گے جس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا اور ایک جدید طرز سے اسلام پیش کریں گے“۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد نمبر ۱۲: ص ۳۸۵: ترجمہ سید حسن امداد ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: مترجم: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

حضرت مرزا صاحب نے تجدید دین کرنے کا علَم منجاب اللہ بلند فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

بعثنی اللّٰہ علی راس المائۃ لاجدد الدین وانور وجہ الملۃ واکسر الصلیب واطفیءَ نار النصرانیۃ واقیم سنۃ خیر البریۃ ولاصلح ماافسد ولاروج ماکسد وانا المسیح الموعود والمھدی المعھود۔

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد نمبر ۲۲ صفحہ ۶۴۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے صدی کے سر پر مبعوث کیا ہے تا کہ میں تجدید دین کروں اور ملت اسلامیہ کے چہرہ کو منور کردوں اور صلیب کو توڑ دوں اور عیسائیت کی آگ کو بجھا دوں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم کردوں اور تا کہ جو فساد پیدا ہو چکا ہے اس کی اصلاح کردوں اور جو تعلیمات کساد بازاری کا شکار ہو چکی ہیں انہیں دوبارہ رائج کردوں۔ میں ہی مسیح موعود ہوں اور میں ہی مہدی معہود ہوں۔

۲۶۔ علم و معرفت میں کمال

مہدی موعود کی ایک علامت یہ آئی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؒ نے فرمایا:۔

اذا قام قائمنا وضع یدہ علی رؤس العباد فجمع بھا عقولھم و کملت بھا احلامھم۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد: ۱۲: ص: ۳۳۰، ۳۲۶: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی حضرت امام باقر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی ظاہر ہونگے تو وہ خاص لوگوں پر یعنی اپنے متبعین کے سر پر ہاتھ رکھیں گے یعنی ان کی تربیت فرمائیں گے اور انہیں برکت دیں گے تو اس کے نتیجہ میں ان کی عقلی قوتیں مجتمع ہو جائیں گی اور اپنے کمال کو پہنچ جائیں گی۔

یہاں پر عقلی قوتوں کے مجتمع ہونے اور ان کے اپنے کمال کو پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں علوم قرآنی اور معارف کلام ربانی سے مالا مال فرما دے گا۔ کیونکہ درحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جو کہ ہر قسم کے علوم حقہ کی جامع اور منبع ہے۔ الہام حقہ اور عقل صحیحہ کا حسین امتزاج ہے۔

وکل العلم فی القرآن لکن
تقاصر منہ افھام الرجال

بہر حال اس پیشگوئی میں درحقیقت دو امور بیان کئے گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ خود مہدی موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ علم و معرفت میں کمال عطا فرمائے گا۔

دوسرے یہ کہ ان کی برکت سے ان کے متبعین کو بھی قرآنی علوم و معارف میں کمال عطا کیا جائے گا۔ کیونکہ اگر خود مہدی موعود کو قرآنی معارف میں کمال حاصل نہ ہوگا تو وہ آگے اپنے متبعین میں یہ فیض کیسے جاری کر سکتا ہے؟

پس اس پیشگوئی میں ایک طرف مہدی موعود کے قرآنی معارف وحقائق میں درجہ کمال پر فائز ہونے کا ذکر ہے تو دوسری طرف اس کی برکت سے اس کے متبعین میں اس فیض کے جاری ہونے کی پیشگوئی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب میں یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف قرآنی میں کمال عطا فرمایا۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

> ”اور جو دینی اور قرآنی معارف، حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کیلئے آوے تو مجھے غالب پائے گی اور اگر تمام لوگ میرے مقابل پر اٹھیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا ہی پلہ بھاری ہوگا“۔

(ایام الصلح: ص:۱۸۱: روحانی خزائن: جلد:۱۴: ص:۴۰۷)

یہ آپ کا محض کوئی زبانی دعویٰ ہی نہ تھا بلکہ عملاً آپ نے اسے ثابت فرمایا تمام مخالفین کو مقابلے کیلئے بار بار بلایا۔

قرآن مجید کی سورتوں اور متفرق آیات کریمہ کی لاجواب تفاسیر پیش فرمائیں۔ اور ان میں بالمقابل ان کی نظیر پیش کرنے والے کیلئے بیش بہا انعامی چیلنج بھی پیش فرمائے مگر کوئی بھی اس میدان میں اپنے آپ کو آپ کا ہم پلہ ثابت نہ کر سکا۔ اس سلسلہ میں آپ کی مبارک تصنیفات لائق مطالعہ ہیں اور ایک ایسے انسان کے لئے جو معارف قرآنی اور حقائق فرقانی سیکھنا چاہتا ہے اس کے لئے متاع بے بہا ہیں۔

اپنے متبعین کے بارہ میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا:۔

> ”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت

دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا”۔

(تجلیات الٰہیہ: ص: ۱۷، ۱۸: روحانی خزائن جلد: ۲۰: ص: ۴۰۹، ۴۱۰)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل کے ساتھ اس مسیح و مہدی کی برکت سے افراد جماعت کو علم و حکمت کے نور سے منور فرما دیا اور ایسے ایسے لوگ عطا فرما دیئے کہ جو اس کے مصداق ثابت ہوئے اور آئندہ ہوتے رہیں گے۔

ان سب بزرگوں کا تذکرہ تو یہاں ناممکن ہے البتہ بطور نمونہ اس امام آخر الزمان کے فیض سے فیض حاصل کرنے والے دو تین ایسے بزرگوں کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ آپ کے ابتدائی مبائعین و متبعین و مریدین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت درجہ عشق قرآن کی نعمت سے نوازا تھا۔ آپ کی تحریرات کو دیکھنے والا ان میں عجیب عجیب نکات و معارف پاتا ہے۔ ایک غیر مسلم بلکہ ایک دہریہ بھی جب ان کتب کو پڑھتا ہے تو اس کا دل گواہی دے اٹھتا ہے کہ ہاں قرآن خدا کا سچا کلام ہے اور صداقتوں پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں آپ کی جملہ تصنیفات خاص طور پر فصل الخطاب، نورالدین، تصدیق براہین احمدیہ، نوٹس درس القرآن اور حقائق الفرقان

دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہیں۔

آپ کی اس علمی اور نکتہ رس شخصیت کا اقرار ان لوگوں نے بھی کیا ہے جو کہ جماعت احمدیہ میں شامل نہیں مگر آپ کو بہت ہی قریب سے جانتے تھے۔ یہاں چند ایسی آراء لکھی جاتی ہیں۔

اخبار زمیندار نے آپ کی وفات پر آپ کے متعلق لکھا:

”مولانا حکیم نورالدین کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی جس کے فقدان پر تمام مسلمانوں کو رنج و افسوس کرنا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کیا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علم و عمل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس ہے کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا ہے“۔ (زمیندار: ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ)

میونسپل گزٹ نے آپ کے بارہ میں لکھا:۔

”وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بے شک ایک عالم متبحر و جید فاضل تھے۔ کلام اللہ سے آپ کو جو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا۔ جس طرح پر آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکار فرمانے میں گزارا بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا عمل کرتے ہوئے پائے جائیں گے۔ حکمت میں آپ کو خاص دستگاہ تھی۔ اسلام کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے“۔

(میونسپل گزٹ: ۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء)

اخبار وکیل نے لکھا:۔

”آپ کے علم و فضل کا ہر شخص معترف تھا اور ان کے علم اور بردباری کا عام شہرہ تھا“۔

(اخبار وکیل: ۱۸ مارچ ۱۹۱۴ء)

اخبار کرزن گزٹ نے آپ کے بارہ میں لکھا:۔

"حکیم صاحب سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل تھا۔ ذاتی تعارف ہی نہیں بلکہ ایک عرصہ تک ہم اور حکیم صاحب جموں میں ایک ساتھ رہے ہیں...... آپ کی دینی علوم کی مہارت اور عربی قابلیت مسلم تھی"۔ (کرزن گزٹ: ۲۳ مارچ ۱۹۱۴ء)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے فرزند ارجمند اور آپ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ درجہ کا فہم قرآن عطا فرمایا آپ نے ایک موقع پر اس نعمت باری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن مجید کا خاص علم بخشا ہے اور کوئی نہیں جو قرآن مجید کے معارف بیان کرنے اور اس کی تفسیر کرنے میں میرا مقابلہ کر سکے۔ قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سکھائے"۔

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد: تفسیر کبیر: جلد:۴: ص:۴۱۳)

اسی طرح ایک موقع پر آپ نے فرمایا:۔

"میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردے پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کا علم دیا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علم بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کیلئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے"۔

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد: الموعود: ص:۲۱۰، ۲۱۱)

آپ کی دو سو سے زائد تصانیف ہیں جن میں جابجا قرآنی معارف موتیوں کی طرح محفوظ

کر دیئے گئے ہیں۔ آپ نے خاص طور پر قرآن مجید کا با محاورہ ترجمہ اور اس کے ساتھ مختصر تفسیر شائع فرمائی جو کہ تفسیر صغیر کے نام سے معروف ہے۔ اس کے علاوہ نہایت اچھوتے انداز میں آپ نے قرآن کریم کی تفسیر کی جو کہ تفسیر کبیر کے نام سے دس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

آپ کے ان تفسیری نکات اور معارف حقہ کو دیکھ کر ایک موقع پر مولانا عبد الماجد دریا بادی نے لکھا کہ:۔

"علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے"۔

(عبد الماجد دریابادی: صدق جدید: ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء، لکھنو)

مولوی ظفر علی خان صاحب اگر چہ جماعت احمدیہ کے شدید مخالفین میں سے تھے مگر اس کے باوجود ایک مرتبہ انہوں نے اس امر کا اقرار کیا کہ "مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے"۔

(مظہر علی اظہر: ایک خوفناک سازش: ص: ۱۹۶)

ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات وخطابات جو احباب سنتے ہیں وہ اس امر پر گواہ ہیں کہ کیسے کیسے معارف و دقائق عام فہم انداز میں لوگوں کے سامنے پیش فرماتے ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ اور اس کی مختصر تفسیر MTA کے ذریعہ ساری دنیا تک پہنچائی اور اب یہ ترجمہ نہایت ہی لطیف تفسیری نوٹس کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

غرض یہ پیشگوئی کہ اللہ تعالیٰ مہدی علیہ السلام کی برکت سے علم و معرفت عطا کرے گا بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی اور ہر دور میں پوری ہوتی رہے گی۔ انشاء اللہ

۲۷۔ بیعت لینا

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جب امام قائم بیعت لیں گے تو فرمائیں گے۔

"ھذہ ید اللّٰہ و عن اللّٰہ و بامر اللّٰہ ثم یتلوا ھذہ الایۃ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم ...... الخ"

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۲۸: ترجمہ سید حسن امداد ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی وہ فرمائیں گے کہ یہ خدا کا ہاتھ ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور خدا ہی کے حکم سے ہے۔ پھر وہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائیں گے کہ

ترجمہ: ''یقیناً جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ خدا ہی کی بیعت کرتے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے''۔ (الفتح: ۱۰)

سوچنے والے اور تقویٰ کا دل رکھنے والے کیلئے یہ خاص بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہی آیت کریمہ نازل فرمائی اور آپ کو سلسلہ بیعت شروع کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ نے جب سلسلہ بیعت شروع کرنے کا اشتہار دیا تو اس میں فرمایا۔

''میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کیلئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کیلئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کیلئے بدل و جان طیار ہونگے۔ یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس

بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔

اذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم"۔

(مجموعہ اشتہارات: جلد:اوّل: ص:۱۸۸: اشتہار نمبر ۴۷)

(سبز اشتہار: ص:۲۴: روحانی خزائن: جلد:۲: ص:۴۷۰)

اگر آپ خدا کی طرف سے نہ تھے تو اہل اللہ کی بیان فرمودہ پیشگوئیاں آپ ہی کے حق میں کیوں پوری ہو رہی ہیں؟

اس سوال کا جواب یہی ہے کہ چونکہ آپ خدا کے سچے مامور من اللہ اور مہدی و مسیح تھے اس لئے وہ تمام علامات آپ کے وجود میں پوری ہوئی ہیں۔

☆☆☆

نمبر ۲

وہ علامات جن کا تعلق مسیح موعودؑ مہدی معہود کے زمانہ کے ساتھ ہے

قرآن مجید احادیث رسول ﷺ اور بزرگان اُمت محمدیہ کی پیشگوئیوں میں آخری زمانہ جو کہ مسیح و مہدی کے ظہور کا زمانہ ہے اس میں آسمان اور زمین میں برپا ہونے والے انقلابات کا ذکر ہے۔ یہ ذکر اس قدر تفصیلی ہے کہ ایک صاحب بصارت و بصیرت انسان کیلئے ان کا سمجھنا اور ان کو دیکھنا کچھ مشکل نہیں۔ ہمارا یہ دور جس میں سے ہم گزر رہے ہیں اس میں اکثر وہ علامات پوری ہو چکی

ہیں اور جن لوگوں نے غور کیا ہے وہ ہمارے اس دور کو آخری دور ہی قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے:۔

”مجدد الف ثانی در مکتوب دویست وشصت و یکم بمیر محمد نعمان نوشتہ کہ شروع آخریت

ایں امت از بدایت الف ثانی است از ارتحال آں سرور صلعم“۔

(نواب صدیق حسن خان: آثار القیامۃ فی حجج الکرامۃ: صفحہ ۵۰: مطبع شاہجہانی بھوپال)

یعنی حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوب نمبر ۲۶۱ بنام میر محمد نعمان میں لکھا ہے کہ اس امت کا آخری دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بارھویں صدی سے شروع ہو چکا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عَلّمنی ربی جل جلالہ انّ القیمۃ قد اقتربَت والمھدی تہیا للخروج

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: کتاب التفہیمات الالٰہیہ: جلد ثانی: صفحہ ۱۳۳: مدینہ برقی پریس بجنور یوپی ۱۹۳۶ء)

فرماتے ہیں مجھے میرے رب کریم نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور مہدی ظہور فرمانے کیلئے تیار ہیں۔

اہل حدیث فرقہ کے مشہور رہنما مولوی صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے مولوی نور الحسن خان صاحب علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب اقتراب الساعۃ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ میں لکھتے ہیں۔

”چھوٹی موٹی نشانیاں قیامت کی جو ہونے والی تھیں وہ سب ہو گئیں بڑی نشانیوں میں ایک یہی حکومت نصاریٰ ہے جس کو سب چھوٹے بڑے دور و نزدیک کے لوگ برابر ہر دن ہر جگہ خشکی تری میں اپنی آنکھ سے دیکھتے کان سے سنتے ہیں“۔

(مولوی نور الحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص:۲: مطبع مفید عام آگرہ: ۱۳۰۱ ہجری)

یہ نور الحسن خان صاحب مسیح و مہدی کے ظہور کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”اس حساب سے ظہور مہدی علیہ السلام کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہئے تھا مگر یہ صدی پوری گزر گئی مہدی نہ آئے۔ اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آتی ہے۔ اس صدی کے اس کتاب کے لکھنے تک چھ مہینے گذر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل وعدل ورحم وکرم فرمائے۔ چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہو جاویں“۔

(مولوی نورالحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص: ۲۲۱: مطبوعہ مفید عام آگرہ: ۱۳۰۱ ہجری)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے اس دور میں جو کہ مسیح ومہدی کے ظہور کا زمانہ ہے اس میں آخری زمانہ کی وہ تمام علامات ظاہر ہو چکی ہیں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔

اب ہم یہاں پر ازدیادِ ایمان اور یقین تک پہنچنے کیلئے چند علامات آسمانی درج کرتے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والی تھیں اور اب ہو چکی ہیں۔ جب یہ علامات ظاہر ہو چکی ہیں تو اس وجود کو بھی تلاش کرنا چاہئے جو کہ ان کا مصداق ہے اور جس وجود کے ظہور کیلئے یہ علامات بطور خاص بیان فرمائی گئی ہیں۔

باب سوم

آسمانی علامات

۱۔ ستارہ ذوالسنین کا طلوع

حضرت امام جعفر صادق نے بیان فرمایا کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

”وعدہ حق قریب ہوگا تو ایک ستارہ مشرق سے طلوع ہوگا اور چودھویں کا چاند نکل آئے گا۔ جب یہ صورت ظاہر ہو تو توبہ واستغفار کی طرف مائل ہونا گناہ ترک کرنا“۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحارالانوار مترجم: جلد ۱۱: صفحہ ۲۰۸: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ جون ۱۹۹۲ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

شیخ مفید نے اپنی کتاب ”الارشاد“ میں امام مہدی کے ظہور کے زمانہ کے واقعات بیان

کرتے ہوئے ایک علامت یہ بیان کی ہے۔

"وطلوع نجم بالمشرق یضی القمر ثم ینعطف حتی یکاد یلتقی طرفاہ"

سید حسن امداد صاحب نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے۔

"اور مشرق سے ایک ستارے کا طلوع ہو کر چاند کی طرح چمکنا پھر اس کا اس طرح مڑنا کہ جیسے اس کے دونوں کنارے آپس میں ملنے والے ہیں"۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۲۰۸: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

مولوی نور الحسن خان صاحب نے مہدی کے قُرب ظہور کی علامات کے ذکر میں چوتھی علامت یہ لکھی ہے کہ:۔

"۴۔ قرن ذی السنین نکلے گا"۔

(مولوی نور الحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص: ۶۷: مطبع مفید عام آگرہ: ۱۳۰۰ھ)

اس کے علاوہ امام مہدی کی علامات میں یہ علامت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قبول فرمائی ہے۔ دیکھیں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی: جلد: ۲: ص: ۱۳۵، ۱۳۶: مکتوب ۲۸: مطبوعہ مطبع نولشکور کانپور۔

اسی علامت کو نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی حجج الکرامۃ میں ص ۳۴۴ پر درج کیا ہے۔

یہ ستارہ بھی ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں ظاہر ہو چکا ہے چنانچہ جدیدہ روزگار مدراس نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

"شہر مدراس میں وا ساس میں قبل طلوع آفتاب ایک ستارہ دنبالہ دار جس کی دم مانند مور چل کے ہے نمودار ہوا ہے جس کو عام لوگ نہایت منحوس خیال کرتے ہیں۔ اس کی صورت یوں ہے " ۔ (جدیدہ روزگار: ۳۰ ستمبر ۱۸۸۲ء: مدراس)

حضرت مرزا صاحب جو کہ مدعی مہدویت و مسیحیت اس نشان کو اپنی تائید میں پیش کرتے

ہوئے فرماتے ہیں۔

”حدیث میں آیا تھا کہ ان دنوں ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا چنانچہ مدت ہوئی اس ستارہ کا طلوع ہو چکا“۔

(حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی: براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن جلد ۲۱: صفحہ ۲۸۱)

۲۔ سُرخی کا ظاہر ہونا

ایک آسمانی علامت زمانہ مہدی کی یہ ہے کہ

”حمرة یظهر فی السماء وینشر فی آفاقها“

آسمان میں سرخی کا نمودار ہونا اور پھر اس کا تمام آفاق پر پھیل جانا۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲: مترجم سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

مولوی نورالحسن خان صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”۸۔ آسمان پر سرخی ہوگی۔ آسمان کے کناروں میں پھیل جاوے گی“۔

(مولوی نورالحسن خان صاحب: اقتراب الساعۃ: ص: ۶۷: مطبع مفید عام آگرہ: ۱۳۰۰ھ)

یہ علامت بھی مدت ہوئی ظاہر ہو چکی ہے۔ چنانچہ یہی مولوی نورالحسن خان صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”اشاعۃ میں کہا ہے تارے ومدار، سرخی وسیاہی تو ہو چکی۔ انتھٰے“۔

پھر اپنا مشاہدہ اس طرح لکھتے ہیں:۔

”جو سرخی صبح شام چھ ماہ سے اب تک ہوتی ہے اُفق میں منتشر ہے کیا تعجب ہے کہ یہی نشانی ہو۔ واللہ اعلم“ (نورالحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص: ۶۷: مطبع مفید عام آگرہ: ۱۳۰۰ھ)

گویا یہ علامت ۱۳۰۰ھ میں پوری ہو چکی ہے۔

۳۔ دمدار ستارہ

مہدی موعود کی آسمانی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اس کے ظہور کے زمانہ کے قریب بطور علامت کے ایک دمدار ستارہ ظاہر ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

”در خبر آمدہ است در علامات حضرت مہدی علیہ الرضوان کہ در جانب شرق ستارہ طلوع کند کہ آں را ذنب باشد نورانی“۔

(حضرت مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی: جلد ۲: ص: ۱۳۶: مکتوب نمبر ۶۸: مطبوعہ مطبع نولشکور کانپور)

نواب صدیق حسن خان صاحب نے آخری زمانہ کی علامات کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

”از آنجملہ است ظہور ستارہ دنبالہ دار از ابن عباس رضی اللہ عنہ آمدہ کہ فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ای مسلمانان چوں باشد حج بادشاھاں بطور تنزہ و حج تونگراں بطور تجارت و حج مساکین برائے مسألت و حج قاریان از روی ریا و سمعہ پس نزدیک ایں حال ظاہر شود ستارہ کہ اورا دنبالہ باشد رواہ ابن مردویہ“۔

(نواب صدیق حسن خان: حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ: باب دوم: فصل بست و سوم: ص: ۲۵۰: مطبع شاہجہانی بھوپال)

یعنی مہدی کے زمانہ کی علامات میں سے ایک دمدار ستارہ کا ظاہر ہونا ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! جب بادشاہوں کا حج بطور تنزہ اور تاجروں کا حج بطور تجارت اور مسکینوں کا حج مانگنے کیلئے اور قاریوں کا حج ریا اور شہرت کی نیت سے ہوگا اس کے قریب زمانہ میں ایک ستارہ ظاہر ہوگا جو کہ دمدار ہوگا۔

یہ علامت بھی ۱۲۷۵ھ میں پوری ہوگئی۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

”در سال یک ہزار و دو صد و ھفتاد و پنج ھجری ایں کوکب میان شمال و مغرب تا نیمہ ماہ

یا زیادہ مرئی شد و طلوع وی متصل غروب آفتاب مے بود و دُم اُو درازی یک نیزہ داشت و لمعانش جستہ جستہ نزدیک ھم بود گویا خطی از چند کواکب کشیدہ اند کاتب حروف نیز آں را در موضع کلیا کیہڑی از عمل بھوپال دیدہ"

(نواب صدیق حسن خان: حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ: باب دوم: فصل بست وسوم: ص: ۲۵۱: مطبع شاہجہانی بھوپال)

یعنی ۱۲۷۵ ہجری میں یہ ستارہ شمال جنوبی جانب نصف ماہ یا کچھ زیادہ دنوں تک دکھلائی دیتا رہا اور اس کا طلوع قریب غروب آفتاب کے ہوتا تھا اس کی دم کی لمبائی ایک نیزہ کے برابر تھی اور اس کی روشنی جستہ جستہ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چند ستاروں کا ایک خط کھینچا گیا ہے۔ میں نے خود موضع کلیا کیہڑی میں جو ریاست بھوپال میں ہے اس کو دیکھا تھا۔

۱۸۸۲ء میں بھی دمدار ستارہ ظاہر ہوا اور یہ غیر معمولی قسم کا دمدار ستارہ تھا۔ چنانچہ سید شبیر احمد صاحب کاکاخیل نے اپنی تصنیف فہم الفلکیات میں دمدار سیارے کے زیر عنوان دمدار سیاروں کے ایک اہم گروپ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ۱۶۶۸ء، ۱۸۴۳ء، ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۷ء کے دمداروں کے ایک خصوصی گروپ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بھی ۱۸۸۲ء کے دمدار سیارہ کی خصوصی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ان میں ۱۸۸۲ء والا دمدار بالکل تاج شمس کے پاس سے سورج کی سطح سے صرف ۳ لاکھ میل کے فاصلے پر گزرا یہ دن کے وقت بھی بالکل صاف نظر آتا تھا۔ سورج کے قرب میں اس کی رفتار ۳ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار تک پہنچ گئی تھی"۔

(سید شبیر احمد کاکاخیل مدیر فنی امور عالمی ادارہ تسہیل الحسابات الاسلامیہ: فہم الفلکیات: ص: ۱۰۰: زیر عنوان: دمدار سیارے: ربیع الاوّل: ۱۴۲۱ھ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۴۔ سورج کا نشان

مہدی کے زمانہ کا ایک آسمانی نشان یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کے زمانہ میں سورج میں

ایک نشان ظاہر ہوگا اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:۔

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لا یخرج المہدی حتی تطلع من الشمس آیۃ رواہ البیہقی و نعیم بن حماد“ (نواب نور الحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص: ۱۰۶)

بیہقی اور نعیم بن حماد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب تک سورج سے نشان ظاہر نہ ہوا اس وقت تک مہدی ظاہر نہ ہوگا۔

یہ نشان بھی ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۴ء میں ظاہر ہو چکا ہے۔

اخبار مظہر العجائب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

”املاپور، چاپل ماریا، ویلور، میسور، بلہاری سے آئی ہوئی اخبارات سے معلوم ہوا کہ ۲۲ تاریخ کو مذکورشدہ مقامات میں طلوع و غروب کے وقت آفتاب سبز نظر آیا اور شمس کی شعاعیں بالکل بے رونق تھیں اور تیزی نہ تھی لوگ اس کو بغیر کسی قدر تکلیف کے دیکھتے تھے“۔

(اخبار مظہر العجائب: نمبر ۴۰: جلد: ۵: ۱۲ اکتوبر ۱۸۸۴ء: مدراس)

اخبار جدیدہ روزگار اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

”ہفتہ گذشتہ سے تا الی الان جو جو حالات اور عجیب و غریب واقعات وقوع میں آئے وہ ایسے ہیں کہ ہم کو ایسا دیکھنے اور سننے کا اتفاق شاید بہت ہی کم ہوا ہوگا۔ ہمارے ناظرین اخبار اپنے خیالات کو ضرور ادھر پلٹیں گے اور متوجہ ہونگے۔

ازانجملہ ہمارے شہر میں شنبہ کے روز سے پنجشنبہ کی شام تک آفتاب کے طلوع سے سات بجے تک اور چار بجے سے غروب تک قرصِ خورشید پھیکا ہو جاتا تھا اور تیزی و التہاب اس میں جیسی چاہیے ویسی نہیں دکھلائی دیتی تھی حتی کہ اس وقت لوگ مانند ماہتاب کے بے کھٹکے آفتاب کو دیکھتے تھے اور ٹھنڈی نظر سے قدرتِ خدا کا معائنہ کرتے تھے۔ جیوں جیوں آفتاب نیچے ہوتا جاتا تھا تیوں تیوں فیروزہ رنگ لیتا تھا اور دھوپ نیلگوں پڑتی تھی ہم اس کی کیفیت دریافت کرنے کیلئے قصد سے رصد خانہ پر گئے تو مس فاکس جو علمِ نجوم میں اپنا نظیر

نہیں رکھتی ہیں وہ دوربین سے بہت کچھ دیکھتی رہیں اور دوسرے روز اپنی تحقیقات ہمارے دفتر میں بھیجی جس کو ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ کل کے روز ہم نے دوربین سے بغور دیکھا تو پایا کہ آفتاب کے شمالی جانب دو داغوں کا جھرمٹ تھا۔ جس میں کئی ایک داغ کم روشن تھے اور اس میں ایک داغ بہت بڑا لامبا مستطیل طور پر نمایاں تھا اور اس کے اطراف میں ایک حلقہ تھا جو دو چند اُس داغ سے تھا اور یہ قریب خط استوا کے زمین کے محاذی واقع ہوا ہے"۔

(اخبار جریدہ روزگار نمبر ۳۷: جلد ۹: ص: ۵: مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۵ ستمبر ۱۸۸۴ء مدراس)

۵۔ سورج چاند گرہن

سچے مہدی کا ایک عظیم الشان نشان اس کے زمانہ میں خاص تاریخوں میں سورج اور چاند کے گرہن کا ہونا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید نے آخری زمانہ کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" (القیامۃ: ۹-۱۰)

یعنی چاند کو گرہن ہوگا اور سورج اور چاند دونوں کو جمع کر دیا جائے گا یعنی سورج گرہن ہوگا کیونکہ جب چاند اور سورج ایک خط مستقیم میں آجاتے ہیں تو اہل زمین کو چاند کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے سورج کا اس کے پیچھے آنے والا حصہ نظر نہیں آتا اور اسی کو سورج گرہن کہتے ہیں۔

غرض قرآن مجید نہایت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے کہ اس میں آج سے سینکڑوں سال قبل جب کہ آج کے سائنسی نظریات کا تصور تک نہ تھا اس وقت صحیح اصول کسوف وخسوف کو بیان فرما دیا گیا۔

ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اس آخری زمانہ کے نشان کو مزید معین و خاص فرما دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی آخر الزمان کی علامات میں آسمانی علامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

ان لمهدينا ايتين لم تكونا منذ خلق السماوات والارض تنكسف القمر لاوّلِ ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فی النصف منه و لم تكونا منذ خلق الله السماوات والارض

(سنن دار قطنی: ابواب العیدین: باب صفة صلوٰة الخسوف والكسوف وهيئتهما)

علامہ قرطبی نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

عن محمد بن علی قال ان لمهدينا آيتين لَمْ يكونا منذ خلق الله السموٰت والارض ينكسف القمر لاوّل ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فی النصف منه و لم يكونا منذ خلق الله السموٰت والارض

(محمد بن احمد قرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتیٰ ......: الجزء الثانی: صفحہ ۳۴۹، ۳۵۰ باب منه فی المهدی و من این یخرج)

فرمایا کہ یقیناً ہمارے مہدی کیلئے دو ایسے نشان ہیں کہ جب سے خدا تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ ظاہر نہیں ہوئے۔ چاند رمضان کے مہینے میں (گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو گہنایا جائے گا۔ اور سورج کو (اس کے گرہن کے دنوں میں سے) درمیانی دن کو گرہن ہوگا۔ اور یہ نشانات جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔

یہ نشان ایسا عظیم نشان ہے کہ شیعہ اور اہل سنت والجماعت دونوں کے لٹریچر میں یکساں طور پر لکھا ہے۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت کی مشہور کتاب سنن دار قطنی ابواب العیدین کے علاوہ علامہ ابن حجر الہیثمی المکی کی کتاب الفتاوی الحدیثیہ صفحہ نمبر ۳۴ پر علامات خروج المہدی میں، حضرت شاہ رفیع الدین کی تصنیف قیامت نامہ میں صفحہ نمبر ۴ پر ظہور مہدی علیہ السلام کے تحت اور شیعہ کتب میں بحار الانوار جلد نمبر ۱۳ عربی جو کہ بارھویں امام کے حالات کے بیان پر مشتمل ہے اس

میں اور اکمال الدین باب ۶۱ علامات خروج القائم میں یہ درج ہے۔

حضرت امام باقرؒ اس کے راوی ہیں جو کہ ہر شک و شبہ سے بالا ہیں اور شیعہ سنی دونوں کے نزدیک متقی اور دیانتدار اور نیک وجود ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سورج چاند گرہن عام قوانین کسوف و خسوف سے ہٹ کر ہونا مراد ہے حالانکہ یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید نے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے اس کا ذکر قوانین کسوف و خسوف کے تحت ہی فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت اسی کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بارہا ذکر فرمایا کہ سورج چاند اپنے مقررہ راستوں پر چلے جاتے ہیں اور اسی طرح قیامت تک رہیں گے اور کسی ایک مقام پر بھی اس غیر معمولی کسوف و خسوف کا ذکر نہیں فرمایا جو کہ تمام قوانین مقررہ باری تعالیٰ کو توڑ کر ہونے والا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قمر کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ پہلی رات کے چاند کو عربی میں ''ہلال'' کہا جاتا ہے نہ کہ ''قمر''۔ یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ افصح العرب تھے آپ کا مقصد پہلی رات کے چاند کا گرہن ہی ہوتا تو آپ ہرگز ''قمر'' کا لفظ استعمال نہ فرماتے بلکہ ''ہلال'' کا لفظ استعمال فرماتے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ ''قمر'' کی پہلی رات کو گرہن ہوگا اس کا واضح مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی رات کو گرہن لگے گا۔ اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں بچی کو پہلی رات ہی حمل ہو گیا تھا تو ہر عقلمند آدمی یہی سمجھے گا کہ شادی کی پہلی رات مراد ہے۔ سہاگ رات مراد ہے کوئی دانا یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ گویا اس کی پیدائش کی پہلی رات کو ہی اس کو حمل ہو گیا تھا کیونکہ یہ قوانین قدرت کے خلاف اور ناممکنات میں سے ہے۔ بالکل اسی طرح چاند کا گرہن ہوتا ہی تیرہ، چودہ، پندرہ کو ہے اور یہی قانون ہے جو چلا آ رہا ہے اور یہی قانون قرآن مجید نے قبول کر لیا ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا

پھر یہ بھی قابل غور بات ہے کہ پہلی رات کا چاند تو عام حالات میں ہی مشکل سے نظر آتا ہے اور اگر وہ بھی گہنایا جائے تو نظر کیسے آئے گا؟ اس کا نظر آنے اور گرہن کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس یہ نشان کیا ہوا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خسف القمر کے الفاظ کے ساتھ اسے بیان فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے عظیم الشان نشان قرار دیتے ہیں۔

اُمت محمدیہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے قبل بھی ایسے بزرگ گزرے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے یہ عقدہ کھول دیا تھا۔ چنانچہ حافظ محمد بن مولوی بارک اللہ مرحوم لکھو کے والے احوال الاخرت میں فرماتے ہیں۔

تیرھویں چن ستھویں سورج گرہن ہوی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ایہہ ہک روایت والے

(مولوی محمد بن مولوی بارک اللہ مرحوم: احوال الاخرت: ص ۲۳: شائع کردہ حاجی چراغ دین سراج الدین تاجران کتب کشمیری لاہور)

اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھا ہے۔

”یعنی اس سال ماہ رمضان کی تیرھویں تاریخ کو خسوف یعنی چاند گرہن ہوگا اور ستائیسویں تاریخ کو کسوف یعنی سورج گرہن ہوگا“۔

اس میں اگرچہ مولوی محمد صاحب سورج گرہن کی تاریخ کے بیان فرمانے میں غلطی کر گئے ہیں اور اٹھائیس جو کہ سورج گرہن کی درمیانی رات بنتی ہے اسے ستائیسویں قرار دے گئے ہیں مگر اس سے واضح ہے کہ انہوں نے اس قانون کو قبول کیا ہے اور عام قانون قدرت کے تحت ہونے والے گرہن کو ہی مانا ہے جیسا کہ انہوں نے چاند کی تیرہ تاریخ درج فرمائی جو کہ چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات ہے۔

الغرض یہ بڑی ہی عظیم الشان آسمانی علامت ہے جس میں یہ امور بیان فرمائے گئے ہیں کہ:۔

۱۔ مدعی مہدویت موجود ہوگا۔

۲۔ اس کی تکذیب ہوگی۔

۳۔ اس کی تصدیق کیلئے اللہ تعالیٰ اس نشان کو ظاہر فرمائے گا۔

۴۔ اس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں یہ گرہن ہوں گے۔

۵۔ اس رمضان میں چاند کو تیرہ تاریخ کو گرہن ہوگا۔

۶۔ اس رمضان میں سورج کو اٹھائیس تاریخ کو گرہن ہوگا۔

۷۔ یہ چاند گرہن لاوّل لیلۃ رات کے پہلے حصہ میں ہی ہو جائے گا۔

۸۔ یہ نشان سچے مہدی کے ساتھ خاص ہے اس سے قبل کسی کی صداقت کا نشان نہ بنا ہوگا۔

۹۔ یہ گرہن دو مرتبہ ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے آیتین کے الفاظ استعمال فرمائے۔ اس میں اگرچہ سورج اور چاند کا گرہن دو آیات یہ بھی بنتے ہیں مگر اگر سورج چاند گرہن کو ایک آیت شمار کیا جائے تو پھر ان کے دو دفعہ انہیں علامات کے ساتھ ظاہر ہونا ”آیتین“ کہلائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث کے آغاز میں آیتین کے بعد لم تکونا منذ خلق السماوات والارض فرمانا اور حدیث کے آخر میں پھر لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السماوات والارض فرمانا ظاہر کر رہا ہے کہ یہ دو دفعہ ظہور پذیر ہوگا۔ کیونکہ ہماری زمین گول ہے اس لئے بیک وقت اس کا ساری دنیا میں ظہور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ یہ ایک حصہ دنیا میں بھی ظاہر ہوگا اور اس میں بھی اس سے پہلے یہ نشان ظاہر نہ ہوا ہوگا اور پھر دنیا کے دوسرے حصہ میں بھی ظاہر ہوگا اور اس میں بھی یہ نشان ظاہر نہ ہوا ہوگا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

تکسف الشمس فی رمضان مرتین

(محمد بن احمد القرطبی التذکرہ فی احوال الموتی ...... الخ: الجزء الثانی: صفحہ ۳۴۹ باب منہ

فی المھدی ومن این یخرج)

کہ ایک روایت کے مطابق سورج کو رمضان میں دو مرتبہ گرہن لگے گا۔

چنانچہ یہ سورج چاند گرہن ان تمام علامات کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۸۹۴ء میں ظاہر ہو گیا اور اس وقت

۱۔ مدعی مہدویت و مسیحیت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی موجود تھے۔

۲۔ آپ نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت فرمایا تو آپ کی شدید مخالف ہوئی اور تکذیب کی گئی یہاں تک کہ آپ پر فتویٰ کفر لگا دیا گیا۔

۳۔ آپ نے اللہ کے حضور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور تصدیق میں اسے ظاہر فرمایا اور آپ نے اسے اپنے نشان صداقت کے طور پر پیش فرمایا۔

۴۔ آپ کے زمانہ میں ۱۸۹۴ء کے رمضان المبارک میں یہ دونوں نشان ظاہر ہوئے۔

۵۔ ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء بمطابق ۱۳۱۱ھ رمضان میں تیرہ تاریخ کو چاند گرہن ہوا۔

۶۔ اس سال ۶ اپریل ۱۸۹۴ء بمطابق ۱۳۱۱ھ رمضان میں اٹھائیس تاریخ کو سورج گرہن ہوا۔

۷۔ یہ چاند گرہن رات کے پہلے حصہ میں سرِشام ہی ظاہر ہو گیا Indian standard time کے مطابق شام چھ بج کر چونتیس منٹ پر چاند طلوع ہوا اور چھ بج کر چھپن منٹ پر چاند گرہن شروع ہوا اور رات آٹھ بج کر چھیالیس منٹ تک جاری رہا۔ اس طرح اوّل لیلۃ کے الفاظ ایمان افروز رنگ میں پورے ہوئے۔

۸۔ دنیا کے دوسرے حصہ میں یعنی امریکہ وغیرہ میں یہ گرہن اگلے سال ۱۸۹۵ء کو انہیں تواریخ اور صفات کے ساتھ ظاہر ہوا۔

۹۔ آپ کے زمانہ میں یہ نشان ظاہر ہوا آپ نے اسے اپنی تصدیق میں پیش فرمایا اور آپ سے قبل کسی نے اسے پیش نہ کیا۔ اور آئندہ کوئی اسے پیش نہیں کر سکتا کیونکہ اب حضرت مرزا صاحب

اسے اپنی صداقت کے طور پر پیش کر چکے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب اس نشان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”صحیح دار قطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموٰت والارض ینکسف القمر لاوّل لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه۔

ترجمہ: یعنی ہمارے مہدی کیلئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا یہ دونوں نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اوّل رات میں ہوگا یعنی تیرھویں تاریخ میں اور سورج کا گرہن اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا صرف مہدی معہود کے وقت اُس کا ہونا مقدر ہے۔ اب تمام انگریزی اور اُردو اخبار اور جملہ ماہرین ہیئت اس بات کے گواہ ہیں کہ میرے زمانہ میں ہی جس کو عرصہ تقریباً بارہ سال کا گزر چکا ہے اس صفت کا چاند اور سورج کا گرہن رمضان کے مہینہ میں وقوع میں آیا ہے اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اوّل اس ملک میں دوسرے امریکہ میں اور دونوں مرتبہ انہی تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے اور چونکہ اس گرہن کے وقت میں مہدی معہود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہیں تھا اور نہ کسی نے میری طرح اس گرہن کو اپنی مہدویت کا نشان قرار دے کر صدہا اشتہار اور رسالے اُردو اور فارسی اور عربی میں دنیا میں شائع کئے اس لئے یہ نشان آسمانی میرے لئے متعین ہوا“۔

(حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد نمبر ۲۲: صفحہ ۲۰۲)

ایک اور مقام پر ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے جو اس بارہ میں شک میں مبتلا ہیں آپ فرماتے ہیں۔

”مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کیلئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے اور اس وقت ظاہر کیا ہے جب کہ مولویوں نے میرا نام دجال اور کذاب اور کافر بلکہ اکفر رکھا تھا...... میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کیلئے ہے“۔

(تحفہ گولڑویہ: ص: ۷۵: روحانی خزائن: جلد ۱۷: ص: ۱۴۳)

۶۔ آسمانی آواز

آخری زمانہ کی مسیح و مہدی کی علامات میں سے ایک بہت ہی اہم علامت یہ ہے کہ اُس کے دور میں آسمان سے اس کے حق میں ندا آئے گی۔ چنانچہ حضرت امام باقرؒ (م: ۱۱۴ھ) فرماتے ہیں:

ینادی مناد من السماء باسم القائم فیسمع من بالمشرق و من بالمغرب لا یبقی راقد الا استیقظ ولا قائم الا قعد ولا قاعد الا قام علی رجلیه فزعاً ذلك الصوت فرحم الله من اعتبر بذلك الصوت فاجاب۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد: ۵۲: ص: ۲۳۰: دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی آسمان سے ایک منادی امام قائمؑ یعنی امام مہدی کے نام پر منادی کرے گا۔ اس منادی کو مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے۔ اس جلالی آواز کو سن کر ہر سونے والا شخص جاگ اٹھے گا اور کھڑا ہوا شخص بیٹھ جائے گا اور بیٹھا ہوا کھڑا ہو جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے گا جو کہ اس آواز پر توجہ دے گا اور اسے قبول کر لے گا۔

اس میں بتایا گیا کہ:۔

۱۔ امام مہدی کے زمانہ میں آسمان کی طرف سے آواز آئے گی۔

۲۔ یہ آواز اس امام مہدی کی تائید و تصدیق کرے گی۔

۳۔ یہ آواز ساری دنیا پر حاوی ہوگی۔ مشرق و مغرب کے لوگ اسے سنیں گے۔

۴۔ یہ آواز ایسے وقت میں آئے گی اور ایسے عظیم الشان طور پر آئے گی کہ لوگوں میں اسے غیر معمولی اہمیت حاصل ہو جائے گی۔ ہر ایک اس پر مضطرب ہو کر اپنی پہلی حالت پر نہ رہے گا۔

۵۔ بہت سے نیک لوگ ایسے ہونگے جو اسے قبول کریں گے اور اس طرح اللہ کے فضلوں کے وارث بنیں گے۔

اسی طرح حضرت امام جعفر صادقؒ (م:۱۴۸ھ) فرماتے ہیں۔

عَن زرارہ عن ابی عبداللہ قال ینادی منادباسم القائم علیہ السلام قلت خاص او عام۔

قال: عام یسمع کل قوم بلسانھم

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد:۵۲: ص:۲۰۵: دار احیاء التراث العربی بیروت)

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد:۱۲: ص:۹۳: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: ترجمہ سید حسن امداد: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ایک منادی امام قائم کے نام سے منادی کرے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا یہ منادی خاص ہوگی یا عام ہوگی تو امام صاحب نے فرمایا وہ منادی عام ہوگی اور ہر قوم اس منادی کو اپنی اپنی زبان میں سنے گی۔

اس میں یہ پیشگوئی ہے کہ

۱۔ امام مہدی کے نام سے ایک عام صدا دی جائے گی۔

۲۔ یہ صدا ہر عام و خاص اور ہر قوم کے لئے ہوگی۔

۳۔ یہ صدا ہر قوم اپنی اپنی زبان میں سنے گی۔ یعنی ہر قوم اس آواز کو سمجھ لے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں:۔

وقت بیعت آوازی از آسماں شود بایں عبارت
ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی فاسمعوا لہ واطیعوا
وایں آواز خاص و عام آں مکان ہمہ بشنوند

(حضرت شاہ رفیع الدین: قیامت نامہ: ص:۴: مطبع مجتبائی دہلی)

یعنی امام مہدی کے دور میں بیعت کے وقت یہ آواز آسمان سے آئے گی کہ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی آواز سنو اور اس کی اطاعت کرو فرمایا کہ اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سنیں گے۔ اس میں بتایا گیا کہ

۱۔ اس دور میں امام مہدی کی تائید میں اور تصدیق میں آسمان سے آواز آئے گی۔

۲۔ اس آواز میں امام مہدی کی اطاعت کے لئے کہا جائے گا۔

۳۔ وہ آواز ہر خاص و عام کے لئے ہوگی۔

۴۔ اس کو ہر خاص و عام سنے گا یعنی اسے سمجھ لے گا۔

نواب نورالحسن خان صاحب اس پیشگوئی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ایک عام ندا ہوگی جو ساری زمین والوں کو پہنچے گی، ہر زبان والا اپنی اپنی زبان میں اس کو سنے گا...... آسمان سے ایک منادی بنام مہدی نداء کرے گا۔ مشرق و مغرب والے اس کو سنیں گے کوئی سوتا نہ رہے گا مگر جاگ اٹھے گا کوئی کھڑا نہ ہوگا مگر بیٹھ جائے گا کوئی بیٹھا نہ ہوگا مگر دونوں پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا۔ یہ ندا اس کے سوا ہے جو بعد ظہور مہدی کے ہوگی“۔

(نورالحسن خان: اقتراب الساعۃ: ص:٦٧: مطبع مفید عام: ١٣٠١ھ)

گویا اس پیشگوئی پر شیعہ سنی اتفاق ہے کہ مہدی کے زمانہ میں یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ اب اس کی کچھ مزید تفصیلات کی طرف چلتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

عن علی قال اذا نادی مناد من السماء ان الحق فی آل محمد فعند ذلك يظهر المهدی علی افواه الناس ويشربون حبه ولا يكون لهم ذكر غيره

(علامہ جلال الدین سیوطی: الحاوی للفتاوی: جلد: ۲: ص: ۱۴۰)

یعنی حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں جب ایک منادی آسمان سے آواز دے گا کہ حق آل محمد کے ساتھ ہے تو اس وقت مہدی لوگوں کے مونہوں پر ظاہر ہو جائے گا یعنی اس کا ذکر لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو جائے گا اور اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائے گی اور لوگ صرف مہدی کا ہی تذکرہ کریں گے۔ اس میں بتایا گیا کہ

۱۔ امام مہدی کے دور میں آسمان سے آواز آئے گی۔

۲۔ اس آسمانی آواز میں یہ اعلان ہوگا کہ لوکوصداقت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں ہے۔

۳۔ اس کے بعد مہدی کا ذکر زبان زدعام ہو جائے گا اور لوگوں میں اندرونی اور قلبی تبدیلیاں شروع ہو جائیں گی اور ان میں اس سچے امام کی محبت پیدا ہو جائے گی۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۵ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

ينادی مناد من السماء تسمع الفتاة فی خدرها ويسمع اهل المشرق والمغرب وفيه نزلت هذه الاية ان نشا ننزل عليهم من السماء اية فظلت اعناقهم لها خضعين

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد: ۵۲: ص: ۲۸۵: دار احیاء التراث العربی بیروت)

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد ۱۲: باب: ۲۶: ص: ۲۲۳: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء مترجم سید حسن امداد: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی ایک منادی آسمان سے آواز دے گا یہ آواز (ایسی زبردست ہوگی کہ) اسے ایک نوجوان لڑکی پردے میں رہتے ہوئے بھی سن لے گی اور مشرق و مغرب کے رہنے والے لوگ بھی

اسے سنیں گے فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے کہ:۔

”اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسا نشان نازل کردیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں“۔

اسی طرح سورۃ ق کی آیات نمبر ۴۲، نمبر ۴۳ جو کہ یہ ہیں۔

”واستمع يوم يناد المناد من مكان قريب يوم يسمعون الصيحة بالحق ذلك يوم الخروج“

امام جعفر صادق نے ان کے متعلق فرمایا کہ ”هى الرجعة“ یعنی یہ اس وقت ہوگا جب کہ امام مہدی کا زمانہ ہوگا۔

(ملا محسن فیض الکاشانی: تفسیر صافی: زیر سورۃ ق: آیت ۴۲، ۴۳: انتشارات کتاب فروشی محمودی)

یعنی سنو کہ ایک دن ایک خاص منادی قریب کی جگہ سے پکارے گا۔ جس دن لوگ ایک عظیم الشان ندا سنیں گے۔ یہ امر بالحق ہے یعنی قطعی طور پر پورا ہوگا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ خروج کا دن ہوگا۔ ان آیات کے متعلق حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ وعدہ زمانہ رجعت یعنی امام مہدی کے زمانہ میں پورا ہوگا۔

پیشگوئیوں میں صرف یہی مذکور نہیں ہے کہ اس زمانہ مہدی میں آسمان سے آواز آئے گی اور اسے ہر مشرقی اور مغربی سنے گا اور یہ پُرجلال آواز دنیا میں ایک ہلچل مچا دے گی بلکہ یہ پیشگوئیاں بھی ہیں کہ اس زمانہ میں ایسے نظام ہوں گے کہ آسمان سے آنے والی ان آوازوں کو سنا جاسکے گا بلکہ ایک دوسرے کو باوجود دُور رہنے کے دیکھا بھی جاسکے گا۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ:

انّ قائمنا اذا قام مدّالله لشيعتنا فى اسماعهم وابصارهم حتى يكون بينهم و بين القائم بريد يكلمهم فيسمعون و ينظرون اليه و هو فى مكانه

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد ۵۲: ص: ۳۳۶: دار احیاء التراث العربی بیروت)

سید حسن امداد صاحب شیعی نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

”جب ہمارے قائم کا ظہور ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں کی قوت سماعت اور قوت بصارت میں اتنا اضافہ کر دے گا کہ ان لوگوں اور امام قائم کے درمیان قاصد کی ضرورت نہ رہے گی امام اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے جو کچھ فرمائیں گے وہ یہ لوگ سنیں گے اور جب نظر اٹھائیں گے تو اپنے امام کی زیارت کرلیں گے“۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد:۱۲: ص:۳۴۶: ترجمہ سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں:۔

ان المومن فی زمان القائم وھو بالمشرق لیری اخاہ الذی فی المغرب و کذا الذی فی المغرب یری اخاہ الذی فی المشرق

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار: جلد:۵۲: ص:۳۹۱: دار احیاء التراث العربی بیروت)

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد:۱۲: ص:۴۶۶: باب:۲۷: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

یعنی مومن جو امام قائم کے زمانہ میں مشرق میں ہوگا وہ اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہوگا۔ اسی طرح وہ مومن جو مغرب میں ہوگا اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مشرق میں ہوگا۔

اسی طرح انوار نعمانیہ کے مصنف ان پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ینور اللہ سبحانه اسماعهم وابصارهم حتی انهم اذا کانوا فی بلاد والمهدی فی بلاد اخری یکون لهم من السمع والبصر مایرونه ویشاهدونه اقواله ویسمعون کلامه و مخاطبته و یتکلمون معه

(انوار نعمانیہ: ص:۱۴۰: بحوالہ تحذیر المسلمین: ص:۷۰: اللہ یار خان چکوال: مرتبہ عبدالرزاق ایم اے)

یعنی اللہ تعالیٰ امام مہدی کے زمانہ میں مومنوں کی قوت سماعت اور بصارت اس قدر منور

اور روشن فرما دے گا کہ اگر مومنین ایک ملک میں ہونگے اور امام مہدی کسی دوسرے ملک میں ہونگے تو ان کو وہ قوت سماعت اور بصارت دی جائے گی کہ وہ امام مہدی کو دیکھیں گے اور ان کے انوار کا مشاہدہ کر سکیں گے اسی طرح وہ امام صاحب کا کلام اور خطاب سن سکیں گے اور ان کے ساتھ ہم کلام بھی ہوسکیں گے۔

یہ وہ عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جن میں امام مہدی کے دور میں آسمان سے آواز آنے، مشرق و مغرب کے مومنوں کے اس آواز کو سن لینے، امام صاحب کے باوجود دور ہونے کے قریب سے دیکھے جانے، مومنوں کے مشرق و مغرب کے بُعد کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھ اور سن سکنے کا ذکر ہے۔

ان پیشگوئیوں پر سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ ان میں آج کے دور کے جدید سیٹلائٹ سسٹم کو بیان کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ امام مہدی کے زمانہ میں یہ ایجادات ہو جائیں گی اور ان سے استفادہ بھی کیا جائے گا۔ چنانچہ سردار محمد شفیع صاحب انہی احادیث کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:۔

”امام کے ظہور کے وقت حدیثوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ اللہ کا خلیفہ ہے اور مغرب و مشرق یعنی دنیا کا ہر کونہ آواز سنے گا“۔

یہ جو چودہ سو سال پہلے کی فرمائی ہوئی بات ہے اب سے صرف ایک سو سال پہلے تک براڈ کاسٹ اور ریڈیو کا تخیل بھی نہ تھا اور اب ہر آدمی ان حدیثوں کو سمجھ سکتا ہے کہ آسمان سے آواز آنے سے کیا مراد ہے؟ امام کی تقریروں اور امن عالم کا پیغام مغرب اور مشرق تک سنائی دے گا چودہ سو سال پہلے تو بہت دور کی بات ہے صرف ایک سو سال پہلے بھی یہ بات سمجھ نہ آسکتی تھی جو حضور سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے حکیمانہ انداز میں بیان فرمادی تھی۔

ینادی من السماء باسم المھدی فیسمع من بالمشرق و من بالمغرب

(سردار محمد شفیع: دور مستقبل، ص: ۱۸: مکتبہ اتحاد عالم سکھر)

آج اس دور میں ہر آدمی یہ جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ عظیم الشان پیشگوئی MTA کی صورت میں پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ یہ وہ واحد ٹی وی چینل ہے جو امام مہدی کے نام پر صدا دیتا ہے۔ مشرق کے لوگ مغرب کے بھائیوں اور مغرب کے مومن مشرق کے بھائیوں کو دیکھ اور سن رہے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی سماعت اور بصارت کو بہت تیز کر دیا ہے۔

کسی کے ذہن میں یہ بات خلش پیدا نہ کرے کہ اگر TV چینل کا قیام ہی اس کا مصداق ہے تو پھر تو اس سے بہت قبل دیگر لوگوں نے TV سٹیشن قائم کر لئے تھے تو یاد رہے کہ اول تو ان چینلز میں سے کوئی بھی امام مہدی کی طرف دعوت دینے کیلئے قائم نہیں ہوا جب کہ پیشگوئی میں شرط تھی امام مہدی کے حق میں وہ آواز آئے گی اور یہ مقصد صرف MTA مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ ہی پورا کرتا ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے جس طرح امام مہدی کیلئے آسمان سے آواز آئے گی کہ حق آل محمد کے ساتھ ہے اسی طرح شیطان کی طرف سے بھی آسمان سے آواز آئے گی کہ حق آل عیسیٰ کے پاس ہے۔ فرمایا کہ یہ شیطان کی آواز ہو گی۔

اس سے واضح ہے کہ اس زمانہ میں دو قسم کی آوازیں ہونگی۔ دو قسم کے ذرائع ہونگے۔

ایک وہ جو سچے امام مہدی اور مسیح کے ساتھ ہونگے اور وہ دین اسلام کے غلبہ اور اشاعت اسلام کیلئے کام کر رہے ہونگے۔

دوسرے اسی قسم کے ذرائع شیطان اور دجال کے پاس ہونگے اور وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا کام کریں گے۔

پس ان دونوں قسم کے TV چینلز کی موجودگی پیشگوئی میں مذکور ہے۔

ایک عظیم پہلو اس کا یہ ہے کہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً اس پیشگوئی کی خبر دی۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

ینادی منادی من السماء (بدر: ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

ایک منادی آسمان سے پکارے گا۔

(تذکرہ: ص: ۴۴۶: الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ: ۱۹۶۹ء)

اور یہ وہی عربی الفاظ ہیں جن میں پہلے بزرگوں نے پیشگوئی کی ہوئی ہے چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت امام باقرؒ اور حضرت امام جعفر صادقؒ نے بعینہٖ انہی الفاظ میں یہ پیشگوئی فرمائی ہے۔ دوسرے ینادی مناد من السماء باسم المہدی کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ خود امام مہدی یہ کام نہ کریں گے بلکہ ان کے نام پر کوئی اور پکارنے والا یہ آواز دے گا۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود کی وفات کے بعد آپ کے چوتھے خلیفہ و جانشین حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریعہ یہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ الحمدللہ

پس یہ عظیم الشان پیشگوئی آج پوری ہو چکی ہے۔ ۱۸ جنوری 1991ء سے باقاعدہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کی روزانہ سروس کا آغاز ہوا اور اس وقت تمام دنیا میں یہ چینل چوبیس گھنٹے خدمت کر رہا ہے۔

۷۔ علم فلکیات

سورۃ التکویر میں اللہ تعالیٰ نے ایک آسمانی علامت کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ:۔

واذا السماء کشطت (التکویر: ۱۲)

یعنی جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی۔

اب واضح ہے کہ آسمان کوئی ایسا جانور تو ہے نہیں کہ جس کی ظاہری کھال اتاری جائے البتہ یہ محاورہ ہے کہ "بال کی کھال اتارنا" یعنی جب کسی ایسی چیز کے بارہ میں جس کی کھال ہی نہ

ہو اس کی کھال کے اتارے جانے کا ذکر ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ خوب تحقیق کرنا۔ مراد یہ ہے کہ اس زمانہ میں آسمان کے متعلق خوب تحقیق کی جائے گی یعنی اس زمانہ میں علم ہیئت وغیرہ ترقی کر جائیں گے۔

چنانچہ یہ علامت جس وضاحت کے ساتھ اس دور میں پوری ہوئی ہے اس کی نظیر پورے سلسلہ انسانیت کی تاریخ گذشتہ میں کہیں نہیں ملتی۔ ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ زمین پر بیٹھے ہر چیز کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں کہ جو خود اوپر جا کر تصاویر نیچے بھجوا رہے ہیں حد تو یہ ہے کہ انسان خود آسمانی اجرام تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ علم ہیئت پر ایسی قطعی اور تحقیقی کتب آ چکی ہیں کہ اس سے قبل ان کا گمان کرنا بھی ناممکن تھا۔ اجرام فلکی کی ہر حرکت دیکھی جا رہی ہے۔ ایک ایک سیکنڈ کی حرکت کو نوٹ کیا جا رہا ہے۔ یہ تحقیقات ایک طرف تو قرآن مجید کے عالم الغیب خدا کی طرف سے ہونے پر قطعی دلیل ہیں تو دوسری طرف ظہور مسیح و مہدی کے زمانہ کو ثابت کرتی ہیں۔

ضروری نوٹ

قرآن مجید نے آخری زمانہ میں جو مسیح و مہدی کا دور ہے اس میں ظاہر ہونے والی علامات کا بہت مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے سورۃ التکویر بھی ہے۔ اس پر اگر غور کیا جائے تو اس میں آخری زمانہ کی علامات کا ذکر ہے۔ کیونکہ اگر ہم انہیں قیامت کے واقعات قرار دیں تو یہ بات خلاف واقعہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ قیامت کو تو ہر چیز تباہ و برباد ہو جائے گی۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ سورج کے ڈھانکے جانے کا ذکر فرماتا ہے۔ ستاروں کے تباہ ہونے کا نہیں بلکہ دھندلائے جانے اور مکدر ہونے اور روشنی نہ دینے کا ذکر فرماتا ہے۔ پہاڑوں کے تباہ ہونے کا نہیں بلکہ چلائے جانے کا ذکر فرماتا ہے۔ جانوروں کے تباہ و برباد ہونے کا نہیں بلکہ ایک طرف تو دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں

کے چھوڑے جانے اور دوسری طرف وحشی جانوروں کے اکٹھے کئے جانے کا ذکر فرماتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگر اس سے مراد قیامت ہے تو قیامت کے دن اونٹنیوں کو چھوڑنے اور وحشیوں کو اکٹھے کئے جانے کا ذکر کیوں فرمایا؟ اگر قیامت کے خوف کی وجہ سے اونٹنیوں کو چھوڑا جائے گا تو وحشی جانوروں کو کس بے خوفی کی وجہ سے اکٹھا کیا جائے گا؟ اور پھر اس قیامت میں ہر ایک کو اپنی فکر ہوگی نہ کہ وحشی جانور جو انسانوں کے دشمن ہیں انہیں انسان اکٹھا کرنے لگے گا۔ فتدبر پھر اللہ تعالیٰ دریاؤں کے تباہ و برباد ہونے کا ذکر نہیں فرماتا بلکہ اس سے آگے نہروں کے جاری ہونے کا ذکر فرماتا ہے یہاں یہ بھی ضروری بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں یہی رہنمائی دی ہے کہ یہ علامات درحقیقت آخری زمانہ کی علامات ہیں۔ چنانچہ آپ نے مہدی و مسیح کے زمانہ کا ذکر فرماتے ہوئے ایک اس علامات کا ذکر فرمایا۔

ولتترکن القلاص فلا یسعی علیہا

(مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

اور قرآن مجید نے واذا العشار عطلت (التکویر:۵) کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے۔

یعنی جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جس علامت کا ذکر فرمایا اسی علامت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کی علامات میں بیان فرما کر یہ نکتہ سمجھا دیا کہ درحقیقت یہ علامات آخری زمانہ جو کہ مسیح و مہدی کا زمانہ ہے میں ظاہر ہوں گی۔

☆☆☆

باب چہارم

زمانہ مسیح ومہدیؑ میں ظاہر ہونے والی زمینی علامات

پیشگوئیوں کے اندر اس دور میں زمینی علامات کی فہرست بہت طویل ہے۔ سورہ التکویر میں بھی زمین پر ہونے والی ایسی علامات کا ذکر ہے جو کہ اب ہر کس و ناکس کو پوری ہوتی نظر آتی ہیں چنانچہ ان علامات میں فرمایا۔

۱۔ پہاڑوں کا چلایا جانا

وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ (التکویر:۴) یعنی جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔ اب اس دور میں پہاڑوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جانا ہر ایک کو معلوم ہے۔ پورے پورے پہاڑ کاٹ کاٹ کر دور دراز علاقوں میں لے جا کر سڑکیں بنا دی گئیں۔ انہیں کرش کر کے سیمنٹ بنا کر ملک کے کونے کونے میں پہاڑ نما اور دیوہیکل عمارات بنا دی گئیں۔

۲۔ اونٹوں کا بیکار ہونا

فرمایا وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر:۵) جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔

"یعنی ریل اور موٹر ایجاد ہو جائیں گے تو حجاز میں اونٹوں پر سفر کرنے کی ضرورت بہت کم ہو جائے گی۔ دس مہینے کی گابھن اونٹنی اس لئے کہا کہ جب اونٹنی دس مہینے کی گابھن ہو تو اس کے بچہ کے انتظار میں اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور تبھی اسے چھوڑا جا سکتا ہے جب اونٹ کی ضرورت باقی نہ رہے"۔

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ تفسیر صغیر: زیر آیت مندرجہ بالا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اونٹنیوں کے آخری زمانہ میں چھوڑے جانے کی یہی وجہ بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

ولتترکن القلاص فلایسعی علیہا

(مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

یعنی اس زمانہ میں اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اوران سے بھاگ دوڑ کا کام نہیں لیا جائے گا۔ یعنی اونٹنیوں کو چھوڑنے کی وجہ ان کا سفر کیلئے استعمال نہ ہونا ہے۔ کیونکہ اس سے بہتر ذرائع سفر میسر ہوجائیں گے۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں۔

قولہ ولتترکن القلاص ای لایعمل علی القلاص وھو بکسر القاف جمع القلوص بفتحھا وھی الناقۃ الشابۃ

(مسلم: جلداوّل: کتاب الایمان: باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم حاکماً بشریعۃ تبینا صلی اللہ علیہ وسلم: صفحہ۹۴: حاشیہ: مطبوعہ دارالطباعۃ العامرہ ۱۳۲۹ھ)

یعنی ولتترکن القلاص کا مطلب یہ ہے کہ اونٹنیوں پر کام نہ کئے جائیں گے۔ فرماتے ہیں کہ قلاص قلوص کی جمع ہے اور اس سے مراد جوان اونٹنی ہوتی ہے۔

پس ہمارے اس دور میں ہر قسم کی سواریوں یعنی موٹروں اورگاڑیوں وغیرہ کی ایجاد سے یہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے۔

۳۔ وحشیوں کا حشر

فرمایا واذالوحوش حشرت (التکویر:۶)

یعنی جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔

یہ آیت کریمہ ظاہر فرمارہی ہے کہ یہاں قیامت کبری کا ہرگز ذکر نہیں کیونکہ اگر یہاں پہ

وحوش سے مراد جنگلی جانور اور وحشی درندے لئے جائیں تو اوّل تو جانوروں کے قیامت کے دن حشر کئے جانے کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ حشر تو حساب کتاب کیلئے اور سزا جزا کے لئے ہوگا اور یہ صرف انسانوں سے خاص ہے۔ جانوروں کا تو کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ اور دوسرے کیا وحوش کے علاوہ جو جانور پالتو ہیں کیا ان کا حشر نہ ہوگا؟ اگر ایسا ہوگا کہ جنگلی جانوروں کا تو حشر ہوگا مگر غیر جنگلی جانوروں کا حشر نہ ہوگا تو اس تخصیص کی کوئی وجہ ہونی چاہئے جو کہ کہیں بھی مذکور نہیں ہے۔

پس یہ آیت کریمہ بھی واضح طور پر ظاہر فرما رہی ہے کہ اس آیت اور دیگر آیات میں مذکور علامات کا تعلق اسی دنیا سے ہے اور یہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے۔

پس اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ:

اس زمانہ میں جنگلی جانوروں کو اکٹھا کیا جائے گا جیسا کہ آج کل چڑیا گھر بنائے جاتے ہیں اور وہاں ہر قسم کے جنگلی جانور جمع کئے جاتے ہیں۔

۴۔ دریاؤں سے نہریں

پھر ایک علامت یہ لکھی تھی۔

واذا البحار سجرت (التکویر:۷)

یعنی جب دریاؤں کو پھاڑا جائے گا۔

سجر کے معنی پانی نکال کر اپنی مرضی کے مطابق لے جانا ہوا کرتا ہے۔ (اقرب)

اور ایک معنی پانی کے خشک کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ ان دونوں معنوں کو ملائیں تو مطلب یہ ہے کہ جب دریاؤں سے نہریں وغیرہ نکال کر انہیں خشک کردیا جائے گا۔ چنانچہ آج ہر ملک میں نہروں کا نظام جاری ہو چکا ہے۔ دریاؤں سے نہریں نکال کر دور دراز علاقوں کو آباد کردیا گیا ہے۔

۵۔ نفوس کا جمع ہونا

پھر فرمایا واذا النفوس زوجت (التکویر:۸)

جب نفوس یعنی انسان جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس میں ذرائع رسل رسائل اور سفر کرنے کے جدید ذرائع کا ذکر ہے کیونکہ ان کے ذریعہ تمام دنیا جمع ہو گئی ہے۔ اس طرح انسانوں کے جمع ہونے کا نظارہ آج ہر انسان کر رہا ہے۔ اور عملاً وہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔

ہمارے آج کے دور میں ساری دنیا کے انسانوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ٹیلیفون وائرلیس اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ آج ساری دنیا جمع ہو چکی ہے۔ یہ نظارہ اس سے قبل کبھی چشم فلک نے نہ دیکھا تھا مگر وہ پیشگوئی جو قرآن مجید نے بیان فرمائی تھی۔ آج مثل فلق الصبح پوری ہو چکی ہے۔

۶۔ لڑکی کا قتل جرم

پھر ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ واذا الموءدہ سئلت بای ذنب قتلت (التکویر:۹۔۱۰)

یعنی جب زندہ درگور کی جانے والی کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ مراد یہ ہے کہ اس زمانہ میں قانون بن جائے گا کہ اگر کوئی شخص زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی بچی کو مار دے گا تو یہ اس کا جرم سمجھا جائے گا اور اس سے پوچھ گچھ ہوگی یعنی اسے سزا دی جائے گی۔ گویا لڑکیوں کو زندہ گاڑا جانا اور ہلاک کیا جانا قانونی جرم بن جائے گا۔ اور آج یہ قانون ہر ملک میں موجود ہے۔

۷۔ صحف وکتب کا پھیلنا

ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ:۔

واذا الصحف نشرت (التکویر:۱۱)

اور جب صحف یعنی کتابوں کو خوب پھیلا دیا جائے گا۔

اس میں کئی پیشگوئیاں مضمر ہیں۔ اوّل یہ کہ اس زمانہ میں کتابیں چھاپنے کے آلات ایجاد ہو چکے ہونگے۔

دوم: ان آلات اور مشینوں کے ذریعہ سے کثرت سے کتب ورسائل شائع ہونگے۔

سوم: یہ کہ اس زمانہ میں ذرائع رسل ورسائل بھی ایسے ہو جائیں گے کہ ان کے ذریعہ ان کتب ورسائل کی اشاعت ہو سکے اور ان کو خوب پھیلا دیا جائے۔

آج ہمارے اس دور میں ہر کس وناکس اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کو ملاحظہ کر رہا ہے۔

۸۔ زمین میں انقلاب

آخری زمانہ کی علامات کا ذکر قرآن مجید نے سورۃ الزلزال میں بھی فرمایا ہے۔

چنانچہ فرمایا:۔

"اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا" (الزلزال:۲،۳)

یعنی اس زمانہ میں زمین کو خوب ہلا دیا جائے گا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زمین اپنے بوجھ (خزائن) باہر نکال دے گی۔

حدیث میں اس کی مزید تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقیٔ الارض افلاذ کبدھا امثال الاسطوان من الذھب والفضة۔

(ترمذی: ابواب الفتن: باب ما جاء فی اشراط الساعة)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے اور چاندی کے ستونوں کی صورت میں باہر نکال پھینکے گی۔

مطلب واضح ہے کہ آخری زمانہ میں زمین سے سونے، چاندی یعنی معدنیات کے پہاڑ دریافت کر کے نکالے جائیں گے۔ ہمارے اس دور میں جو کہ مسیح و مہدی کا دور ہے یہ قرآنی پیشگوئی جسے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام نے بھی واضح طور پر بیان فرمادیا تھا کس عظمت سے پوری ہو چکی ہے۔

گزشتہ معلومہ تاریخ انسانیت میں ہمیں معدنیات اور زمینی ذخائر کے اس قدر دریافت ہونے کی مثال نہیں ملتی جتنی کہ اس دور میں یہ دریافتیں ہوئی ہیں۔

۹۔ مشرقی آگ

زمانہ مہدی کی علامات میں سے ایک علامت مشرقی علاقہ میں سے آگ کا ظاہر ہونا ہے۔ یہ آگ جو غیر معمولی ہوئی تھی اور جسے روایات کے مطابق کافی دنوں تک ظاہر ہوتے رہنا تھا ایک عظیم علامت ہے چنانچہ شیعوں کی حدیث کی کتاب بحار الانوار میں یہ پیشگوئی ان الفاظ میں پائی جاتی ہے۔

”نار تظھر بالمشرق طویلا و تبقی فی الجو ثلاثة ایام

مشرق سے ایک طویل آگ کا ظاہر ہونا اور فضا میں تین یا سات دن تک باقی رہنا“۔

(ملا محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد نمبر ۱۲: ص: ۱۲۱، ۱۲۲: ۳۰ جون: ۱۹۹۴ء: ترجمہ سید حسن امداد: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

اھل سنت والجماعت کی کتاب لاشاعۃ الاشراط الساعۃ میں یہ علامت ان الفاظ میں ملتی ہے۔

ومنھا ظھور نار عظیمۃ من قبل المشرق ثلاث لیال أو سبع لیال

(محمد بن رسول الحسینی البرزنجی: الاشاعۃ لاشراط الساعۃ: ص: ۶۱: طبع اوّل: مطبوعہ: مصر)

یعنی مہدی کے ظہور کی علامات میں سے ایک بہت بڑی آگ کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی ہے جو کہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگی اور تین یا سات دن تک رہے گی۔ اور یہ علامت حضرت مرزا صاحب جو کہ مدعی مسیحیت ومہدویت ہیں کے زمانہ میں اگست ۱۸۸۳ء میں ظاہر ہوئی۔ یہ آگ مشرق کی طرف "جاوا" سے نکلی اور بہت دنوں تک اس کے آثار نظر آتے رہے۔ اس کی جائے وقوعہ جاوا اور سماٹرا کے درمیان آبنائے سوندا پر آباد جزائر کے مجموعہ میں کراکٹوعہ تھا۔ کراکٹوعہ کا جزیرہ جو سب سے بڑا ہے اور ساڑھے پانچ میل لمبا ہے اس کے جنوبی کنارہ پر رکاٹہ کا ۳۰۰۰ (تین ہزار) فٹ اونچا آتش فشاں پہاڑ ہے۔ اس نے پھٹ کر ایک قیامت برپا کر دی۔ اس کا حال کچھ اس طرح پہ بیان کیا گیا ہے۔

"۲۷ اگست ۱۸۸۳ء، سوموار کے روز صبح دس بجے تھے کہ کراکٹوعہ پھٹ پڑا جس نے تمام دنیا کو ہلا دیا۔ سمندر اپنی تہہ تک تلملا اٹھا۔ آگ تو سمندر سے بھی پھوٹ نکلی۔ آسمان قطعی نظروں سے اوجھل ہوگیا بے شمار جانی نقصان ہوا۔ کراکٹوعہ کا جزیرہ ہوا میں اڑ گیا۔ اس کی سب سے بلند چوٹی آٹھ سو میل کے فاصلے پر جا گری جہاں ایک جزیرہ نمودار ہوگیا۔ ایک ہزار (میل) کے فاصلہ تک نیوگنی، آسٹریلیا، سیلون تک شور سنائی دیا اور جاوا سماٹرا میں تو کان بہرے کر دینے والا شور برپا تھا۔

دروازے اور کھڑکیاں ٹوٹ گئیں۔ تصاویر شمعدان چھتوں اور دیواروں سے گر پڑیں۔

جھٹکوں ...... سے پتھروں کی دیواروں میں بھی سوراخ اور دراڑیں آ گئیں۔ ڈچ سائنسدان کا مشاہدہ یہ تھا کہ اس نے آگ کی ایک لمبی قطار سمندر کے عین وسط میں دیکھی جو آبنائے سے شروع ہوکراکٹوعہ تک چلی گئی تھی اور سمندر کی تہہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھٹ کر کھل گئی ہے۔ سمندر خشک ہوگیا ہے اور آگ اس کے پاتال سے نکل رہی ہے۔ گویا وہ آگ کی دیواریں آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ ایک دوسرے پر شعلے برسا رہی ہیں۔ جن سے دھماکے اور شور اٹھ رہا ہے۔ یہ دیواریں کبھی گرتی ہیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور ان کے درمیان ایک گہری غار پیدا ہوگئی ہے جس میں سمندر کا پانی بڑے جوش اور تیزی کے ساتھ داخل ہو رہا ہے اور خیال تھا کہ اس بے پناہ پانی کی دھار سے یہ آگ ٹھنڈی ہو جائے گی مگر نہیں۔ پانی غرل غرل ایک اتھاہ گڑھے میں جا رہا تھا اور آگ برابر اسے باہر زور سے بلندی پر پھینک رہی تھی۔ جیسے اژدھا پھنکارے مار رہا ہو اور منہ سے آگ اور پانی نکلتا ہو۔

سوائے اس کے کہ دنیا کا انجام پہنچ گیا ہو یا قریب ہو ورنہ سمندر اس قدر ہیبت ناک مصیبت میں گرفتار نہیں ہو سکتا تھا۔ پانی کی سو فٹ بلند دیوار سطح آگ کے ہمراہ اٹھتی تھی اور ساحلوں کی طرف دوڑتی تھی۔ اردگرد کا پانی سب ابل رہا تھا۔ گرم تھا حتی کہ آخری گرم لہر (جو آج ورود زمانہ سے بے شک عجیب معلوم دے) مگر لندن کے شہر دریائے ٹیمز تک پہنچی“۔ (ملک محمد مستقیم: روزنامہ الفضل: ۱۱ مارچ ۱۹۶۳ء ص: ۶: ربوہ)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے:

یعنی ۱۸۸۳ء میں جزائر ملائشیا میں کراکٹوعہ آتش فشاں شدید دھماکہ کے ساتھ پھٹ پڑا۔ جس کے نتیجہ میں ایسی شدید سمندری لہریں پیدا ہوئیں جنہوں نے پڑوسی جزائر جاوا اور سماٹرا کے ساحلی علاقوں کو غرق کر دیا اور (۳۶۰۰۰) چھتیس ہزار لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:۔

”کراکاٹوآ (Krakatoa) آتش فشاں جزیرہ انڈونیشیا میں آبنائے سنڈا میں جاوا

اور سماٹرا کے درمیان۔ ۱۸۸۳ء میں اس کے پھٹنے سے ملحقہ علاقوں میں بہت تباہی مچی تھی اور بحرِ ہند میں مڈغاسکر کے ساحل مشرقی افریقہ تک ملبہ پھیل گیا تھا"۔

(اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا: جلد دوم: ص: ۱۱۸۸: زیرِ لفظ کراکاٹوآ: ایڈیشن اوّل: ۱۹۸۸ء: شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

اخبار جدیدہ روزگار مدراس اس کے متعلق لکھتا ہے:۔

"کراکیٹو کا آتش فشاں پہاڑ کے پھٹ جانے کے باعث یہاں کی تباہی و بربادی اس قدر ہوئی ہے کہ جس کا اظہار ممکن ہی نہیں ہنوز پوری آفت رسیدگوں کی تفصیل غیر معلوم فقط ایک ضلع ترنجن نامی کے دس ہزار آدمی غرقاب ہوئے اور اسی ضلع کے متعلق یا نام کے موضع کے لوگ فقط جل کر خاک ہوئے جن کا شمار نہیں کر سکے۔ سماٹرا کے کنارے پر موضع ٹی لاک بھوٹھان کا ملا سمندر میں غرق ہو گیا"۔

(جدیدہ روزگار: نمبر ۳۸: ص: ۵: مورخہ ۹ ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ: ۲۲ ستمبر ۱۸۸۳ء)

اس طرح تیرہ سو سال قبل کی یہ پیشگوئی عظمت کے ساتھ پوری ہو گئی۔

حضرت مرزا صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی ہوا کہ تیرہ سو برس بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دروازہ کھل گیا ...... ایسا ہی جاوا کی آگ بھی لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کی"۔

(ایام الصلح: ص: ۸۰: روحانی خزائن: جلد ۱۴: ص: ۳۰۶)

۱۰۔ مشرق سے مغرب کی طرف حشر

احادیث میں آخری زمانہ مسیح موعود علیہ السلام کی علامات میں سے ایک یہ علامت آئی ہے کہ اس زمانہ میں ایک آگ ایسی ظاہر ہو گی جو کہ لوگوں کو مشرقی علاقوں سے مغربی علاقوں کی طرف کھینچ لے جائے گی۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوّل اشراط الساعة نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب

(بخاری: کتاب الفتن: باب خروج النار)

یعنی آخری زمانہ کی شرائط میں سے اوّل شرط یہ ہے کہ ایک ایسی آگ ظاہر ہوگی جو کہ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ یہاں پر ''نار'' آگ سے مراد فتنہ کی آگ ہے۔ کیونکہ نار کا لفظ عربی زبان میں فتنہ کی آگ کیلئے عام استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ فرمایا:۔

کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفاھا اللّٰہ (المائدہ:٦٥)

کہ جب بھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔ یہاں پر ''نار'' آگ سے مراد ظاہری آگ نہیں بلکہ جنگ کا فتنہ مراد ہے۔

گویا اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آخری زمانہ کی اوّل درجہ کی شرائط یعنی عظیم الشان علامات میں سے ایک علامت وہ فتنہ ہے جس کی وجہ سے لوگ مشرقی علاقوں سے مغربی علاقوں کی طرف جائیں گے۔

یہاں پر اوّل اشراط الساعة کہہ کر اس کی عظمت اور ہیبت ناک ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

دیگر احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے عظیم فتنہ دجالیت کا فتنہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما بین خلق ادم الی قیام الساعة خلق (فی روایة امر) اکبر من الدجال

(مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعة: باب فی بقیة من احادیث الدجال)

یعنی آدم سے لیکر قیامت تک سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہے۔

پس ان دونوں روایات کو ملائیں تو ان میں یہ پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ کی علامات میں سے ایک بہت بڑی علامت دجال کا فتنہ ہے۔ اور اس فتنہ کا ایک پہلو یہ ہوگا کہ لوگ مشرقی علاقوں سے مغربی علاقوں کی طرف جائیں گے۔ وہاں جانا پسند کریں گے۔

آج ہمارے اس دور میں ہر انسان اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا گواہ بن چکا ہے۔ دجال کے پیدا کیے ہوئے معاشی علمی سیاسی اور ثقافتی فتنے ایسے ہیں کہ مشرقی لوگ کشاں کشاں مغرب کی طرف کھینچے جا رہے ہیں اور ایک حشر ہے جو برپا ہو چکا ہے۔ اور یہی وہ حشر ہے جس کا اس پیشگوئی میں ذکر ہے۔

اس کے علاوہ علوم جدیدہ کا فتنہ ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ سے گمراہی کے ایسے اسباب پیدا کیے جا چکے ہیں کہ اس فتنہ سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امور مشرقی لوگوں کو مغرب کی طرف کھینچے کیلئے ایک طاقتور انجن یا مقناطیس سے کم نہیں اس طرح یہ پیشگوئی بڑی عظمت سے پوری ہو چکی ہے۔

۱۱۔ حج کا بند ہونا

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کے زمانہ کی علامات میں سے ایک اس علامت کا ذکر فرمایا کہ اس کے زمانہ میں عارضی طور پر کچھ عرصہ کیلئے حج بند ہو جائے گا۔ چنانچہ بخاری کی روایت اسی طرح ہے۔

”عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیحجن البیت ولیعتمرن بعد خروج یاجوج و ماجوج ----- وقال عبدالرحمن عن شعبة لاتقوم الساعة حتی لایحج البیت“۔

(بخاری: کتاب الحج: باب: قول اللّٰہ تعالیٰ جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس ...... الخ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج کے ظاہر ہونے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ جاری رہے گا ...... عبدالرحمٰن نے شعبہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ خانہ کعبہ کا حج بند نہ ہو۔

یہ دو احادیث امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ہی باب کے تحت درج فرمائی ہیں اور بظاہر ان میں آپس میں تعارض پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک حدیث دوسری کے خلاف ہے۔ مگر اس میں نہایت عظیم الشان امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ بخاری کے مشہور شارح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی کتاب فتح الباری میں اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

وانما قال ذلك لان ظاهرهما التعارض لان المفهوم من الاوّل ان البيت يحج بعد اشراط الساعة ومن الثانى انه لا يحج بعدها ولكن يمكن الجمع بين الحديثين فانه لا يلزم من حج الناس بعد خروج يا جوج و ماجوج ان يمتنع الحج فى وقت ماعند قرب ظهور الساعة

(i۔ علامہ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح بخاری: کتاب الحج: باب قول اللہ جعل اللہ الکعبۃ ...... الخ)

یہی بات (ii) حاشیہ بخاری جلد اوّل صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی پر اور (iii) علامہ قسطلانی کی ارشاد الساری شرح بخاری: جلد: ۳: صفحہ: ۱۷۵: مطبوعہ مصر میں مندرجہ بالا حدیث کی شرح میں درج ہے۔

یعنی ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض پایا جاتا ہے کیونکہ پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آخری زمانہ کی علامات کے ظاہر ہونے کے بعد بھی حج جاری رہے گا اور دوسری حدیث کا

مفہوم یہ ہے کہ اس کے بعد حج نہیں ہوگا۔ مگر ان دونوں حدیثوں میں تطابق اس طرح ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج کے ظہور کے بعد حج کے جاری رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آثار قیامت کے ظہور کے قریب کسی زمانہ کیلئے حج منع ہو جائے۔

اس حدیث اور اس کی اس شرح کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ آخری زمانہ میں یاجوج ماجوج وغیرہ کے ظہور کے باوجود خانہ کعبہ کا حج اور عمرہ جاری رہے گا۔ یعنی یاجوج ماجوج وغیرہ مسلمانوں کو ان کے اس فریضہ کی ادائیگی میں روک نہ ڈالیں گے۔

۲۔ یاجوج ماجوج کے ظہور کے بعد کسی زمانہ میں عارضی طور پر حج بند ہوگا۔ اور اس کی وجہ یاجوج ماجوج نہ ہونگے بلکہ کوئی اور وجہ ہوگی۔

۳۔ چونکہ یاجوج ماجوج اور مسیح موعود کا ظہور دونوں آخری زمانہ کی علامات ہیں اور ان کا زمانہ ظہور بھی ایک ہی ہے اس لئے پتہ چلا کہ یہ حج کے عارضی بند ہونے کا واقعہ مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا۔ یعنی اس وقت مسیح موعود دنیا میں ظاہر ہو چکے ہونگے۔

۴۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ان احادیث کو اکٹھا بیان فرمانا اور ان میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہونا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ علامات خاص آخری زمانہ کی علامات ہیں۔

یعنی اس وقت یاجوج ماجوج بھی ہو، مسیح موعود بھی ہو اور پھر عارضی طور پر حج بند ہو اور اس بندش کا موجب یاجوج ماجوج نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو۔ اس لحاظ سے یہ غیب پر مشتمل پیشگوئی ۱۹۰۰ء۔۱۸۹۹ء میں پوری ہوگئی ایک طرف یاجوج ماجوج ظاہر ہوگئے۔ یہاں تک کہ علامہ محمد اقبال نے لکھا کہ:۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
اے چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

دوسری طرف اس وقت مدعی مسیحیت و مہدویت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام موجود تھے۔ اور آپ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق طاعون پھیل گئی اور اس طاعون کی وجہ سے اس سال برصغیر کے مسلمان یعنی اس علاقہ کے مسلمان حج پر نہ جا سکے اور طاعون کی وجہ سے انہیں وہاں جانے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اس علامت کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

> ’’پانچواں نشان حج کا بند ہونا ہے جو صحیح حدیث میں آ چکا ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں حج کرنا کسی مدت تک بند ہو جائے گا سو باعث طاعون ۱۸۹۹ء۔۱۹۰۰ء وغیرہ میں یہ نشان بھی ظہور میں آ گیا‘‘۔

(حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن: جلد: ۲۲: ص: ۲۰۶)

علامات کبریٰ

قرآن و حدیث میں اور بھی ایسی علامات زمینی کا ذکر ہے جن کا تعلق مسیح و مہدی کے زمانہ کے ساتھ ہے۔ علماء محققین نے انہیں علامات کبریٰ قیامت سے قرار دیا ہے۔ ان میں مسیح کا نزول، دابۃ الارض کا خروج، یاجوج ماجوج کا ظہور اور دجال اور شر دجال کا ظاہر ہونا ہیں۔ علامہ قرطبی ان آیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”ھذہ ھی الآیات العظام“ یہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتیٰ و امور الآخرۃ الجزء الثانی: صفحہ ۳۵۵: باب اشراط الساعۃ وعلاماتھا)

علامات کبریٰ معنوی طور پر ہی پوری ہونگی

علامات کبریٰ قیامت کا ظہور معنوی طور پر ہی ہو سکتا ہے۔ ہرگز اسی طرح اور ظاہراً نہیں ہو سکتا جیسا کہ بظاہر ان کو بیان کیا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے اچانک آ جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر قیامت کی علامات کبریٰ روز روشن کی طرح واضح ہو جائیں تو قیامت کے اچانک آنے کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ منہ حتی تاتیھم الساعۃ بغتۃ اویاتیھم عذاب یوم عقیم (الحج:۵۲)

یعنی کافر لوگ اس وقت تک شک میں ہی مبتلا رہیں گے جب تک کہ اچانک قیامت نہ آ جائے یا پھر ان پر اس دن کا عذاب آ جائے جو تباہ کن ہو۔

اس سے واضح ہے کہ قیامت کے اچانک آ جانے کے دن تک کفار شک میں رہیں گے اور اگر علامات کبریٰ قیامت کی ظاہراً پوری ہو جائیں تو شک کی گنجائش ہی کہاں رہے گی۔ اور ان علامات کے ظہور کے بعد کون ایسا کافر رہے گا جو علامات کبریٰ قیامت کو دیکھتے ہوئے پھر بھی شک میں پڑا رہے۔

پس یہ علامات جو کہ قیامت کی علامات کبریٰ ہیں یہ معنوی طور پر ہی پوری ہوں گی اور غور و فکر کرنے والے انہیں خوب سمجھ لیں گے اب ہم ان میں سے چند نشانیوں پر غور کرتے ہیں ان میں سے پہلی علامت دابۃ الارض کا خروج ہے۔

۱۲۔ دابۃ الارض

دابۃ الارض کے بارہ میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ ہم اسے یہاں پر خلاصۃً درج کر دیتے

ہیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:۔

دابۃ الارض منہ سے کھائے گا اور اپنی سرین سے بولے گا۔ آپ نے فرمایا تاکل بفیھا وتحدث من استھا۔

(علامہ علاء الدین علی المتقی: کنز العمال: جلد: ۱۴: ص: ۶۲۴: حدیث: ۳۹۷۴۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ دابۃ الارض وہی ہے جس کے متعلق تمیم الداریؓ نے بتایا ہے۔ ھی الدابۃ التی اخبر تمیم الداری عنھا۔

(سراج الدین ابی حفص عمر بن الوردی: خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب: ایڈیشن دوم: صفحہ ۲۲۵: مطبوعہ مصر)

اس میں جس طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے متعلق مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

فلقیتھم دابۃ اھلب کثیر الشعر لا یدری ماقبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر

(مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ: باب قصۃ الجساسۃ)

یعنی انہیں (حالت کشف میں) وہاں پر ایک ''دابۃ'' ملا جو کہ بہت زیادہ بالوں والا تھا۔ بال اتنے زیادہ تھے کہ اس دابۃ کے آگے اور پیچھے کا علم نہ ہوتا تھا۔ اس کی شرح میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

"قال الخطابی والمازری: والمھلب الشعر الغلیظ وقال اھلب علی معنی الحیوان او الشخص...... والاھلب ایضاً عند بعض اھل اللغۃ: الذی لا شعر علیہ وھو من الاضداد"

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ الجزء الثانی صفحہ ۴۴: باب ذکر الدابۃ و صفتھا)

یعنی علامہ خطابی اور مازری نے کہا ہے مھلب کے معنی بہت گھنے بالوں کے ہوتے ہیں اور اھلب کا اطلاق حیوان پر بھی ہوتا ہے اور انسان پر بھی ہوتا ہے...... بعض اہل لغت کے نزدیک اس کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس پر کوئی بال نہ ہو اور یہ لفظ اضداد سے ہے۔ (یعنی اس کے دونوں معنی ہوتے ہیں۔ بہت بالوں والا یا پھر بالوں کے بغیر) اور یہ لفظ انسان کے لئے بھی

استعمال ہوتا ہے اور حیوان کیلئے بھی۔

مسلم کی روایت کے مطابق "دابۃ" نے اپنا نام "جساسہ" بتایا ہے۔

(مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعۃ: باب قصۃ الجساسۃ)

ابن عباسؓ نے دابۃ الارض سے مراد وہ سانپ لیا ہے جو کہ کعبہ کی دیوار پر تھا اور جب قریش نے تعمیر کعبہ کا ارادہ کیا تھا تو اسے عقاب اٹھا کر لے گیا تھا۔

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ الجزء الثانی: صفحہ:۴۳۸: باب ذکر الدابۃ وصفتھا)

حضرت ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ:۔

انھا جمعت من خلق کل حیوان فرأسھا رأس ثور و عینھا عین خنزیر و اذنھا اذن فیل و قرنھا قرن ایل و عنقھا عنق نعامۃ و صدرھا صدر اسد ولونھا لون نمر و خاصرتھا خاصرۃ ھر وذنبھا ذنب کبش وقوائمھا قوائم بعیر بین کل مفصل اثنا عشر ذراعاً۔

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی: صفحہ: ۴۳۷: باب ذکر الدابۃ وصفتھا)

ابن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ دابۃ الارض ہر حیوان کی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کا سر بیل جیسا، آنکھ خنزیر جیسی، کان ہاتھی جیسے، سینگ ایل جیسے، گردن شتر مرغ جیسی، سینہ شیر جیسا، رنگ چیتے جیسا، کمر بلی جیسی، دم مینڈھے جیسی، پاؤں اونٹ جیسے اور اُس کے ہر جوڑ کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ:۔

ان الدابۃ انما ھی انسان متکلم یناظر اھل البدع والکفر و یجادلھم لینقطعوا فیھلک من ھلک عن بینۃ و یحی من حی عن بینۃ

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی: صفحہ: ۴۳۶: باب ذکر الدابۃ وصفتھا)

اگرچہ علامہ قرطبی کو اس سے اتفاق نہیں ہے تاہم انہوں نے دیانت داری سے جو بعض مفسرین کی رائے تھی اپنی کتاب میں درج کردی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے دابۃ

الارض سے مراد ایسا علم کلام کا ماہر شخص لیا ہے جو کہ اہل بدعت اور کفر کے ساتھ مناظرے کرے گا مباحثے کرے گا تا کہ وہ اس (کفر و بدعت) سے باز آ جائیں اور اس کے نتیجے میں جو دلیل سے ہلاک ہو چکا ہو وہ ہلاک ہو جائے اور جو دلیل سے زندہ ہو چکا ہو وہ زندہ ہو جائے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال تخرج الدابۃ معھا خاتم سلیمان و عصا موسی فتجلو وجہ المومن و تختم انف الکافر بالخاتم حتی ان اھل الخوان لیجتمعون فیقول ھاھا یا مومن ویقال ھاھا یا کافر ویقول ھذا یا مومن ویقول ھذا یا کافر

(ترمذی: کتاب التفسیر: باب ومن سورۃ النمل: حدیث نمبر ۳۱۱۱)

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدابۃ نکلے گا تو اس کے پاس سلیمان کی انگوٹھی اور موسیٰ کا عصا ہوگا وہ مومن کے چہرے کو صاف کرے گا اور کافر کے ناک پر مہر لگا دے گا۔ یہاں تک کہ لوگ دستر خوان پر بیٹھیں گے تو کہیں گے کہ یہ مومن ہے یہ کافر ہے۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دابۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

ذات و بر و ریش عظمھا ستون میلا لیس یدرکھا طالب ولا یفوتھا ھارب

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ: الجزء الثانی: صفحہ: ۳۲۲: باب منہ فی المھدی)

وہ دابۃ بالوں اور پروں والا ہوگا وہ ساٹھ میل لمبا ہوگا پکڑنے والا اسے پکڑ نہ سکے گا اور بھاگنے والا اس سے بھاگ کر بچ نہ سکے گا۔

دابّۃ سے مراد ظاہری دابّۃ نہیں

ہم نے یہاں پر خلاصۃ دابۃ الارض کے متعلق روایات درج کر دی ہیں ۔ ان علامات کو دیکھتے ہوئے کوئی صاحب شعور ان کا ظاہر پر اطلاق کر ہی نہیں سکتا اور نہ یہ ممکن ہے کیونکہ:

اوّل: یہ کہ اگر ان صفات والا ''دابۃ'' اسی طرح ظہور پذیر ہو جائے تو ایسے عجیب الخلقت اور عجیب الوضع اور عجیب الصفات دابۃ کو دیکھ کر کون ہے جو اسے پہچان نہ سکے اور اسے پہچان کر پھر سچا پکا مومن نہ بن جائے ۔ حالانکہ ایسا کامل انکشاف جس سے گویا سورج کی طرح معاملہ واضح ہو جائے اس ایمان کے خلاف ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے ۔

اگر کوئی انسان سورج کو دیکھ کر کہے کہ میں اس کے وجود کا اقرار کرتا ہوں یا چاند کو دیکھ کر اس کے موجود ہونے کا اقرار کرے تو کوئی بھی یہ نہ کہے گا کہ اس پر اسے ثواب ملے گا ۔ یا یہ نیکی کا کام اس نے کیا ہے ۔ ایمانی معاملات میں ثواب کے ملنے کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ وہ معاملات من وجہٍ ظاہر ہوتے ہیں اور من وجہٍ مخفی ہوتے ہیں انسان غور و فکر کر کے محنت کر کے اسے معلوم کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے اسی وجہ سے وہ ثواب اور بدلہ اور جزاء کا حقدار ٹھہرتا ہے ۔

دوم: اگر ایسا دابۃ جو ان صفات کا حامل ہو ظاہر ہو جائے اور ہر کس و ناکس اسے پہچان لے تو کون بد بخت ہو گا جسے اسلام پر شک و شبہ باقی رہ جائے گا ۔ اور کون ہو گا جو مومن نہ بن جائے گا اور ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ کافر پر بھی نشان لگائے گا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اسے دیکھ کر پھر کون انکار کی جرأت کرے گا اور کس کافر پر اس دابۃ کو نشان کرنے کا موقع ملے گا ۔ کیا اسے دیکھتے ہی اور اس کا سنتے ہی سب کفار توبہ نہ کریں گے ۔

سوم: یہ کہ جب یہ دابۃ نشان لگا دے گا تو کیا اس کے بعد کسی کیلئے ایمان لانے کا دروازہ کھلا ہو گا یا بند ہو جائے گا؟ اگر ایمان لانے کا دروازہ بند ہو جائے گا تو اس کا کہیں ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے کہ دابۃ کے خروج کے بعد ایمان لانے کا دروازہ بند ہو جائے گا ۔

بلکہ قرآن مجید کے بیان بان الناس کانوا باٰیاتنا لا یوقنون سے مستنبط ہے کہ اس کے خروج کا مقصد ہی لوگوں کو ایمان کی طرف لانا ہے۔ ایمان سے روکنے کیلئے اس دابۃ کو بھجوانے کی کیا ضرورت تھی؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس لئے ایمان لانے کا موقع نہ ہوگا کہ اس کے معاً بعد قیامت آ جائے گی تو یہ حدیث کے واضح منشا کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ لوگ کھانے کے دستر خوان پر بیٹھے باتیں کریں گے اور کہیں گے یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ زمانہ امارت تنعم اور عیش کا زمانہ ہوگا۔ کیونکہ ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستر خوان کا ذکر فرمانا اور پھر ’ھا ھا یا مومن اور ھا ھا یا کافر‘ کے الفاظ کا ذکر فرمانا جو کہ خوشی اور انبساط اور بے فکری کے الفاظ ہیں کا ذکر فرمانا ایک عقلمند کو یہ بات سمجھاتا ہے کہ لوگ اس وقت بے فکر ہونگے۔ حالانکہ اگر ان پر قیامت نے فوراً آ جانا تھا۔ بلکہ اگر انہیں قرب قیامت کا ہی یقین ہو جانا ہوتا تو یہ کیفیت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اور پھر اگر یہ دابۃ ظاہراً انہیں علامات کے ساتھ ظاہر ہو جائے تو ہرگز اس قسم کے حالات پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ اس وقت تو قیامت کا نمونہ سامنے آ جائے اور ہر طرف آہ و بکا سے قیامت برپا ہو جائے۔ دنیا میں اس وقت بھی اکثریت غیر مسلموں کی ہے۔ اگر آج ایسا دابۃ آ جائے تو عجیب منظر ہوگا کہ ایک جانور کل جہان کے لوگوں کو ایک ایک کر کے سب کے چہروں پر نشان لگا رہا ہوگا۔ اگر اس کا طول ساٹھ میل بھی فرض کیا جائے تو بھی ساری دنیا کے لوگوں کو نشان زد کرنے کیلئے اسے کتنا وقت درکار ہوگا؟ اور وہ ایسا جانور ہے کہ کوئی اس سے بھاگ کر بچ نہ سکے گا۔ وہ ہر ایک تک پہنچے گا اور اس پر نشان لگائے گا جس ملک میں جائے گا۔ عجیب سماں ہوگا لوگ آگے آگے ہوں گے اور وہ پیچھے پیچھے ہوگا اور دنیا جہان کے کاروبار ٹھپ ہو جائیں گے اور ایک ہی کھیل شروع ہوگا کہ ایک عجیب الخلقت وضع جانور ہوگا اور لوگوں کی بھاگ دوڑ! مگر پھر بھی بے چاروں کو کوئی پناہ گاہ نہ ملے گی۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی بے چارہ مسجد میں بھی پناہ لے گا تو وہ وہاں بھی جا لے گا اور انہیں کہے گا کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد

آپ کو بچا سکتی ہے۔

(سراج الدین ابی حفص عمر بن الوردی: خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب: ایڈیشن دوم: مطبع: مصطفی البابی مصر: صفحہ ۲۶۵)

زمین پر ہر طرف اس وقت اسی دابۃ کی حکمرانی ہوگی۔ اب ایک عقلمند آدمی سوچے کہ کیا یہ نقشہ ایسا ہے کہ جو قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ اور کیا اس دابۃ کو اگر ظاہراً ہر مومن اور کافر کو نشان زد کرنا ہے تو اسے کتنا عرصہ لگے گا؟ پس یہ کہنا کہ چونکہ خروج دابۃ کے فوراً بعد قیامت آ جائے گی اس لئے کسی کو توبہ کا موقع نہ ملے گا واقعات کے خلاف بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جب تک کوئی انسان حالت نزع میں نہ چلا جائے اس سے پہلے پہلے اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ دیکھئے

(i۔ ترمذی کتاب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ باب فی فضل التوبۃ ......الخ)

(ii۔ مسند احمد بن حنبل: کتاب مسند المکثرین من الصحابۃ: باب باقی المسند السابق)

پس کیا یہ قول رسول ﷺ اس دابۃ کے زمانہ میں غلط ہو جائے گا؟

کیا اس وقت نئی شریعت آ جائے گی؟

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

تو یاد رکھنا چاہئے کہ اس حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر واضح نشان کو دیکھ کر اکثر ایمان لے آئیں گے اور مسیح موعود کے ذریعہ عالمی غلبہ اسلام ہو جائے گا اور اس وقت وہ چند معدودے چند بدبخت رہ جائیں گے جن کو ان کی ازلی شقاوت کی وجہ سے توبہ کی توفیق ہی نہ ملے گی۔ ورنہ ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ توبہ قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے اور زبردستی کسی کو ایمان سے روکنا رحمت کے خلاف ہے اور خدا تعالیٰ یہ ظلم نہیں کرتا۔

دوسرے مغرب سے سورج کا طلوع ہونا مسیح ومہدی کے دور کی علامات میں سے ہے اب

ایک طرف یہ عظیم الشان پیشگوئی کہ اس کے زمانہ میں اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آ جائے گا اور دوسری طرف یہ ارشاد کہ اس وقت توبہ کی کسی کو توفیق ہی نہ ملے گی دونوں میں تضاد ہو جائے گا۔ پس ان میں موافقت کی راہ یہی ہے کہ توبہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا البتہ مسیح موعود کے زمانہ میں عالمگیر غلبہ ہو جائے گا تو اس وقت سوائے چند بدبختوں کے جنہوں نے اپنے ہاتھ سے توبہ کے دروازے بند کئے ہوں گے باقی سب ایمان لے آئیں گے۔

چہارم: دابۃ الارض کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ دابۃ الارض سے مراد تمیم داریؓ کی بیان کردہ روایت میں مذکور جساسہ ہے جس پر بہت بال ہیں اتنے بال کہ اس کے آگے پیچھے کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

۲۔ ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے مراد سانپ ہے۔

۳۔ ابن زبیرؓ کے نزدیک ایسا جانور ہے جس میں ہر جانور کی خوبیاں ہیں۔

۴۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد ایسا انسان ہے جو اہل بدعت و کفر کے ساتھ مناظرہ کرے گا۔

۵۔ وہ ایسا جانور ہے جس کے پاس سلیمانؑ کی انگوٹھی اور موسیٰؑ کا عصا ہوگا اور مومن اور کافر میں ان کے ذریعہ سے وہ فرق کریگا اور ان پر نشان لگا دے گا۔

٦۔ حضرت حذیفہؓ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دابۃ کو بالوں اور اُون والا قرار دیا ہے اور اُس کی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ بھاگنے والا اس سے بھاگ کر بچ نہ سکے گا اور اسے پکڑنے کا خواہشمند اسے پکڑ نہ سکے گا۔

۷۔ حضرت علیؓ نے اس دابۃ کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ منہ سے کھائے گا اور اپنی سرین سے بولے گا۔

۸۔ بعض نے تو حضرت علیؓ کو ہی دابۃ الارض قرار دے دیا۔

ان تمام روایات کو خلاصۃً درج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان تمام امور کو سامنے رکھا

جائے تو ان صفات اور خوبیوں والا ظاہری عجیب الخلقت جانور کا وجود ناممکن ہے۔

کیونکہ

۱۔ اگر وہ دابۃ جساسہ دجال ہے تو وہ سانپ نہیں قرار دیا جا سکتا اگر اس کے اوپر بال اور اون ہے تو سانپ تو اس سے عاری ہوتے ہیں۔ اگر وہ ظاہراً سانپ ہے یا جساسہ دجال ہے یا عجیب الخلقت جانور ہے تو پھر اسے انسان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر اسے جاندار خواہ انسان یا سانپ وغیرہ مانا جائے تو پھر اس کا منہ سے کھانا تو درست ہے مگر سرین سے بولنا کیسے ممکن ہے؟

کیا انسان یا حیوان منہ سے باتیں کیا کرتے ہیں یا سرین سے؟

پھر اگر وہ دابۃ حیوان یعنی سانپ یا جساسہ دجال وغیرہ ہے تو پھر دابۃ کے لفظ کا اطلاق کسی صورت بھی ظاہراً انسان پر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مفسرین نے دابۃ سے مراد انسان بھی لئے ہیں بلکہ حضرت علیؓ کو ہی دابۃ قرار دیا گیا۔

پس یہ وہ تمام امور ہیں جو ہمیں دعوت فکر دیتے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ دابۃ سے مراد ظاہراً اور حقیقتاً ان مذکورہ صفات والا عجیب الخلقت جانور نہیں ہے ہاں اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ یہ قبول کر لیا جائے کہ دابۃ معنوی اور صفاتی طور پر ظاہر ہو گا اور یہ تمام مذکورہ علامات اس دابۃ میں پائی جائیں گی اس لحاظ سے نہ تو احادیث و روایات میں تعارض باقی رہتا ہے نہ ہی اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔

دابّۃ سے مُراد

دابۃ عربی لفظ ہے۔ اس طور پر اسے دیکھیں تو عظیم الشان رہنمائی ہمیں ملتی ہے۔ عربی کی بڑی بڑی لغات تو عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہیں۔ منجد عربی کی عام معروف اور آسانی سے دستیاب کتاب ہے۔ اسی کو دیکھیں تو معاملہ بڑی حد تک واضح ہو جاتا ہے۔

دابۃ کا لفظ عربی مادہ ”دب“ سے نکلا ہے۔

دب کا لفظ حیوانات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور انسانوں کیلئے بھی اور بنیادی معنی دونوں جگہ قائم رہتے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔

دب السقم فی الجسم (منجد زیر لفظ دب)

اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ "سری" یعنی جب یہ کہا جائے کہ جسم میں بیماری نے "دب" کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بیماری جسم میں سرایت کرگئی۔

یعنی دب کے معنی سرایت کرنے کے ہیں اور عربی محاورہ کے مطابق اس کا بڑا تعلق بیماری یا بیماری پیدا کرنے والے جراثیموں کے جسم میں داخل ہو جانے اور سرایت کرجانے سے ہے۔

دوسری طرف جب یہی لفظ انسانوں کیلئے استعمال ہو تو پھر لکھا ہے کہ "دبت عقاربہ أی سرت تمائمہ (منجد زیر لفظ دب) یعنی جب یہ محاورہ استعمال ہو کہ "دبت عقاربہ" تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس شخص کی چغلخوریوں نے دوسروں میں سرایت کرنا شروع کر دیا یعنی اس کی زبان کی ایذاء رسانی دوسروں تک پہنچنے لگی اور وہ لوگ اس سے محفوظ نہیں رہے۔

اس لحاظ سے دابۃ سے مراد ایک طرف تو وہ جانور ہے جو انسانی جسموں میں سرایت کرتا ہے اور دوسری طرف وہ انسان ہیں جو خاص طور پر منہ کی باتوں سے دوسرے لوگوں کو ایذاء رسانی کرتے ہیں۔ اور ان کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہے۔

روایات کو مدنظر رکھیں تو یہ دونوں طور پر معنوی لحاظ سے پوری ہوتی ہیں۔

دابّۃ الارض کا پہلا مفہوم

اوّل یہ کہ دابۃ الارض سے مراد علماء ظاہر ہیں خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ لوگ جو نیک ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف رفعت عطا فرماتا ہے مگر جو لوگ بدبخت ہوتے ہیں وہ زمین کی طرف جھک جاتے ہیں اس طرح گویا زمینی مخلوق یا کیڑے بن

جاتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک شخص بلعم باعور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ولو شئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض (الاعراف:۱۸۷) ہم اسے ان نشانات کے ذریعہ سے اوپر اٹھانا چاہتے تھے۔ آسمانی بلندیاں اور رفعتیں اسے دینا چاہتے تھے مگر وہ بدقسمت زمین کی طرف جھک گیا۔ زمینی کیڑا بن گیا۔

پس دابۃ الارض کو زمین کی طرف نسبت دے کر یہ مضمون بیان فرمایا کہ وہ زمینی لوگ ہیں آسمانی نہیں ہیں۔

علامہ راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں۔

"قیل عنی بھا الاشرار الذین ھم فی الجھل بمنزلۃ الدوابّ فکون الدابۃ جمعا اسما لکل شئی یدب"

(علامہ فخر الدین رازی: المفردات فی غریب القرآن: باب الدال: زیر لفظ دب)

یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شریر لوگ ہیں جو جہالت میں جانوروں کی طرح ہیں۔ اس صورت میں دابۃ کا لفظ اسم جمع ہوگا اور اس سے مراد رینگنے والا جانور مراد ہے۔

قرآن مجید نے ایسے بے ہدایت لوگوں کو جو رشد و ہدایت سے دور ہوں جانور بلکہ جانوروں (دواب) سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ فرمایا۔

ان شر الدواب عند اللّٰہ الصم البکم الذین لا یعقلون (الانفال:۲۳)

یعنی اللہ کے نزدیک جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو گونگے اور بہرے ہیں یعنی عقل سے کام نہیں لیتے۔

پھر فرمایا ان شر الدواب عند اللّٰہ الذین کفروا فھم لا یومنون (الانفال:۲۳)

یعنی اللہ کے نزدیک جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جو کہ انکار کرتے ہیں اور ایمان

نہیں لاتے۔

غرض دابۃ کے لفظ سے مراد ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جو کہ جانوروں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ عقل سے کام نہیں لیتے اور نیکی اور تقویٰ سے عاری ہوتے ہیں اور آسمانی رفعتوں کے بجائے زمین کی تاریکیوں کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال اور اعمال میں فرق ہوتا ہے۔ جو کہتے ہیں اس کے برعکس کام کرتے ہیں۔

چنانچہ اس دابۃ کے بارہ میں جسے حضرت امام راغب نے اسم جنس قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تاکل بفیھا تحلث من استھا
(علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین: کنز العمال: الجزء الرابع عشر (۱۴): ص: ۶۲۴: حدیث: ۳۹۷۴۰: زیر حرف القاف: کتاب القیامۃ: الدابۃ: ۱۹۷۹ء: بیروت)

وہ دابۃ منہ سے کھائیں گے اور سرین سے باتیں کریں گے۔ یعنی وہ لوگ ایسے ہونگے کہ بجائے منہ کے سرین سے بولیں گے۔ سرین سے بولنا ایک کنایہ ہے کہ وہ ایسی باتیں اور کلام کریں گے جو کہ پاکیزگی اور روحانیت سے عاری ہوگا۔ "الآناء یترشح بما فیہ" برتن سے وہی نکلتا ہے جو کہ اس کے اندر ہوتا ہے۔

اس کے مدنظر آیت کریمہ اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون۔ (النمل: ۸۳) کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم آخری زمانہ میں علماء و واعظین کا ایک ایسا گروہ نکالیں گے جو کہ آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ہوں گے بلکہ لوگوں کو دلائل اور فلسفہ کے ذریعہ اسلام کا قائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اس جگہ دابۃ الارض سے ایک ایسا طائفہ انسانوں کا مراد ہے جو آسمانی روح اپنے اندر نہیں رکھتے لیکن زمینی علوم و فنون کے ذریعہ سے منکرین اسلام کو لاجواب کرتے ہیں اور اپنا علم کلام اور طریق مناظرہ تائید دین کی راہ میں خرچ کر کے بجان و دل خدمت شریعت

غراء بجالاتے ہیں۔ سو وہ چونکہ درحقیقت زمینی ہیں آسمانی نہیں اور آسمانی روح کامل طور پر اپنے اندر نہیں رکھتے اس لئے دابۃ الارض کہلاتے ہیں اور چونکہ کامل تزکیہ نہیں رکھتے اور نہ کامل وفاداری اس لئے چہرہ ان کا انسانوں کا ہے مگر بعض اعضاء ان کے بعض دوسرے حیوانات سے مشابہ ہیں۔ اسی طرف اللہ جلشانہ اشارہ فرماتا ہے **واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون** یعنی جب ایسے دن آئیں گے جو کفار پر عذاب نازل ہو اور ان کا وقت مقدر قریب آ جائے گا تو ہم ایک گروہ دابۃ الارض کا زمین سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا یعنی وہ علماء ظاہر ہوں گے جن کو علم کلام اور فلسفہ میں ید طولیٰ ہوگا وہ جا بجا اسلام کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہو جائیں گے اور اسلام کی سچائیوں کو استدلالی طور پر مشارق مغارب میں پھیلائیں گے اور اس جگہ اخرجنا کا لفظ اسی وجہ سے اختیار کیا کہ آخری زمانہ میں ان کا خروج ہوگا نہ حدوث یعنی تخمی طور پر یا کم مقدار کے طور پر تو پہلے ہی سے تھوڑے بہت ہر یک زمانہ میں وہ پائے جائیں گے لیکن آخری زمانہ میں بکثرت اور نیز اپنے کمال لائق کے ساتھ پیدا ہونگے اور حمایت اسلام میں جا بجا واعظین کے منصب پر کھڑے ہو جائیں گے اور شمار میں بہت بڑھ جائیں گے“۔

(حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام: ازالہ اوہام: صفحہ: ۲۶۹ تا ۲۷۰: روحانی خزائن: جلد نمبر ۳: صفحہ ۳۶۹-۳۷۰)

دابۃ الارض کو جساسہ دجال بھی قرار دیا گیا ہے۔ جساسہ کا لفظ ”جس“ سے نکلا ہے جس کے معنی جستجو اور تحقیق و تفتیش کرنے کے ہیں اور اس کے تمام بدن پر بالوں کا ہونا اس امر کا کنایہ ہے کہ وہ جساسہ یا دابۃ غم واندوہ کا موجب ہوگا۔ کیونکہ حالت خواب و کشف میں جسم کے بالوں کی زیادتی غم واندوہ پر دلیل ہوتی ہے۔

(علامہ ابن سیرین: تعبیر الرویا کلاں: ص: ۵۵۷ زیر لفظ موئے (بال): ادارہ اسلامیات لاہور)

اس جساسہ کے لئے حدیث میں الھلب کے الفاظ بھی آئے ہیں اور اس کے بارہ میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ

والا ھلب ایضاً عند بعض اھل اللغۃ: الذی لا شعر علیہ وھو من الاضداد

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی، ص: ۴۴۱: باب ذکر الدابۃ وصفتھا)

یعنی علامہ خطابی اور ماذری نے کہا ہے کہ اھلب کا مفہوم بعض اہل لغت نے یہ لکھا ہے کہ ایسا جانور یا انسان جس پر کوئی بال نہ ہو وہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ ”اضداد“ میں سے ہے۔ یعنی اس کے دونوں معنی ہوتے ہیں بہت زیادہ بالوں والا بھی اور بغیر بالوں کے بھی۔

اس کو دیکھتے ہوئے یہ عجیب بات سامنے آتی ہے کہ اگر جساسہ بالوں والی ہے تو پھر بغیر بالوں کے کیسے کہلاسکتی ہے اور اگر بغیر بالوں کے جسم رکھتی ہے تو بالوں والی کیسے ہوسکتی ہے؟

مگر اس کے اندرونی مخفی معنوں پر غور کریں تو معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دابۃ ایسا ہوگا جس کے جسم پر بہت بال ہونگے یعنی اس کا ایک پہلو غم واندوہ کا موجب ہوگا اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ بغیر بالوں کے ہوگا یعنی اس کا دوسرا پہلو اچھا ہوگا اور خوشی کا موجب ہوگا۔

اس لحاظ سے بھی یہ مفہوم روحانیت سے عاری مگر ظاہری علوم سے آراستہ علماء پر صادق آتا ہے کیونکہ ان کا یہ پہلو کہ وہ تحقیق کرتے ہیں۔ ظاہری علوم فلسفہ و منطق سے لوگوں کو راہ راست کی طرف لانے کی کوشش کرتے ہیں اچھا پہلو ہے مگر ان کا روحانیت سے عاری ہونا اور تقویٰ سے خالی ہونا جو کہ درحقیقت مذہب کی جان ہے یہ پہلو تکلیف دہ ہے۔

اس جساسہ کو گرجا کے ساتھ متعلق دیکھنا یہ بتا رہا ہے کہ یہ لوگ گرجا والے لوگوں یعنی عیسائیوں کے عقائد میں ان کے مددگار بھی ہوجائیں گے کیونکہ جساسہ کو دجال کی خادمہ بتایا گیا ہے۔ گویا یہ لوگ اگر چہ اپنی دانست میں اسلام کی حفاظت کر رہے ہوں گے اور دلائل منطق وغیرہ سے کوشش کر رہے ہوں گے مگر روحانیت سے عاری اور آسمانی علوم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے

عیسائی عقائد کی مدد بھی کر رہے ہونگے۔ جیسا کہ علماء نے ایسا ہی کیا کہ خوب محنت اور تحقیق کی مگر حیات مسیح ناصری اور مسیح کا الان کما کان ہونے کا عقیدہ، مسیح کا پاک اور باقی سب انبیاء کے گناہگار ہونے کا عقیدہ، مسیح کے پرندے پیدا کرنے کا عقیدہ، مسیح کا مُردوں کو زندہ کر دینے کا عقیدہ وغیرھا ایسے عقائد ہیں جو درحقیقت عیسائی عقائد ہیں اور مسلمان علماء نے ان کو اپنایا اور انہیں اپنے ساتھ رکھتے ہوئے عیسائیوں سے مناظرے بھی کئے اور دفاع اسلام کی کوشش بھی کی۔

اس مفہوم کی مزید تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دابۃ کے پاس حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور موسیٰ کا عصا یعنی سونٹا ہوگا اور وہ ان کے ذریعہ سے مومن و کافر میں فرق کرے گا۔ حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ کے ان دو معجزات کا یہاں پہ ذکر کیا گیا ہے جو کہ ظاہری اور مادی دنیا سے تعلق رکھنے والے معجزات ہیں روحانی معجزات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پہ ذکر نہیں فرمایا۔ اس میں بھی یہ ظاہر فرمایا کہ وہ دابۃ یعنی علماء ظاہری علوم کے ذریعہ مومن اور کافر میں فرق پیدا کرنے کی کوشش کریں گے مگر روحانی علوم سے بے بہرہ اور عاری ہونگے۔ جب کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے تو دونوں قسم کے معجزات سے کام لیا تھا۔ اس لئے کامیاب ہوئے۔ اس لحاظ سے ان کا ایک تعلق دین کے ساتھ ہوگا اور ایک دنیا کے ساتھ۔

دابۃ الارض کے بارہ میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔

انها علی خلقة الادمیین وھی فی السحاب وقوائمها فی الارض

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی و امور الاخرة: الجزء الثانی: ص: ۲۳۷: باب ذکر الدابة و صفیتها)

یعنی دابۃ الارض آدمیوں اور انسانوں ہی کی شکل و صورت اور خلقت پہ ہے۔ اس کا اوپر کا حصہ بادلوں میں اور اس کی ٹانگیں زمین میں ہونگی۔

یعنی وہ دابۃ الارض انسان ہی ہیں۔ ان کا سر آسمان تک نہ پہنچے گا جو روحانی مقامات کا

کنایہ ہے بلکہ اس سے نیچے بادلوں تک ہی پہنچے گا۔ کچھ دلائل جو کہ آسمانی نہ ہونگے ان کے ساتھ ہونگے البتہ ان کا زمین کے ساتھ مضبوط تعلق ہوگا کیونکہ ان کی قوائم یعنی پاؤں زمین میں ہونگے۔

غرض دابۃ الارض کا ایک مفہوم وہ علماء ظاہر ہیں جو کہ روحانیت سے محروم ہیں مگر انہوں نے اپنے ظاہری علوم کے ذریعہ دفاع اسلام کی کوششیں کیں اور یہ علامت واضح طور پر پوری ہو چکی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ”دابۃ الارض درحقیقت اسم جنس ایسے علماء کیلئے ہے جو ذوجہتین واقع ہیں ایک تعلق ان کا دین اور حق سے ہے اور ایک تعلق ان کا دنیا اور دجالیت سے اور آخری زمانہ میں ایسے مولویوں اور ملاؤں کا پیدا ہونا کئی جگہ بخاری میں لکھا ہے چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ حدیث خیر البریہ پڑھیں گے اور قرآن کی بھی تلاوت کرتے ہونگے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ سو یہ وہی زمانہ ہے“۔

(حضرت مرزا غلام احمد قادیانی: ازالہ اوہام: ص: ۳۹۴: روحانی خزائن: جلد: سوم: ص: ۵۹۴)

دابّۃ الارض کا دوسرا مفہوم

دابۃ الارض کا ایک اور مفہوم بھی ہے اور اس لحاظ سے بھی یہ پیشگوئی عظیم الشان طریق پر پوری ہوئی اور وہ یہ کہ دابۃ الارض کے ایک معنی زمینی کیڑے کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

قلما قضينا عليه الموت مادلهم على موته الادابة الارض تا كل منساته

(السبا: ۱۵)

یعنی ہم نے سلیمان پر جب موت کا حکم جاری کیا تو جنات کو کسی نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ دیا بلکہ زمین کے کیڑے نے کہ جو سلیمان کے سونٹے کو کھاتا تھا۔

قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ "ذبّ السقم فی الجسم" اور اس کے معنی ہیں "سری" یعنی کسی کے جسم میں بیماری سرایت کر گئی ہے گویا دابۃ وہ بیماری والا جاندار ہے جو انسانی جسموں میں سرایت کرتا ہے اور انسانی جسموں میں داخل ہو جاتا ہے اور بیماری کا موجب بنتا ہے تو اس طور سے قرآن مجید کی پیشگوئی کہ واذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دابۃ من الارض تکلمہم (النمل:۸۳) کا مفہوم یہ ہوگا جب ہمارا قول واقع ہو جائے گا یعنی آخری زمانہ میں مسیح ومہدی کا ظہور ہو جائے گا اور اس کے ظہور کی پیشگوئی پوری ہو جائے گی تو ہم ایک دابۃ الارض یعنی زمینی کیڑا نکالیں گے جو کہ ان کو کاٹے گا اور زخمی کرے گا کیونکہ تکلمہم کے ایک معنی کاٹنے اور زخمی کرنے کے بھی ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان الناس کانوا بایٰتنا لا یوقنون (النمل:۸۳) کہ وہ لوگ چونکہ ہماری آیات پر اور نشانیوں پر ایمان نہ لاتے ہونگے اس لئے یہ عذاب کے طور پر ان پر بھیجا جائے گا۔ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں ہے کہ اسے الکلم کے مادہ سے بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی زخمی کرنے کے ہیں۔

اس کی مزید تائید اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسیح آخر الزماں کے ظہور کا ذکر فرمایا تو وہاں فرمایا۔

فیرغب نبی اللّٰہ عیسی و اصحابہ فیرسل اللّٰہ النغف فی رقابہم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدۃ

(مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ: باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ)

علامہ قرطبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

النغف جمع نغفۃ وہی الدود الذی یکون فی انوف الابل والغنم...... کان تلک النغف فرستہم

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ: الجزء الثانی: ص:۳۲۲ باب فی خروج الدجال: فصل فی بیان ما وقع فی الحدیث من الغریب: ۱۹۸۰ء)

نغف کا لفظ نغفۃ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ کیڑا ہے جو کہ اونٹوں اور بھیڑوں کے ناک میں پایا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پیشگوئی میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کیڑا انہیں درندوں کی طرح شکار کرے گا اور ہلاک کرے گا۔

غرض اس دابۃ الارض کی ماہیت کے بارہ میں خلاصہ یوں بنتا ہے کہ

۱۔ وہ ایک زمینی کیڑا ہوگا۔

۲۔ وہ کیڑا اونٹوں اور بھیڑوں کے ناک میں پایا جاتا ہے۔

۳۔ وہ ایسا دابۃ ہے جس میں تمام حیوانوں کی بعض صفات پائی جاتی ہونگی۔ انھا جمعت من خلق کل حیوان

۴۔ اس کو پکڑنے والا پکڑ نہ سکے گا اور بھاگنے والا بھاگ کر بچ نہ سکے گا۔

۵۔ اس کا اثر بڑا وسیع ہوگا۔ (عظمها ستون ميلا)

۶۔ وہ سانپ ہے یعنی سانپ کی طرح انسان کا دشمن ہے اور اس کی طرح کاٹے گا۔

یہ تمام علامات طاعون کے کیڑے پر پوری اترتی ہیں کیونکہ وہ زمینی کیڑا ہے۔ یہ وہ کیڑا ہے کہ انسان اس کے خوردبینی ہونیکی وجہ سے اسے پکڑ نہیں سکتا اور چونکہ یہ انسان کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے اس لئے ایسا انسان بھاگ کر بھی بچ نہیں سکتا۔ اس کا اثر بھی عام مری اور وباء کی صورت میں ہوتا ہے اور بہت وسیع علاقہ پر ہوتا ہے۔ یہ وہ کیڑا ہے جو ہر قسم کے جانور کو متاثر کر سکتا ہے اور ہر جانور کو طاعون کی بیماری لگ سکتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر جانور کے جسم میں اس کے ساتھ ایک مشابہت ہے جس کی وجہ سے اس کا کیڑا اسے متاثر کر سکتا ہے۔ یہ مطلب ہے جو فرمایا گیا کہ اس میں تمام جانوروں کی صفات پائی جاتی ہونگی۔

جن لوگوں نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہاں پر مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون کے آنے کی پیشگوئی ہے چنانچہ علامہ توربشتی جو کہ ۶۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"جس وقت آپ (مسیح موعود۔ ناقل) کو ان (یاجوج ماجوج۔ ناقل) کے فساد کی خبر پہنچے گی تو آپ اور آپ کے ہمراہی جملہ اہل ایمان یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کیلئے جناب باری میں دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بہ برکت دعائے عیسیٰ اور ان کے ہمراہین کے، سب کو عارضہ طاعون میں فنا کرے گا۔ طاعون ایک مرض ہے جس میں مریض کو شدت کا بخار چڑھتا ہے اور اکثر وقت بن گوش زیر بغل اور بن ران میں سے کسی ایک جگہ یا سب جگہ گلٹیاں نمودار ہوتی ہیں۔ یہ مرض نہایت مہلک اور لاعلاج اور خلق خدا پر ایک عام مصیبت ہے"۔

(علامہ شہاب الدین توریشی: الصراط السوی ترجمہ عقائد توریشی: ص: ۲۲۵ زیر عنوان خروج یاجوج ماجوج: مترجمہ مولوی اختر محمد خان صاحب: ایڈیشن اول: کریمی پریس لاہور)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کھولا گیا کہ دابۃ الارض سے مراد طاعون کا کیڑا بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں نے ایک جانور دیکھا جس کا قد ہاتھی کے قد کے برابر تھا مگر منہ آدمی کے منہ سے ملتا تھا اور بعض اعضاء دوسرے جانوروں سے مشابہ تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ یوں ہی قدرت کے ہاتھ سے پیدا ہوگیا اور میں ایک ایسی جگہ پر بیٹھا ہوں۔ جہاں چاروں طرف بن ہیں جن میں بیل، گدھے، گھوڑے، کتے، سور، بھیڑیے، اونٹ وغیرہ ہر ایک قسم کے موجود ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ سب انسان ہیں جو بدعملوں سے ان صورتوں میں ہیں اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی ضخامت کا جانور جو مختلف شکلوں کا مجموعہ ہے جو محض قدرت سے زمین میں سے پیدا ہوگیا ہے وہ میرے پاس آ بیٹھا ہے اور قطب کی طرف اس کا مونہہ ہے خاموش صورت ہے آنکھوں میں بہت حیا ہے اور بار بار چند منٹ کے بعد ان بنوں میں سے کسی بن کی طرف دوڑتا ہے اور جب بن میں داخل ہوتا ہے تو اس کے داخل ہونے کے ساتھ ہی شور قیامت اٹھتا ہے اور ان جانوروں کو کھانا شروع کرتا ہے اور ہڈیوں کو چابنے کی

آواز آتی ہے تب وہ فراغت کر کے پھر میرے پاس آ بیٹھتا ہے اور شاید دس منٹ کے قریب بیٹھا رہتا ہے اور پھر دوسرے بُن کی طرف جاتا ہے اور وہی صورت پیش آتی ہے جو پہلے آئی تھی اور پھر میرے پاس آ بیٹھتا ہے۔ آنکھیں اس کی بہت لمبی ہیں اور میں اس کو ہر ایک دفعہ جو میرے پاس آتا ہے خوب نظر لگا کر دیکھتا ہوں اور وہ اپنے چہرہ کے اندازہ سے مجھے یہ بتلاتا ہے کہ میرا اس میں کیا قصور ہے میں مامور ہوں اور نہایت شریف اور پرہیز گار جانور معلوم ہوتا ہے اور کچھ اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہے جو اس کو حکم ہوتا ہے تب میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی طاعون ہے اور یہی وہ دابۃ الارض ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے...... اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہی دابۃ الارض جو ان آیات میں مذکور ہے جس کا مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتداء سے مقرر ہے یہی وہ مختلف صورتوں کا جانور ہے جو مجھے عالم کشف میں نظر آیا اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کا نام دابۃ الارض رکھا کیونکہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اسی لئے پہلے چوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ انسان کو ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہو سکتی ہے۔ اسی لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں"۔

(نزول المسیح: ص: ۳۹، ۴۰: روحانی خزائن جلد نمبر ۱۸: ص: ۴۱۵۔۴۱۶)

غرض دابۃ الارض کے ایک معنی طاعون کے کیڑے کے ہیں اور اس کیڑے کے خروج و ظہور کی علامات روایات میں یہ آئی ہیں کہ:۔

۱۔ اس کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نشان کے ہوگا۔

۲۔ اس کا ظہور اس وقت ہوگا جب کہ آخری زمانہ میں مسیح ومہدی کا ظہور ہو چکا ہوگا اور لوگ اس کی تکذیب کریں گے۔

۳۔ اس دابۃ الارض کو حالت کشف میں بہت بالوں والا دکھایا گیا جس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا ظہور غم واندوہ کا موجب ہوگا۔

۴۔ اس کے ذریعہ سے مومن و کافر میں فرق پیدا کیا جائے گا۔ تحلوا وجه المومن و تختم انف الکافر (ترمذی کتاب التفسیر)

۵۔ اس کو پکڑنے والا پکڑ نہ سکے گا اور بھاگنے والا بھاگ کر بچ نہ سکے گا۔

۶۔ اس کا اثر بہت وسیع ہوگا۔

ان تمام علامات کے عین مطابق معاملہ ہوا۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح و مہدی کے طور پر آنے کا اعلان فرمایا تو آپ کی شدید مخالفت کی گئی کفر کے فتوے لگائے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکذیب کو دیکھا اور اپنے بندے اور محبوب کو ۶ فروری ۱۸۹۸ء کو کشف کے ذریعہ پنجاب میں جو کہ آپ کی مخالفت کا گڑھ تھا طاعون کے عذاب کے آنے کی خبر دی اور آپ نے اسے شائع فرما دیا۔ مخالفین نے اس مامور من اللہ کی مخالفت میں اور شدت اختیار کی اور استہزاء میں اور بھی بڑھ گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اور بھڑکا اور اس کے چند ماہ بعد ہی جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع میں طاعون پھوٹ پڑی۔

مگر مخالفین نے اس سے سبق حاصل نہ کیا۔ حضور نے انہیں بچانے کیلئے از راہ ہمدردی تقویٰ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ (اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

مگر یہ آواز بھی بہرے کانوں پر ہی پڑی نتیجہ یہ ہوا کہ اس عذاب میں اور شدت آ گئی اور ۱۹۰۲ء میں لوگ بے تحاشا اس مرض سے مرنے لگے۔ گھروں کے گھر خالی ہو گئے۔ مردوں کو دفن کرنے والا کوئی نہ رہا۔ لاشیں گھروں میں سڑنے لگیں۔ اس طرح یہ دابۃ جو کہ بہت بالوں والا دکھایا گیا تھا جس کی تعبیر غم واندوہ ہوتا ہے۔ غم واندوہ کا موجب ہوا اور اس کا اثر بھی بہت وسیع تھا۔ کسی ایک یا دو مقام کا مسئلہ نہ رہا بلکہ پورا پنجاب اور دیگر علاقے بھی اس کے زیر اثر آ گئے اور

حکومت وقت کیلئے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا اور حکومت وقت نے عوام کے بچانے کیلئے بھرپور کوشش کی مگر تمام تدابیر اس عذاب کے سامنے دھری کی دھری رہ گئیں کیونکہ یہ عذاب تو درحقیقت تکذیب کا نتیجہ تھا۔

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں طاعون کے ذریعہ ہونے والی تباہی کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ایک رسالہ میں ہندوستان کا سال وار اور پنجاب کا ایک ہفتہ کا طاعون سے ہلاکتوں کا چارٹ دیا ہے۔ وہ قارئین کے فائدہ کیلئے درج کیا جاتا ہے۔

”طاعونی اموات کا حساب   ۱۸۹۶ء میں ۱۷۰۴

۱۸۹۷ء میں ۵۶۰۵۵۵   ۱۸۹۸ء میں ۱۰۱۸۵۳

۱۸۹۹ء میں ۱۳۴۷۸۹   ۱۹۰۰ء میں ۹۳۱۵۰

۱۹۰۱ء میں ۲۷۳۶۷۹   ۱۹۰۲ء میں ۵۷۷۴۲۷

۱۹۰۳ء میں ۸۵۱۰۲۶۳   ۱۹۰۴ء میں ۱۰۲۲۲۹۹

۱۹۰۵ء میں ۹۵۰۸۶۳   ۱۹۰۶ء صرف جنوری سے اپریل تک ۱۷۰۰۰۰

پنجاب میں ہفتہ مختتمہ ۱۶ اپریل کو طاعون سے جو اموات واقعہ ہوئی ہیں ان کی تفصیل ضلع وار حسب ذیل ہے۔

حصار ۱۰۰، رہتک ۱۹۷۹، گوڑگاؤں ۱۳۷، دھلی ۵۷۷، کرنال ۷۳۳، انبالہ ۱۶۷۸، ہوشیار پور ۸۱۵، جالندھر ۴۳۱۵، لودیانہ ۲۴۱۱، فیروزپور ۱۷۹۰، منٹگمری ۲۶۹، لاہور ۲۱۷۰، امرتسر ۱۱۳۲، گورداسپور ۲۲۷۵، سیالکوٹ ۳۷۸۱، گوجرانوالہ ۵۲۵۴، گجرات ۲۶۵۹، شاہپور ۱۱۸۴، جہلم ۵۲۷، راولپنڈی ۴۳۶، اٹک ۲۳۱، ملتان ۱، ریاست پٹیالہ ۱۲۳۶، کپورتھلہ ۶۴۷، مالیر کوٹلہ ۱۰۶، جنید ۲۰۰، کلیسہ ۱۱۹، فرید کوٹ ۱۱۷۔ نابھہ ۱۷۷، کل ۳۲۴۳۶۔ اس سے گذشتہ ہفتہ ۲۹۱۵۴ پچھلے سال اسی ہفتہ ۴۲۷۵“۔

(ہفتہ وار اخبار اہلحدیث: جلد:۴: نمبر:۲۵: ص:۱۱: مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۴ ہجری: مولوی ثناءاللہ مطبع اہلحدیث امرتسر)

اس موقع پر کافر اور مومن میں فرق اس طرح کیا گیا کہ حضرت مرزا صاحب جو کہ مدعی مسیحیت و مہدویت تھے آپ نے فرمایا کہ یہ طاعون میری تصدیق کیلئے ہے اور خدا تعالیٰ نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ انی احافظ کل من فی الدار جس کا مطلب آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری اور ہر اس فرد کی حفاظت فرمائے گا کہ جو میرے ظاہری گھر کی چاردیواری کے اندر ہو یا روحانی گھر کی چاردیواری کے اندر ہو۔ اسی طرح آپ نے اپنی بستی اور مقام قادیان کی نسبت فرمایا کہ قادیان میں طاعون جارف یعنی تباہ کن طاعون نہیں آئے گی اور آپ نے حکومت وقت کا طاعون سے بچاؤ کیلئے ایجاد کردہ ٹیکہ اس لئے نہ لگوایا کہ اس سے یہ نشان صداقت مشتبہ نہ ہو جائے۔

صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے مخالفین کو ڈنکے کی چوٹ یہ کہا کہ یہ میری صداقت کا نشان ہے اور اس امر کے پہچاننے اور جانچنے کے طریق کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

> ”پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کیلئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچا لے گا اور سناتن دھرم والوں کو چاہئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھا دے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور ان کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا

اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کرکے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کردیں اور چونکہ فرقہ وھابیہ کی اصل جڑ دلی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دلی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی...... یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں‘‘۔

(دافع البلاء: صفحہ: ۱۴۔۱۵: روحانی خزائن: جلد ۱۸: ص: ۲۳۰۔۲۳۱)

آپ نے مزید تحدی کرتے ہوئے فرمایا:

’’میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروھہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دھلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی‘‘۔

(دافع البلاء: ص: ۲۲: روحانی خزائن: جلد ۱۸ صفحہ: ۲۳۸)

۱۳۔ دجال اور قتل دجال[۱]

قارئین کرام! ’’یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم افصح العرب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عارفانہ کلام کو غور سے دیکھیں اور اس ارفع شان کے کلام کو قصوں اور کہانیوں کے ساتھ نہ ملائیں۔ دشمنان اسلام نے قرآن مجید کو قصے کہانیاں قرار دیا تھا اور اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (الانفال: ۳۲) قرار دیا تھا اور آج کے علماء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[۱] یہ کچھ حصہ میں اپنی کتاب راہدایت حصہ اول سے نقل کر رہا ہوں۔ مصنف

زبان سے جاری عظیم الشان پیشگوئیوں کو قصے اور کہانیاں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دجال کا خروج اور اس کا قتل مسیح موعود علیہ السلام کی علامات میں سے ہے۔ مگر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ دجال کی تعیین ہو جائے کہ دجال کون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اور متنوع مواقع پر دجال کی پہچان کرنے کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے پاس اس کی علامات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان احادیث میں آپ نے ایسے بنیادی اور کلیدی امور کو بیان فرمایا ہے کہ جن سے فتنہ دجال کی تعیین کرنا مشکل نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں چند باتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

(ا) پہلی بات یہ ہے کہ احادیث مبارکہ اور لغت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال کسی ایک فرد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اسم جمع ہے جو بہت سارے افراد کا احاطہ کرتا ہے۔ چنانچہ

(الف) ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دجال کا لفظ جمع کیلئے استعمال فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَخْرُجُ فِیْ آخِرِالزَّمَانِ دَجَّالٌ یَخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ

(کنزالعمال: کتاب القیامہ من القسم الاوّل: صفحہ ۱۷۴: مطبوعہ حیدرآباد دکن)

یعنی آخری زمانہ میں دجال ظاہر ہوگا۔ وہ دنیا کو دین کے نام پر دھوکہ دیں گے۔ یہاں پر دجال کا لفظ استعمال فرما کر اس کی طرف اس لمبی حدیث میں مسلسل کئی مرتبہ جمع کی ضمائر لوٹائی گئی ہیں جس سے واضح ہے کہ دجال کا لفظ جمع کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

(ب) لغت عرب میں ”دجال“ سے گروہ بھی مراد لیا گیا ہے۔ المنجد عربی زبان کی عام اور ہر جگہ دستیاب کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے:

الدجالۃ: الرُّفْقَۃُ الْعَظِیْمَۃُ تُغَطِّی الْأَرْضَ بِکَثْرَۃِ اَھْلِھَا

(المنجد زیر لفظ دجال)

یعنی ایسا عظیم گروہ جو اپنی کثرت کی وجہ سے زمین کو ڈھانپ لے۔ پس عربی زبان میں

دجال کا لفظ صرف فرد واحد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ افراد کیلئے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

(ii) دوسری بات یہ ہے کہ دجال کے حالات و واقعات جو احادیث میں مروی ہیں وہ خود یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ دجال کے متعلقہ علامات کا ظاہر کے ساتھ تعلق نہیں ہے بلکہ یہ باتیں تعبیر طلب ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مکاشفات ہیں جن میں دجال کے حالات و واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ:۔

اگر ان احادیث میں مندرج باتوں کو ظاہراً مان لیا جائے تو دجال میں خدائی طاقتوں کو ماننا پڑے گا جو صریحاً خلاف قرآن و مسلمہ عقائد اُمت اسلامیہ ہے۔ مثلاً (الف) جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اسی کے قبضہ میں ہے۔ اس نے مومنوں کے ساتھ جنات کا اور مکذبین کے ساتھ دوزخ کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر دجال کے ذکر میں حدیث میں لکھا ہے۔

مَعَهٗ جَنَّةٌ وَّنَارٌ (مسلم: کتاب الفتن: باب ذکر الدجال)

دجال کے ساتھ جنت اور آگ یعنی دوزخ ہوگی۔

حالانکہ دجال دشمن خدا اور رسول ہوگا۔ پھر اس کا قبضہ جنت و دوزخ پر کیسے ہوسکتا ہے؟

(ب) بارش برسانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر حدیث میں اسے دجال کے کامل قبضہ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ الفاظ حدیث یہ ہیں کہ:۔

يَاتِىْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ فَيَاْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ الْاَرْضَ

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات)

یعنی دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں اپنی دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ وہ دجال بادلوں کو حکم دے گا تو وہ زمین پر بارش برسا دیں گے۔

اگر اس کو ظاہراً مانا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ دجال کو بادلوں پر کامل اقتدار حاصل ہوگا اور اس زمانہ میں بادل اس کے حکم کے تابع ہوں گے۔

(ج) کسی شخص کو مرنے کے بعد زندہ کرنا خلاف قرآن ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ (الزمر:۴۳)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انسانی جانوں کو موت کے وقت اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ جس پر موت کا وقت نہ آیا ہو اس کی روح نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس کے متعلق موت کا فیصلہ جاری ہو چکا ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اپنے پاس روک لیتا ہے۔

اسی طرح فرمایا وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (الانبیاء:۹۶) جس بستی کو ہم ہلاک کر چکے ہوں اس بستی کے لوگ کبھی دنیا میں واپس نہیں آ سکتے۔ مگر دجال کے متعلق لکھا ہے:

يدعوا رجلاً ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل و يتهلل وجهه يضحك

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات)

یعنی دجال ایک خوبصورت نوجوان کو بلائے گا اسے تلوار سے دو حصے کر کے تیر کے نشان کے فاصلے پر پھینک دے گا۔ پھر اسے بلائے گا تو وہ اس کی طرف ہنستا مسکراتا چلا آئے گا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ مومن کو دجال آرے سے سر سے لے کر پاؤں تک دو حصوں میں چیر کر پھر زندہ کر دے گا۔

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں فيقتله ثم يحييه (مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات) یعنی دجال ایک شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

اب اگر یہ ظاہراً اس طور پر مانا جائے تو خلاف قرآن ہے۔

(iii) احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ دجال کے متعلقہ علامات کا ظاہری طور پر پورا ہونا نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے نزدیک ان تمام علامات کا ظاہری طور پر پورا ہونا ضروری نہ تھا۔ چنانچہ احادیث میں ہے کہ:

عن محمد بن المنکدر قال رایت جابر بن عبداللّٰہ یَحْلِفُ بِاللّٰہِ ان ابن الصیاد الدجال قلت تحلف باللّٰہ قال انی سمعت عمر یحلف علی ذالک عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم ینکرہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب قصہ ابن صیاد)

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو یہ قسم کھاتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد دجال ہے۔ ابن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ اللہ کی قسم کھا کر بیان کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں نے حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قسم کھاتے ہوئے سنا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع نہیں فرمایا تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر قسم کھاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیان سے منع نہ فرمانا حدیث تقریری کا درجہ رکھتا ہے۔

دجال کے متعلق مروی اکثر علامات ظاہراً ابن صیاد میں نہ پائی جاتی تھیں مگر اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا اس کے بارہ میں دجال ہونے کا خیال ظاہر کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے نزدیک ان علامات کا ظاہراً پورا ہونا ضروری نہ تھا ورنہ ابن صیاد کے بارہ میں دجال ہونے کا واہمہ بھی کسی کو نہ ہوسکتا تھا کیونکہ:

ابن صیاد نے خدائی کا دعویٰ کیا نہ نبوت کا۔

ابن صیاد کے ماتھے پر کافر نہ لکھا ہوا تھا۔

ابن صیاد نے کوئی جنت دوزخ نہ بنائی تھی۔

ابن صیاد کے پاس بارش برسانے کی کوئی طاقت نہ تھی۔

ابن صیاد کے پاس زمین کے خزانے اگلوانے کی کوئی طاقت نہ تھی۔

ابن صیاد نے کسی شخص کو دو لخت کر کے زندہ نہ کیا تھا۔

غرض وہ علامات جو مولوی[۱] صاحب نے اپنے رسالہ میں دجال سے متعلقہ درج کی ہیں وہ علامات ظاہراً ابن صیاد میں پوری نہ ہونے کے باوجود اس کے متعلق دجال ہونے کا خیال پیدا ہونا ثابت کرتا ہے کہ دجال کی علامات کا ظاہراً پورا ہونا قطعاً ضروری نہیں سمجھا گیا ہے۔

(iv) احادیث مبارکہ میں دجال کے متعلقہ علامات میں ایسے قرائن موجود ہیں جو خود ظاہر کر رہے ہیں کہ ان تمام علامات کا ظاہراً پورا ہونے کا خیال درست نہیں ہے۔ مثلاً حدیث میں ہے کہ:

مکتوب بین عینیہ کافر یقرءہ کل مومن کاتب و غیر کاتب

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

یعنی دجال کی آنکھوں کے درمیان "کافر" کا لفظ لکھا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ لے گا خواہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو۔

مولوی[۲] صاحب نے بھی لکھا ہے "ماتھے پر کافر" یا (ک۔ف۔ر) لکھا ہوگا جسے ہر خواندہ ناخواندہ مسلمان پڑھے گا۔ (شناخت: صفحہ ۱۷)

[۱،۲] مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی مراد ہے۔

اب ظاہر بات ہے کہ اگر ظاہری طور پر "کافر" یا "ک۔ف۔ر" دجال کے ماتھے پر لکھا ہوگا تو یہ بات تو درست ہے کہ ہر پڑھا لکھا پڑھ سکے گا مگر ہر ان پڑھ مومن کا بھی اسے پڑھ لینا ثابت کرتا ہے کہ اس سے مراد ظاہری طور پر لکھا ہونا نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کا کفر ایسا کھلا ہوگا کہ جسے ہر مومن پہچان لے گا۔ اس کی پہچان کیلئے مومن ہونا شرط ہے پڑھا لکھا ہونا شرط نہیں ہے۔ حالانکہ اگر ظاہری طور پر کافر ماتھے پر لکھا ہو تو اس کے لئے ظاہری طور پر پڑھا لکھا ہونا شرط ہونی چاہئے

تھی نہ کہ مومن ہونے کی شرط۔

یاد رہے کہ کتابت سے مراد ظاہری کتابت نہیں ہو سکتی۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ (المجادلہ:۲۳) خدا نے ان کے دلوں پر ایمان لکھ دیا ہے۔ اب یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ صحابہؓ کے دلوں پر ا-ی-م-ا-ن لکھ دیا گیا تھا بلکہ یہ مراد ہے کہ ایمان ان کے دلوں میں مستحکم اور پختہ ہو گیا۔ اسی طرح دجال کے ماتھے پر ک-ف-ر لکھا ہونا سے مراد کفر کا واضح اور کھلا ہونا ہے۔

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فصیح کلام میں دجال کے کفر واضح کی تصویر کشی فرمائی ہے اور ظاہراً ان تمام علامات کے پورا ہونے کے خیال کو رد فرما دیا ہے۔

دجال کی تعیین

اب دیکھنا یہ ہے کہ دجال کون ہے؟ اس کی تعیین کے سلسلہ میں قرآن مجید اور احادیث نے بالوضاحت بیان فرمایا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ غور کیا جائے چنانچہ حدیث ہے۔

نمبر ۱: عن عمران ابن حصین قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول مابین خلق آدم الی قیام الساعة امرا کبر من الدجال رواہ مسلم

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال الفصل الاوّل)

یعنی آدم کی پیدائش سے قیامت کے دن تک سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے اپنی اُمت کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

ذکر المسیح الدجال فاطنب فی ذکرہ وقال ما بعث اللّٰہ مِنْ نبی الا وانذر امته انذرہ نوح والنبیون من بعدہ

(بخاری: کتاب المغازی: باب حجۃ الوداع) (ابو داؤد: کتاب الملاحم: باب خروج الدجال)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ مسیح دجال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہر ایک نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے۔ نوح اور آپ کے بعد کے انبیاء نے بھی اس فتنہ سے ڈرایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے واضح ہے کہ فتنہ دجال خلق آدم سے لے کر قیامت کے دن تک سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ ہے۔

ان احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ سب سے بڑا فتنہ دجال ہے جب قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو قرآن مجید سب سے بڑے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وقالوا اتخذ الرحمان ولداً۔ لقد جئتم شیئا ادا۔ تکاد السموت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخرالجبال ھدا۔ ان دعوا للرحمن ولدا۔

(مریم: ۸۹تا۹۲)

فرمایا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمان نے بیٹا بنایا ہے (تو کہہ دے) تم ایک بڑی سخت بات کہتے ہو۔ قریب ہے کہ (تمہاری اس بات سے) آسمان پھٹ کر گر جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں اس لئے کہ ان لوگوں نے خدائے رحمان کا بیٹا قرار دیا ہے۔

پس احادیث نے سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ قرار دیا ہے اور قرآن مجید نے سب سے خطرناک اور تباہ کن فتنہ عیسائیت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہے اور دجال کے فتنہ سے مراد عیسائیت کا فتنہ ہے۔

نمبر ۲: دوا کی تجویز ہمیشہ بیماری کے مطابق کی جاتی ہے اور دوا کی تجویز سے بیماری کا اندازہ اہل عقل ونظر کو ہو جایا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لحاظ سے بھی ہمارے لئے اس مسئلہ کو کھولا ہے۔ چنانچہ آپ نے فتنہ دجال سے بچنے کیلئے جو نسخہ اور طریق بیان فرمایا ہے

وہ نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فمن ادرکہ منکم فلیقرا علیہ فواتح سورۃ الکھف و فی روایۃ فلیقرا علیہ فواتح سورۃ الکھف فانھا جوار کم من فتنتہ

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال)

فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے دجال کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ دجال کے سامنے سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے کیونکہ یہ آیات فتنہ دجال سے بچانے والی ہیں۔

فواتح سورۃ الکہف کی تشریح حدیث میں یہ ملتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

من حفظ عشر آیات من اوّل سورۃ الکھف عصم من فتنۃ الدجال

(سنن ابوداؤد: کتاب الملاحم: باب خروج الدجال)

فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات یاد رکھے گا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

یہ آیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنہ کے علاج کے طور پر بیان فرمائی ہیں ان میں فتنہ عیسائیت کا ذکر ہے۔ خاص طور پر عیسائیت کے غلط عقائد کے فتنہ کا ذکر ہے۔ مثلاً فرمایا۔

وینذر الذین قالوا اتخذ اللّٰہ ولدا۔ مالھم بہ من علم ولا لابائھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ (سورۃ الکہف:۵،۶)

یعنی آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید کے نزول کا مقصد ان لوگوں کو انذار کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے۔ (فرمایا کہ) انہیں اس بارہ میں کچھ بھی تو علم نہیں اور نہ ان کے بڑوں کو (اس کے بارہ میں کوئی علم تھا) یہ بہت بڑی (خطرناک) بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔ وہ محض جھوٹ بول رہے ہیں۔

یہ آیات واضح طور پر عیسائیت کے مذہبی و اعتقادی فتنہ کی شناعت اور اس کے خطرناک ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ کا سورہ الکہف کی ابتدائی آیات کو فتنہ دجال کے علاج کے طور پر بیان فرمانا اور ان آیات کا عیسائیت کے بگڑے ہوئے عقائد کی شناعت کو بیان فرمانا ظاہر فرما رہا ہے کہ دجالی فتنہ سے مراد یہی عیسائیت کے خراب عقائد کا فتنہ ہے کیونکہ علاج بیماری کے مطابق ہوتا ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سورہ کہف کی آخری آیات یاد کرے گا وہ بھی فتنہ دجالی سے محفوظ رہے گا۔

(سنن ابی داؤد: کتاب الملاحم: باب خروج الدجال)

سورہ کہف کی آخری آیات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں مسیحی قوم کے دنیوی اور صنعتی فتنہ کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا:

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ (الکہف: ۱۰۴، ۱۰۵)

فرمایا کیا ہم تمہیں ان لوگوں سے آگاہ کریں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام کوشش اسی دنیا کی زندگی کے لئے ہی صرف ہو گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صنعت میں کمال حاصل کر رہے ہیں۔

قاری محمد طیب صاحب ان آیات کا مصداق موجودہ اُمت مسیحیہ کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پس اس ترکیب وتحلیل کے اصول سے اسی مادی قوم نے بلاشبہ ایجادی ترقی کی اور کرنی چاہیے تھی کہ یہ اصول ہی ترقی کا تھا لیکن روح کے بجائے اس کا میدان مادہ قرار پایا۔ مادہ کے مقامات کھولے۔ لوہے کو بلوا دیا، وزنی دھاتوں کو نچا دیا۔ پہاڑوں کو بہا دیا۔ شہروں کو

جگمگا دیا۔ بدنوں کو گرما دیا اور گویا مادہ کو ہمرنگ روح بنا کر زندہ کر دکھایا۔ لیکن اس ظاہری اور نمائشی حیات کے ذریعہ باطن ہمرنگ مادہ بنا کر زندگی سے دور کر لیا۔ روحوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ قلوب کو مردہ بنا لیا۔ نفوس کو تاریک کر دیا۔ اقلیم جان میں خاک اڑا دی اور صورت کو سنوارنے کے پیچھے حقیقت کھودی اور انجام بگاڑ لیا۔ محسوسات میں تدبر کی دولت ختم کر کے معنیات اور اسرار سے الگ ہو گئے۔ کیا اور کھو دیا۔ محنت کی اور رائیگاں کر دی۔ دنیا تو ایک مقررہ مدت کے بعد کھوی اور آخرت کو پہلے ہی سے کھو دیا۔ اسی لئے نہ دنیا ہی ہاتھ لگی نہ آخرت۔ الذین ضل سعیهم فی الحیوۃ الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا ------ ورسلی هزوا”

(قاری محمد طیب: تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام: مئی ۱۹۸۶ء: ایڈیشن اول: احمد برادرز پرنٹرز کراچی: صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱)

اپنے اس بیان میں قاری صاحب نے یہ قبول کر لیا ہے کہ موجودہ مسیحی قوم کے کام اور انجام سورہ کہف کی آخری آیات کے مصداق ہیں۔

پس سورہ کہف کی آخری آیات میں مسیحی قوم کے صنعتی فتنہ کا ذکر ہے اور آنحضرت ﷺ نے اُمت محمدیہ کو سورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کی طرف دجال کے فتنہ سے بچنے کیلئے توجہ دلائی ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کا مقصد یہی تھا کہ اُمت محمدیہ کے افراد ان آیات میں مذکور فتنے سے واقف ہو کر محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ شیخ الہند محمود الحسن صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

معنی الحدیث ان من قرء من هذه الایات و تدبرها وقف علی معناها حذره فامن منه

یعنی اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص ان آیات کو غور سے پڑھے گا اور ان کے معانی پر واقفیت حاصل کرے گا وہ دجال سے محتاط ہو جائے گا اور اس سے امن میں آ جائے گا۔

(شیخ الہند محمود الحسن صاحب دیوبندی: حاشیہ بر سنن ابی داؤد: کتاب الملاحم: باب خروج الدجال: جلد ثانی: صفحہ ۲۴۶: مطبوعہ مکتبہ امدادیہ پاکستان)

پس ان آیات میں عیسائیت کے اعتقادی و مادی فتنہ کا ذکر ہے اور یہی وہ دجالی فتنہ ہے جس سے بچنے کیلئے سورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی ہے۔

نمبر ۳: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارہ میں تمیم داریؓ کے بیان کا ذکر فرمایا جو تفصیلاً مسلم کے حوالے سے مشکوۃ کتاب الفتن باب العلامات میں درج ہے۔ اس میں یہ امر بیان ہے کہ دجال کا تعلق گرجا گھر سے ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تمیم داریؓ نے بیان کیا کہ:

دخلنا الدير فاذافيه اعظم انسان ما رايناه قط خلقا و اشده وثاقا مجموعة يده الى عنقه ما بين ركبتيه الى كعبيه بالحديد

ہم گرجا گھر میں داخل ہوئے تو وہاں ایک ہیبت ناک آدمی کو دیکھا جو مضبوطی کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ لوہے کے ساتھ اس کی گردن پر گھٹنوں اور ٹخنوں کے درمیان بندھے ہوئے تھے۔

اس میں دجال کے گرجا گھر میں بندھے ہونے کا ذکر ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے کہ جب اس کو فتنہ پھیلانے کی قوت تو تھی مگر آزادی نہ ملی تھی اور آئندہ زمانہ میں اسی دجال کو فتنہ پھیلانے کی اجازت دی جانی تھی۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

واني يوشك ان يوذن لي في الخروج فاخرج فاسير في الارض فلا ادع قرية الا هبطتها في اربعين ليلة غير مكة و طيبة۔

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات)

دجال نے جو کہ گرجا گھر میں بندھا ہوا تھا بیان کیا کہ مجھے آئندہ خروج کی اجازت ملے گی۔ میں نکلوں گا اور ساری زمین میں پھر جاؤں گا اور چالیس راتوں میں میں مکہ اور مدینہ کے سوا باقی سب بستیوں میں چکر لگا لوں گا۔

غرض یہ حدیث ظاہر فرما رہی ہے کہ دجال کا تعلق گرجا گھر سے ہے۔ یعنی عیسائیت سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ دجال قید تھا مگر آئندہ اسے ہی اجازت خروج ملنا تھی اور اس کا غلبہ زمین پر ہو جانا تھا۔

نمبر ۴: چوتھا امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کا کام دجال کا خاتمہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کروں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسی ابن مریم

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب قصۃ ابن صیاد)

فرمایا کہ اگر یہی دجال ہے تو اس کو قتل کرنا آپ کا کام نہیں ہے اس کا کام تمام کرنا صرف مسیح علیہ السلام کا کام ہے۔ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کا بڑا کام کسر صلیب ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

پس مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان کام ایک طرف فتنہ صلیب کو دور کرنا اور دوسری طرف فتنہ دجال کو ختم کرنا بیان فرمانا ظاہر فرما رہا ہے کہ درحقیقت یہ دونوں ایک ہی فتنہ کے دو انداز بیان ہیں اور دجالی فتنہ سے مراد درحقیقت صلیبی فتنہ یا عیسائیت کا فتنہ ہی ہے۔

نمبر ۵: پانچواں امر یہ ہے کہ دجال سے متعلقہ تمام علامات اس دور کے صلیبی فتنہ پر پوری اُترتی ہیں۔ اس لئے ان علامات نے پورا ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی دجال کے متعلق بیان فرمائی تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔ قبل ازیں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ دجال سے مراد فرد واحد نہیں اور دوسرے یہ کہ ان تمام علامات کا ظاہراً پورا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اپنے مفہوم کے لحاظ سے اپنی حقیقت کے لحاظ سے یہ تمام علامات پوری ہو چکی ہیں۔

مثلاً

نمبر۱: فرمایا کہ ان المسیح الدجال اعور عین الیمنی

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

یعنی دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور یہ واضح ہے کہ دایاں پہلو دین پر دلالت کرتا ہے۔ روحانیت کا علمبردار ہے اور ''یمن'' عربی میں برکت کو کہتے ہیں۔ پس دجال کی یہ علامت ہے کہ اس کی دین کی آنکھ نہ ہوگی۔ اس لحاظ سے کانا ہوگا۔

عیسائیت کی موجودہ صورت کہ ایک انسان کو خدا بنانا، تمام انسانوں کے گناہ ایک انسان پر لاد کر اسے مروانے کا عقیدہ رکھنا اور دیگر عقائد باطلہ باوجود ظاہری علمی ترقی کے یہ دین کے فقدان اور روحانیت کے نہ ہونے کا اعلان ہے۔ قرآن مجید نے بھی من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی (بنی اسرائیل: ۷۳) میں روحانی بصیرت نہ رکھنے والوں کو ہی نابینا قرار دیا ہے۔ علم تعبیر الرؤیا میں بھی آنکھ کی خرابی سے مراد دین کا نقص لیا گیا ہے۔

(علامہ ابن سیرین: خواب نامہ کبیر: اُردو ترجمہ کامل التعبیر: زیر عنوان آنکھ: صفحہ ۲۱۰: ناشر ادارہ اسلامیات: ایڈیشن اوّل: وفاق پریس لاہور)

نمبر۲: ایک علامت یہ بتائی ہے کہ اس کی پیشانی پر کافر یا ک، ف، ر لکھا ہوگا جسے ہر خواندہ ناخواندہ پڑھ لے گا۔

مکتوب بین عینیہ کافر یقرؤہ کل مومن کاتب و غیر کاتب

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

مراد یہ ہے کہ اس کا کفر بڑا واضح ہوگا۔ اس کا کفر دیکھنے کیلئے ایمان کا ہونا ضروری ہے۔ پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

موجودہ عیسائی مذہب کے بگاڑ کا فتنہ اس قدر واضح ہے کہ کسی مومن کیلئے جو بصیرت رکھتا ہو اس فتنہ کو سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ وہ مذہب جو ایک انسان کو خدا بنا رہا ہو، وہ مذہب جو

ایک نبی کو صلیب پر مروا کر لعنتی ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو۔ تین خداؤں کی تعلیم دیتا ہو۔ تین ایک اور ایک تین کا نظریہ پیش کرتا ہو۔ ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ یہ غلط عقائد ہیں لیکن اس زمانہ کے پادری انہی غلط عقائد کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور ان غلط عقائد کی علامت صلیب کے طور پر اپنے گلوں کا ہار اور ماتھوں کا جھومر بنائے پھر رہے ہیں۔

اسی طرح عیسائی سکالرز جنہوں نے دنیوی علوم میں بہت شہرت حاصل کی مگر اسکے باوجود ان غیر معقول نظریات کے پیرو اور ایک عاجز بندہ کے عبادت گزار بنے ہوئے ہیں، مگر ہر ایک مومن کو ان عقائد کے غلط ہونے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ مومن لکھا پڑھا ہو یا ان پڑھ ہو اسے دلائل آتے ہوں یا نہ آتے ہوں وہ یہ ضرور جانتا ہے بندہ کو خدا بنانے کا عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا اور یہی وہ علامت تھی جو حدیث میں بیان کی گئی تھی اور اب ان اقوام میں پوری ہوئی۔

نمبر۳: ایک علامت دجال کی یہ بتائی گئی تھی کہ مَعَهٗ جَنَّتُهٗ وَ نَارُهٗ

(مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

یعنی دجال نے اپنی جنت دوزخ بھی بنا رکھی ہوگی۔ (شناخت: صفحہ: ۷) اب جنت اور دوزخ حقیقی تو اللہ کے پاس ہے اور اسی کی قدرت میں ہے۔ اس جنت اور دوزخ کی مثال تو **ما لا عين رات ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر** ہے۔ یعنی اس جنت کو تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کی حقیقی کیفیات کسی بشر کے دل پر وارد ہوئی ہیں۔ مگر دجال کے پاس موجود دوزخ اور جنت تو سب دیکھیں گے۔ پس یہاں پر ایسی جنت اور دوزخ کا ذکر ہے جو دجال کے قبضہ قدرت میں ہوگی۔

آج کے اس دور میں ہر فرد جانتا ہے کہ ان اقوام مغرب (پادریوں اور سائنس دانوں) نے ایک طرف اسباب تنعم و تعیش کی انتہا کر کے جنت کا عملی نمونہ قائم کر لیا تو دوسری طرف ہلاکت کے بھی وہ سامان بنائے ہیں کہ دوزخ اسی دنیا میں تیار ہو گئی ہے۔ چنانچہ ایٹم بم وغیرہ ایجادات

اسی دجالی دوزخ کے مظاہر ہیں۔

نمبر۴: ایک علامت دجال کی یہ بیان کی گئی تھی کہ:

وَیمر بالخربة فیقول لھا اخرجی کنوزك فتتبعهٗ کنوزھا کیعا سیب النحل

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلات بین یدی الساعہ)

یعنی دجال ویرانے پر سے گزرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے اُگل دے اس پر اس کے خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔

مولوی صاحب نے اس علامت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”ویرانے پر سے گزرے گا تو زمین کو حکم دے گا کہ اپنے خزانے اُگل دے چنانچہ خزانے نکل کر اس کے ہمراہ ہولیں گے“۔ (شناخت: صفحہ:۱۸)

آج یہ علامت انہیں مغربی اقوام کا طرہ امتیاز ہے۔ یہ اقوام جن کی بائیں آنکھ تیز ہے یعنی دنیوی ترقیات میں آگے ہیں انہوں نے زمین کی تہوں سے وہ خزائن نکال لئے ہیں جن کا تصور بھی پہلے زمانہ میں سوائے قرآن مجید اور احادیث محمد مصطفیٰ ﷺ کے کہیں آپ کو نہ ملے گا اور پھر یہ اقوام ان خزائن کے خام اموال اپنے ساتھ لے جاتی ہیں اور مختلف اشیاء کی تیاری کے بعد مہنگے داموں غریب اقوام کو فروخت کر دیتے ہیں۔ اس طرح یہ علامت مکمل طور پر پوری ہو چکی ہے۔

نمبر۵: ایک علامت دجال کی یہ بیان کی گئی ہے کہ:

یدعوا رجلا ممتلئا شبابا فیضربه به بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل و یتھلل وجھه یضحك

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعہ وذکر الدجال الفصل الاوّل)

دجال ایک بھرپور خوبصورت نوجوان کو بلائے گا اور تلوار کے ساتھ اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کے نشانے کے فاصلے پر پھینک دے گا۔ پھر اسے بلائے گا۔ وہ نوجوان اس کی بات قبول

کرتا ہوا آجائے گا اور اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔

یہ علامت بھی جدید علم جراحی میں اب روزمرہ کا مشاہدہ ہو چکی ہے۔ ہسپتالوں میں ہر روز آپریشن کے ذریعہ مختلف اعضاء دل، گردے، اور دیگر اعضاء کو کاٹ کر پھر جوڑ دیا جاتا ہے اور اس طرح ان دونوں ٹکڑوں کو جوڑنے کے بعد وہ مریض شفا پا کر خوش وخرم اپنے گھر آجاتا ہے۔

نمبر۶: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے خروج کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ماھو وا وما بیدہ الی المشرق (مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

فرمایا سنو دجال شام کے دریا میں ہے یمن کے دریا میں ہے نہیں بلکہ وہ تو مشرق سے نکلے گا اور آپ نے اپنے دست مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مغربی اقوام کا خروج اور ان کی ترقی ہندوستان میں ہوئی اور ہندوستان عرب کے عین مشرق میں ہے۔ پس دجالی اقوام کے خروج کا مقام ہندوستان ٹھہرا۔ بلکہ ان دجالی اقوام کی کمپنی جو بالآخر ہندوستان میں ان کے غلبہ کا باعث بنی اس کا نام بھی ایسٹ انڈیا کمپنی تھا۔ اس طرح یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

نمبر۷: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

ان معہ جبل خبز ونھر ماء (مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

کہ دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔

یہ علامت بھی مغربی اقوام میں پوری ہوئی۔ ان کے پادریوں کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے ہر قسم کا انسانی ضروریات کا سامان موجود ہے۔ لوگوں کو کھانے کی اشیاء اور مختلف قسم کی امدادیں دے کر انہیں اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہی وہ اقوام ہیں جن کا دنیا کی معیشت پر قبضہ ہے۔ پوری دنیا ان کی دست نگر بنی ہوئی ہے۔ انسانی بقاء کیلئے روٹی اور پانی یعنی غذا ضروری ہے۔ ان اقوام کے اختیار میں وہ تمام اسباب ظاہری موجود ہیں جو اقوام کی معیشت کیلئے ضروری ہیں۔ چنانچہ آئے دن ان اقوام کی طرف سے دیگر اقوام خاص طور پر مسلمان ممالک جو ان کے مفادات سے ٹکراتے ہیں ان پر معاشی پابندیاں لگا دی جاتی ہیں یعنی ان کا روٹی پانی بند کر دیتے ہیں۔ اس کی تازہ مثال عراق پر اقتصادی پابندیوں کا لگایا جانا ہے۔ پس یہ علامت بھی نصف النہار کی طرح مغربی اقوام پر پوری ہو چکی ہے۔

ان اقوام کی اس قدرت کے سامنے مولوی صاحب کے مزعومہ دجال کے ظاہری روٹیوں کے پہاڑ کی کیا حیثیت ہے؟ پس اگر یہ اقوام دجال نہیں تو پھر یہ دجال سے بڑھ کر کوئی مخلوق ہے۔ حالانکہ دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا ہے۔

نمبر ۸: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی ایک نشانی اس کی سرعت سیر بتائی تھی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

قلنا یا رسول اللّٰہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

(نواسؓ بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دجال کا ذکر فرما رہے تھے) ہم نے عرض کیا کہ حضور دجال کی زمین میں چلنے کی کیا کیفیت ہوگی۔ آپ نے فرمایا اس بادل یا بارش کی طرح جس کو پیچھے سے تیز ہوا دھکیل رہی ہو۔

اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی سرعت سیر کا ذکر فرمایا ہے کہ جس طرح تیز ہوا بادلوں کو دھکیلتی ہے اور پھر کوئی روک نہ ہونے کے سبب بادل خوب تیزی سے چلتے ہیں اسی طرح کا اس کا سفر ہوگا۔

آج مغربی اور دجالی اقوام نے جو سواریاں تیار کی ہیں وہ اپنی سرعت اور تیزی میں اس حدیث کے بیان کے عین مطابق ہیں۔ کاریں، بسیں، تیز رفتار ٹرینیں اور ہوائی جہاز وغیرہ سب کی موجودگی اس حدیث کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت اور دجال کے ظہور کا اعلان ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دجال سے متعلقہ جس قدر تفاصیل اور قرائن قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں وہ سب کی سب مغربی اقوام یعنی ان کے مذہبی اور دنیوی رہنماؤں پر پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے درحقیقت یہی وہ دجال ہے جس کے ظہور کی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

نمبر ۹: لفظ ''دجال'' پر غور کرنے سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ دجال کے معانی کے لحاظ سے اس کا اطلاق مغربی اقوام پر بالکل درست ہے۔ چنانچہ اس کے معانی لغت عرب میں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کذاب یعنی سخت جھوٹ بولنے والا۔

۲۔ دجال کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لانہ یعم الارض کما ان الحناء یعم الجسد

کیونکہ دجال اس طرح زمین کو ڈھانپ لے گا جس طرح حناء یعنی مہندی جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔

۳۔ دجل الرجل اذا قطع نواحی الارض سیرا

دجل الرجل کے الفاظ اس وقت استعمال ہوتے ہیں جب کسی نے تمام روئے زمین کو اپنی سیر و سیاحت سے قطع کر لیا ہو۔ یعنی دجال کے معنی سیر و سیاحت کرنے والے کے بھی ہیں۔

۴۔ دجال ایسے گروہ کو کہتے ہیں کہ التی تغطی الارض بکثرۃ اھلھا جو اپنے افراد کی کثرت سے روئے زمین کو ڈھانپ لے۔

۵۔ ایسا گروہ جو اموال تجارت اٹھائے پھرے چنانچہ لکھا ہے التی تحمل متاع التجارۃ

٦۔ دجال کے ایک معنی المموہ کے ہیں یعنی دھوکے باز کے ہیں۔ جس طرح نقلی اشیاء پر سونے کا پانی چڑھانے والا لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ یہ تمام معانی لسان العرب میں زیر لفظ ''دجل'' درج ہیں۔

پس دجال سے مراد ایک ایسی جماعت اور گروہ ہوا کہ جو اپنے تجارتی اموال اٹھائے پھرے۔ تمام دنیا میں سیر و سیاحت کرے اور تعداد کے لحاظ سے یہ گروہ ایسا بڑا ہو کہ گویا پوری زمین پر چھا جائے اور مذہبی عقائد میں کذاب اور دھوکہ باز ہو۔

اب یہ تمام معانی مغربی مسیحی اقوام پر ہی پورے اترتے ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے اموال تجارت اٹھائے ہندوستان میں یہ لوگ داخل ہوئے اور فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے پوری معلومہ دنیا پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ ایسی سواریاں ایجاد کر ڈالیں کہ ہر گوشہ زمین کی سیر کر ڈالی مگر باوجود ان تمام باتوں کے مذہباً کذاب ہی رہے۔ ایسے عقائد پر قائم رہے کہ جو عام عقل کے آدمی کی سمجھ کے مطابق بھی غلط ہیں۔

پس یہی مغربی اقوام جو مذہباً عیسائیت پر قائم ہیں دجال کے تمام معانی پر سو فیصد پوری اُترتی ہیں۔

ان تمام تفصیلات سے یہ امور کھل کر سامنے آ جاتے ہیں کہ دجال کی تمام تر علامات ان مغربی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ پس جب تمام علامات ان پر پوری ہوئیں تو یہی اقوام دجال کہلائیں اور یہ بات نہ صرف جماعت احمدیہ بلکہ وہ تمام لوگ جو کہ غور و فکر کرتے ہیں وہ اگر قطعی سو فیصد صحیح نتیجہ پر نہ بھی پہنچیں اس کے قریب قریب ضرور پہنچ جاتے ہیں چنانچہ قاری محمد طیب صاحب دیوبندی جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے ہیں مولانا قاسم نانوتوی صاحب بانی دیوبند کے پوتے تھے۔ آپ کے درج ذیل بیانات قابل غور ہیں۔

۱۔ دجال کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''شریعت اسلامیہ نے دنیا کے آخری دور میں جب کہ صورت پسند اُمت مسیحیہ کے

غلبہ وشیوع اور گویا ان کے تصویری تمدن کے پھیل جانے کی خبر دی ہے تو اس کی انتہاء پر ایک مسیح ضلالت کے خروج کی بھی اطلاع دی ہے۔ جو درحقیقت ان تصویری تلبیسات کا نتیجہ اور نچوڑ ہوگا جس کو دجال اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے اور اس کے تلبیسی فتنوں سے اُمت کو ڈرایا ہے“۔

(مولانا قاری محمد طیب صاحب: تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام: مئی ۱۹۸۶ء: ایڈیشن اوّل: نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی: احمد برادرز پرنٹرز کراچی: صفحہ ۲۲۲)

اس بیان میں طیب صاحب نے اُمت مسیحیہ کے آخری زمانہ میں غلبہ وشیوع اور ان کی انتہائی ترقی اور ان کی تلبیسات کے نتیجہ اور نچوڑ کو ہی مسیح دجال قرار دیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ مسیح دجال ان اقوام مسیحیہ سے باہر نہیں ہے بلکہ انہی اقوام کی ترقی کا انتہائی قدم مسیح دجال ہے۔

۲۔ پھر قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں:۔

”اسلام کے حق میں اگر کوئی قوم من حیث القومیت مارآستین کہلائی جانے کی مستحق ہے تو وہ یہی مسیحی اُمت ہے اور اسلام اور عالم اسلام کو جس قدر صدمات قدرتی طور پر اس سے پہنچ سکتے ہیں اور پہنچے وہ دنیا کی کسی دوسری قوم سے نہیں پہنچ سکتے اور اس بناء پر آئندہ کے خطرات سے بھی جو اس قوم سے ہو سکتے ہیں وہ دوسروں سے نہیں ہیں۔ یہ دعویٰ کوئی تخمینی یا وجدانی یا محض تجرباتی ہی نہیں بلکہ ایک شرعی دعویٰ ہے جس کی تائید میں کتاب وسنت کمر بستہ ہے اور اسی لئے یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے“۔

(مولانا قاری محمد طیب صاحب: تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام: مئی ۱۹۸۶ء: ایڈیشن اوّل: نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی: احمد برادرز پرنٹرز کراچی: صفحہ ۱۷۰)

قاری صاحب نے اپنے اس بیان میں اُمت محمدیہ کیلئے خطرناک ترین قوم مسیحی اُمت کو قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک ترین فتنہ دجال کو قرار دیا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

پس اُمت مسیحیہ ہی دجال ہے کیونکہ اسی امت سے قدرتی طور پر امت محمدیہ کو جو صدمات پہنچ سکتے ہیں اور کسی قوم سے نہیں پہنچ سکتے۔

(۳) پھر قاری محمد طیب صاحب مسیحی اُمت کے دجل اور تلبیسانہ کاموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اصولی طور پر آج اس قوم کا سب سے بڑا ہنر ہی حقیقت کو غیر حقیقت دکھلانا ہے۔ جھوٹ کو سچ کر دینا اور تاریکی کو روشنی سمجھا دینا قرار پا گیا اور آج اس کی سب سے بڑی دانش ہی ڈپلومیسی، مکاری، دھوکہ، فریب اور چالبازی رہ گئی ہے اور بس"۔
>
> (مولانا قاری محمد طیب صاحب: تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام: مئی ۱۹۸۶ء: ایڈیشن اوّل: نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی: احمد برادرز پرنٹرز کراچی: صفحہ ۱۶۸)

یہاں پر قاری صاحب نے آج کی اُمت مسیحیہ کے تلبیسانہ کاموں کا خلاصۃً ذکر کر کے اس کا سب سے بڑا ہنر جھوٹ اور تلبیس قرار دیا ہے اور دجال کے یہی معنی ہیں کہ وہ کذاب اور تلبیسانہ کاروائیاں کرنے والا ہو۔ اس لحاظ سے بھی یہی اقوام دجال قرار پاتی ہیں۔

غرض قرآن مجید، حدیث کی تصریحات اور علامات دجال کا مغربی عیسائی اقوام میں پورا ہو جانا اس بات کی قطعیت کیلئے کافی ہے کہ جس دجال معہود کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی وہ یہی عیسائی مغربی اقوام ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر غور کرتے ہیں۔ وہ اتنا ماننے پر ضرور مجبور ہو جاتے ہیں کہ دجال کے متعلقہ بیان کردہ علامات ان دجالی اقوام یورپ میں پوری ہو چکی ہیں جیسا کہ بانی دیوبند کے پوتے قاری محمد طیب صاحب نے صراحت کی ہے۔

مولوی[1] صاحب کی مشکل

مگر مولوی صاحب کو اس حقیقت کے ماننے میں جو قرآن وحدیث اور واقعات سے ظاہر ہو چکی ہے ایک روک یہ ہے کہ:

> "اگر یہی (عیسائی، پادری وغیرہ۔ ناقل) دجال ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے ہی میں فرما دیتے کہ یہ دجال ہیں"۔ (شناخت صفحہ ۴۰)

مگر یہ وسوسہ محض فرضی اور حقیقت حال پر غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے ورنہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ:

اوّل تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان اقوام میں دجالی صفات پیدا نہ ہوئی تھیں جو فتنۂ عظیمہ انہوں نے پیدا کرنا تھا وہ اس وقت بیج کی حیثیت رکھتا تھا۔ پس اس بیج کو درخت نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کی مثال انگور کے رس کی ہے کہ اپنی ابتدائی حالت میں بھی اگرچہ اس میں سکر اور شراب کے بنیادی اجزاء موجود ہوتے ہیں مگر اس حالت میں اسے شراب نہ کہنا بالکل درست ہے۔ شراب اسی وقت کہلائے گی جب کہ سکر اور نشہ اس پر غالب آ چکا ہو۔

بالکل اسی طرح عیسائیت کا وہ دور اس فتنہ کی ابتداء کا دور تھا جب کہ دجالیت اس فتنہ کے انتہائی مقام کا نام ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ پر غور کیا جائے تو آپ نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ عیسائیت ہی ایک زمانہ میں جا کر دجالیت بن جائے گی۔ چنانچہ:۔

(ا) تمیم داریؓ کی بیان کردہ حدیث میں واضح طور پر لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال گرجا گھر میں بندھا ہوا تھا اور اسے آئندہ زمانے میں کھولا جانا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ)

---

[1] مولوی محمد یوسف لدھیانوی

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال گرجا گھر تک محدود تھا مگر آخری زمانہ میں اس نے ساری دنیا میں فساد برپا کرنا تھا۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں قوت دجالیت مکمن حالت میں تھی اور آخری زمانہ میں اس مکمن قوت نے حیز فعل میں آ جانا تھا اور اسی مقام عروج کو دجالیت قرار دیا گیا ہے۔

(ii) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کی طرف توجہ دلا کر بھی بتا دیا تھا کہ دجال سے مراد در حقیقت انہیں اقوام کا آئندہ زمانہ میں پیدا ہونے والا فتنہ ہے۔

(iii) پھر ایک طرف مسیح موعود کا اہم ترین کام قتل دجال اور دوسری طرف کسر صلیب قرار دے کر بتا دیا کہ دجال وہی ہے جو صلیب کا پجاری ہے۔

یہ باتیں تفصیل کے ساتھ پہلے عرض کی جا چکی ہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ یہ بیان فرما دیا تھا کہ عیسائیت کا فتنہ ہی آئندہ زمانے میں فتنہ دجالیت کا روپ دھارے گا۔ آپ کے زمانہ میں اگرچہ فتنہ موجود تھا مگر اپنے بعد کے فتنہ کی نسبت سے ایک بے جان فتنہ تھا۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عاقل کو یہ بتا دیا تھا کہ فتنہ دجالیت کون سا فتنہ ہے مگر اس کیلئے عقل سلیم اور غور و فکر کی ضرورت ہے۔

قتل دجال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں کے ذکر میں ہلاکت و قتل دجال کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کے ذریعہ دجال خود بخود ہلاک ہو جائے گا۔

وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال الفصل الاوّل)

فرمایا کہ تب دجال خودبخود ہلاک ہو جائے گا۔

دجال کس طرح ہلاک و قتل ہوگا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

ینزل عیسی ابن مریم فامهم فاذا راه عدو الله ذاب كما یذوب الملح في الماء فلو تركه لا نذاب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته“

(مسلم: کتاب الفتن: باب فی فتح قسطنطنیہ)

یعنی ابن مریم نازل ہونگے اور مسلمانوں کی امامت کریں گے جب آپ کو اللہ کا دشمن دجال دیکھے گا تو اس طرح خودبخود گھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ اگر مسیح موعود دجال کو چھوڑ بھی دیں اور کچھ نہ بھی کہیں تو بھی وہ خودبخود گھل جائے گا یہاں تک کہ خود ہی ہلاک ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ مسیح کے ہاتھوں کرے گا اور ان کو مسیح کے حربہ میں اس دجال کی ہلاکت کا خون دکھائے گا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وضاحت فرما دی ہے کہ دجال کے قتل کیلئے مسیح موعود علیہ السلام کو کسی ظاہری جنگ اور جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ دجال خودبخود ختم ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ یہ وضاحت بھی فرما دی کہ مسیح موعود علیہ السلام دجال کے خاتمہ کیلئے کچھ نہ بھی کریں تو بھی دجال کا خاتمہ یقینی ہے کیونکہ اس کی ہلاکت کا وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آچکا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے تصرف خاص کے تحت دجال کے اس خاتمہ میں مسیح موعود کا ہاتھ کارفرما ہوگا اور یہ اس حد تک کارفرما ہوگا کہ لوگوں کو نظر آجائے گا کہ مسیح موعود نے جو حربہ استعمال کیا ہے وہی اس دجال کے خاتمہ کا موجب ہوا ہے۔

ان دونوں احادیث میں دجال کیلئے ”یھلک“ خودبخود ہلاک ہونا کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں اور ساتھ یہ وضاحت فرما دی گئی ہے کہ یہ ہلاکت اس جیسی نہ ہوگی جیسی کہ قتل وغیرہ کے ذریعہ ہوتی ہے بلکہ یہ ایسی ہلاکت ہوگی جو آہستہ آہستہ پانی کے اندر نمک کے گھل

جانے کی طرح ہوگی۔ ایسی ہلاکت علمی دنیا میں مذہبی دنیا میں دلائل کے میدان میں ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسی ہلاکت کو حقیقی ہلاکت قرار دیا ہے کیونکہ نظریہ کی ہلاکت ایک دیرپا ہلاکت ہوتی ہے ورنہ محض جسمانی ہلاکت نظریاتی ہلاکت کے آگے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال:۴۳)

تا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جو دلیل کے ذریعہ ہلاک ہو چکا ہے اور زندہ ہو جائے وہ شخص جو دلیل کی رُو سے زندہ ہو چکا ہے۔ یہ عجیب توارد بھی ہے کہ قرآن مجید نے بھی "یَھْلِکَ" کے الفاظ حقیقی ہلاکت کیلئے استعمال کئے ہیں اور دجال کے لئے بھی "یَھْلِکَ" کے الفاظ ہی حدیث میں استعمال کئے گئے ہیں۔

غرض ان احادیث اور قرآن مجید کی تعلیمات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دجال کی ہلاکت سے مراد دلائل کے میدان میں اس کی ہلاکت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر دجال کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعہ وذکر الدجال الفصل الاوّل)

یعنی مسیح موعود دجال کو تلاش کرے گا اور اسے باب لُد پر پائے گا اور اسے قتل کر ڈالے گا۔

علماء ظواہر نے ظاہری طور پر مقام لُد[1] تلاش کرنا شروع کر دیا اور کسی نے کہیں اور کسی نے کہیں تلاش کیا۔ حالانکہ دیگر احادیث اور قرآن مجید کی تصریحات سے واضح ہے کہ مسیح

[1] اللہ تعالیٰ نے ایک لحاظ سے ظاہری طور پر بھی اسے پورا فرما دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دجال کا مقابلہ اور اس کا خاتمہ کرنے والی جماعت کی بنیاد ایسے شہر میں رکھوائی جس کا نام "لدھیانہ" ہے جو کہ درحقیقت "لُد" کا ہی مخفف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> ”وہ پہلا شہر جہاں لوگوں نے میری بیعت کی اس کا نام لدھیانہ ہے اور یہی وہ زمین ہے جس میں شریر لوگ سب سے پہلے میری اہانت کیلئے کھڑے ہوئے۔ چونکہ مخلصین کی بیعت ہی ملعون دجال کو قتل کرنے کا حربہ اور ہتھیار ہے یعنی اشاعت دین کے ذریعہ (وہ ہلاک ہوگا) تو حدیث میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں آیا ہے کہ مسیح دجال کو باب لُد پر ایک ہی وار سے ہلاک کردے گا۔ پس ”لُد“ لدھیانہ سے ملخص ہے جیسا کہ عقلمندوں پر یہ امر مخفی نہیں“۔ (الھدی والتبصرہ لمن یری: روحانی خزائن: جلد:۱۸: ترجمہ صفحہ ۳۴۱ حاشیہ)

موعود نہ تو ظاہری جنگ دجال کے ساتھ کرے گا اور نہ ہی ظاہری قتل ہوگا بلکہ وہ تو خود بخود ہلاک ہو جائے گا۔ ورنہ ان احادیث میں اختلاف ماننا پڑے گا کہ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ دجال خود بخود ہلاک ہو جائے گا اور نمک کی طرح پانی میں گھل جانا اس کا مقدر ہے اور دوسری طرف یہ بیان ہو کہ مسیح موعود اس کو قتل کرے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے وہی معنی صحیح ہو سکتے ہیں کہ جو ہر جگہ یکساں چسپاں ہو سکتے ہوں۔ اس لحاظ سے اس حدیث مبارکہ میں بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی مضمون بیان فرما رہے ہیں جو کہ پہلے احادیث میں بیان ہوا ہے۔ صرف غور نہ کرنے کے نتیجہ میں یا پھر ظاہر پر زیادہ زور دینے کی وجہ سے اس طرف توجہ علماء کی نہ ہو سکی ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسیح موعود دجال کو باب لد پہ پائے گا۔ باب دروازہ کو کہتے ہیں اور لُد کے معنی عربی میں یہ لکھے ہیں۔

الالدم لداء ج لداء ولد: الخصم الشديد الخصومة

(المنجد: زیر لفظ لد)

یعنی ”الد“ کی مؤنث ”لداء“ ہے۔ اس کی جمع ”لداء“ اور ”لد“ دونوں آتی ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سخت جھگڑا اور بحث کرنے والے لوگ۔ ان معنوں کے لحاظ سے کوئی اشتباہ باقی نہیں رہتا اور یہ معنی قرآن مجید اور احادیث کے عین مطابق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مسیح موعود دجال کو دلائل اور خصومت اور جھگڑے کے دروازے پہ پائے گا یعنی وہ

دیکھے گا کہ دجال تلوار یا جبر کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ نہیں کر رہا بلکہ دلائل کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اس لئے مسیح موعود اس کے لئے یہی طریق اختیار کرے گا کیونکہ قرآن مجید کا حکم ہے کہ **قاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم** (البقرہ:۱۹۱) تم اللہ کے راستہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں۔ اس سے یہ مفہوم واضح ہے کہ جو قتال کا راستہ اختیار نہ کرے اس کے ساتھ قتال کا راستہ اختیار کرنا حکم قرآنی کی خلاف ورزی ہوگا۔

پس جب دجال دلائل اور خصومت کا راستہ اختیار کرے گا اور اس دروازے سے داخل ہو کر تباہی پھیلائے گا تو اس کا قتل بھی دلائل کے ذریعہ ہی ہوگا نہ کہ تلوار کے ذریعہ۔

پھر یہ تو واضح ہے کہ مسیح موعود کا کام دجال کا مقابلہ کرنا ہے اور یہ مقابلہ کس طرح ہوگا۔ تلوار سے یا دلائل سے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ:۔

ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرء حجیج نفسه

(مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال الفصل الاوّل)

اس کا ترجمہ مشکوٰۃ مترجم بمعہ حواشی مفیدہ مظاہر حق میں یہ لکھا ہے:۔

”اگر نکلے دجال اور میں ہوں موجود تم میں یعنی بالفرض والتقدیر۔ پس میں جھگڑوں گا اس سے سامنے تمہارے یعنی غالب آؤں گا اس پر ساتھ دلیل کے اور اگر نکلا اور نہ ہوا میں تم میں پس ہر شخص حجت کرنے والا ذات اپنی کا ہوگا“۔

(مظاہر حق مشکوٰۃ مترجم: عالمگیر پریس لاہور۔ جلد نمبر ۴: صفحہ ۳۲۸: کتاب الفتن باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال الفصل الاوّل)

اس بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ بیان فرما دیا ہے کہ دجال معہود جب بھی خروج کرے گا اس کا مقابلہ تلوار سے نہ ہوگا بلکہ دلائل کے میدان میں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر دجال میرے سامنے ظاہر ہوا تو

میں بھی دلائل سے مقابلہ کروں گا اور اگر میرے بعد ظاہر ہو تو تم میں سے ہر ایک دلیل کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرے[1]۔

پس آج کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل اور آپ کی وصیت کو ترک کر کے کوئی اور طرزِ مقابلہ اختیار کرے اور پھر اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت بھی دے۔

پس یہ ہے وہ قتل دجال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس لحاظ سے حضرت مرزا صاحب نے دجال کا وہ قتل کیا ہے کہ اس کا اقرار اپنوں نے بھی کیا ہے اور غیروں نے بھی کیا ہے۔ مگر مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

”عقل و انصاف سے فرمایا جائے کہ کیا مرزا صاحب کی مسیحیت سے پادری ہلاک ہو چکے ہیں اور اب دنیا میں کہیں عیسائی پادریوں کا وجود نہیں؟“ (شناخت صفحہ ۴۰)

---

[1] حاشیہ: ایک روایت حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سمع بالدجال فلينأ عنه فوالله انّ الرجل ليأتيه وهو يحسبُ انّه مومن فيتبعه مما يبعث به من الشبهاتِ أولما يبعث به من الشبهات

(ابوداؤد: کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

یعنی تم میں سے جو شخص دجال کے متعلق سنے اسے چاہئے کہ وہ اس سے دور ہٹ جائے۔ خدا کی قسم حال یہ ہوگا کہ ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو پکا مومن سمجھتا ہوگا جب اُس کے پاس آئے گا تو دجال کے پیدا کردہ شبہات اور وساوس کی پیروی کرنا شروع کر دے گا۔

اس سے واضح ہے کہ دجال کا حملہ ایمان پر ہوگا اور یہ حملہ تیر و تفنگ کا نہ ہوگا بلکہ وساوس اور شبہات پیدا کرنے کا ہوگا۔

پس جب دجال کا حملہ وساوس کا ہوگا اور دجال کے ذریعہ شبہات پیدا کرنے کا ہوگا تو اس کا مقابلہ بھی اسی نوعیت کا ہونا چاہئے نہ کہ ظاہری جنگ و جدال۔

چنانچہ حضور نے خود فرمایا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ اس سے دور رہو یعنی اس کے اثر سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

ہم مولوی صاحب کے سامنے اس موقع پر صرف ان لوگوں کی آراء رکھنا چاہتے ہیں کہ جو حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں رکھتے تھے مگر کچھ نہ کچھ بصیرت ضرور رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ ہی کے بزرگ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا جو ترجمہ شائع ہوا ہے اس کا دیباچہ مولوی نور محمد صاحب نقشبندی نے درج فرمایا ہے۔ اس میں وہ رقمطراز ہیں:۔

> ”اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت سے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ اسلام کی سیرت و احکام پر جو اوسکا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام و سیرت رسولؐ اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرت جن پر اوسکا ایمان تھا یکساں تھے۔ پس الزامی و نقلی و عقلی جوابوں سے ہار گیا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کیلئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کرلو۔ اس ترکیب سے اوس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اوسکو اپنا پیچھا چھوڑانا مشکل ہوگیا اور اس ترکیب سے اوسنے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی“۔

(مولوی نور محمد: دیباچہ معجز نما عکسی قرآن مجید: مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی: صفحہ ۳۰)

مولوی صاحب! یہ ہے صداقت کہ اختلاف اور مخالفت کے باوجود حقیقت کا اعتراف

کرنا پڑا۔ یہ آپ کے مسلمہ ترجمہ قرآن مجید کا دیباچہ ہے۔ شائع کرنے والے بھی دیوبندی ہیں۔ ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے تمام پادریوں کی شکست کا مطلب یہ ہے کہ تمام دنیا کے پادریوں کی شکست کیونکہ اس زمانہ میں ولایت ہی عیسائیت کی تبلیغ اور تبلیغی مساعی کا مرکز تھا۔ ہر قسم کی امداد وہیں سے ملا کرتی تھی۔ پس جب مرکز کے تمام پادریوں کو شکست ہوگئی تو تمام دنیا کے پادری کہ جو اسی مرکز کے اعضاء و جوارح ہیں خودبخود دلیل کے میدان میں شکست خوردہ ہوگئے اور یہی وہ قتل ہے جو مسیح موعود کا کام تھا اور جو حضرت مرزا صاحب کر چکے ہیں۔

میرزا حیرت دہلوی نے لکھا:۔

> ”ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریا اور بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا“۔

(مرزا حیرت: اخبار کرزن گزٹ دھلی: یکم جون ۱۹۰۸ء: جلد ۱۵: صفحہ ۸: کالم نمبر ۲)

مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں:

> ”مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ان کے تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے...... میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر اور عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی

> ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا۔ جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے کا ان حضرات سے میراثی عارضہ قلب کا جو اسلام کی خودرو سرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا چلا آتا تھا درمان ہو جائے کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پُرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔
>
> غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے گا قائم رہے گا"۔ (اخبار وکیل امرتسر۔ ۱۹۰۸ء)

یہ ان لوگوں کے بیانات ہیں جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا ان کے کام کو دیکھا۔ اگرچہ ماننے کی توفیق نہ ملی اور منکرین کے زمرہ میں رہے مگر حق و صداقت کے زور نے سچ اُگلنے پر مجبور کر دیا اور یہ علی الاعلان شائع ہونے والے بیانات اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیت اور عیسائی پادریوں کو وہ شکست فاش دی کہ "باب لُد" یعنی دلائل کے میدان میں انہیں قتل کر ڈالا۔

اہل عقل و فراست لوگ جانتے ہیں۔ صاحب عزت اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ دلائل کے

میدان میں ناکامی اس قتل سے بھی زیادہ بڑا قتل اور زیادہ بڑی ہلاکت ہے جو ایک ہی دفعہ کسی انسان پر وارد ہو جائے کیونکہ ظاہراً مرنے والا تو ایک بار مر جاتا ہے مگر ایسے شخص کو ہر روز کئی بار کئی قسم کے لوگوں کے سامنے مرنا پڑتا ہے اور یہی طرز عمل حضرت مرزا صاحب نے عیسائی منادوں اور پادریوں کے ساتھ اختیار فرمایا اور اسی امر کی وضاحت مندرجہ بالا حوالہ جات کر رہے ہیں"۔

(راہ ہدایت: حصہ اوّل: ص: ۶۳: تا ۸۴)

۱۴۔ یاجوج ماجوج

آخری زمانہ کی بڑی بڑی علامات میں سے یاجوج ماجوج کا ظہور و خروج بھی ہے۔ دجال اور یاجوج کا خروج یہ دونوں فتنے آخری زمانہ کے نہایت خطرناک اور تباہ کن فتنے ہیں۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ قرآن مجید احادیث اور بزرگان امت محمدیہ کے اقوال کو دیکھا جائے تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ درحقیقت یہ دونوں فتنے ایک ہی فتنہ کے دو پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں اور انہیں دو پہلوؤں کو نمایاں کرنے کیلئے یہ دو الگ الگ نام دیئے گئے ہیں۔

چنانچہ درج ذیل امور پر غور فرمائیں کہ

۱۔ قرآن مجید احادیث اور روایات کے مطابق آخری زمانہ میں ایک طرف دجال کا غلبہ اکثر حصہ زمین پر ہونا بتایا گیا ہے تو دوسری طرف یاجوج ماجوج کا غلبہ بتایا گیا ہے۔ اگر یہ دو الگ الگ اقوام ہیں تو بیک وقت دو الگ الگ اقوام کا غلبہ ایک ہی وقت میں اکثر حصہ دنیا پر کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ درحقیقت یہ دونوں ایک ہی فتنہ اور قوم کے دو نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کا ذکر کرتے ہوئے ایک علامت یہ بیان فرماتا ہے کہ وهم من كل حدب ينسلون (الانبیاء: ۹۷)

قرآن مجید نے حدب کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو بہت ہی حکمت پر مبنی ہے۔ حدب کے معنی بلندی کے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔

کہ وہ ہر ایک بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

ارض دنیا میں نشیب و فراز کا ایک سلسلہ ہے۔ بلندی خواہ چھوٹی ہو یا ہمالیہ اور دیگر پہاڑوں کی بلندیاں ہوں بلندی ہی کہلائیں گی بلکہ سطح سمندر میں ہمہ وقت موجوں کے اٹھنے اور ختم ہونے کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور اس طرح وہاں بھی بلندیوں کے بننے اور پھر بلندیوں کے نشیب میں چلے جانے کا عمل ہمہ وقت جاری رہتا ہے۔

عربی لغت میں حدب کے معنوں میں یہ تینوں معنی ملتے ہیں۔ سخت زمین کی بلندی، پانی میں اُٹھنے والی ہر لہر کی بلندی اور ریت کی بلندی۔ چنانچہ منجد میں "حدب" کے نیچے لکھا ہے۔

الحدب: الغليظ المرتفع من الارض یعنی حدب کے معنی بلند زمین کے ہیں جو کہ سخت ہو۔

پھر لکھا ہے۔

الحدب: الموج و تراكب الماء فى جريه تشبيها بالرمل المحدوب۔ یعنی حدب کے معنی موج کے بھی ہوتے ہیں اور اس پانی کے بھی جب وہ چلتے چلتے جمع ہو کر بلند ہو جاتا ہے اور یہ معنی اس کو جمع ہو کر بلند ہو جانے والی ریت کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے دیئے گئے ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ یہ اُسی قوم کا ذکر ہے جو نہ صرف زمین پر بلکہ سمندروں پر بھی قابض ہوگی۔ کیونکہ بلندی سے دوڑتے ہوئے آنے میں غلبہ اور تسلط اور طاقت اور قدرت کا اظہار مقصود ہے۔ وجہ یہ کہ اوپر کا ہاتھ اور بلندی پر ہونا غلبہ اور قدرت پر دلالت کرتا ہے اور اس کے ساتھ "**ينسلون**" کا لفظ عجیب سماں باندھتا ہے کہ وہ گویا اس قدر طاقت رکھیں گے کہ بحر و بر کی کوئی چیز اُن سے بچ نہ سکے گی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ **يفتح ياجوج و ماجوج فيخرجون كما قال الله تعالىٰ وهم من كل حدب ينسلون فيعمون الارض و ينحاز منهم المسلمون۔**

(ابن ماجہ: ابواب الفتن: باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج و ماجوج)

یعنی اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھول دے گا اور وہ اس طرح نکل کھڑے ہونگے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وھم من کل حدب ینسلون پس وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گے اور مسلمان اُن سے مغلوب ہو جائیں گے۔ شکست کھا جائیں گے۔

مطلب واضح ہے کہ یاجوج ماجوج آخری زمانہ میں خروج کریں گے اور تمام زمین پر ان کا قبضہ ہو جائے گا اور مسلمان ان کے بالمقابل کمزور ہونگے۔

اسی طرح یاجوج ماجوج کے بارہ میں فرمایا:۔

ویظھرون علی الارض فیقول قائلھم: ھؤلاءِ اھل الارض قد فرغنا منھم ولننازلن اھل السماء حتی ان احدھم لیھز حربتہ الی السماءِ فترجع مخضبۃ بالدم فیقولون قد قتلنا اھل السماء۔

(ابن ماجہ: ابواب الفتن: باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج زمین پر غالب آجائیں گے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ اہل زمین سے تو ہم فارغ ہو چکے ہیں یعنی ان پر تو ہمارا قبضہ ہو چکا ہے۔ اب ہمیں آسمان والوں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے یعنی پھر وہ اجرام سماوی کی طرف توجہ کریں گے اور وہ آسمان کی طرف اپنا ہتھیار پھینکیں گے اور وہ وہاں سے خون آلود ہو کر واپس آئے گا یعنی انہیں اس میں کچھ کامیابی ہو جائے گی۔ ان کا حربہ نا کام واپس نہ آئے گا بلکہ وہاں کی معلومات لیکر واپس آئے گا اور وہ کہیں گے کہ ہم نے اہل سماء کو بھی قتل کر دیا ہے یعنی ہم نے آسمانوں کے اجرام کے علوم بھی سیکھ لئے ہیں کیونکہ قتل کے ایک معنی علمی احاطہ کے بھی ہوتے ہیں۔

حزقی ایل نبی نے بھی یاجوج کی یہی علامات بیان فرمائی ہے کہ

”زمین کو بادل کی طرح چھپالے گا یہ آخری دنوں میں ہوگا“۔

(حزقی ایل باب ۳۸: آیت:۱۶)

غرض یاجوج ماجوج ان اقوام کا نام ہے جو کہ اکثر حصہ دنیا پر غالب آجائیں گی۔

دوسری طرف دجال کے متعلق بھی یہی کچھ لکھا ہے چنانچہ لسان العرب جو کہ عربی کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے اس میں ہے کہ دجال کا مطلب ہے **الرفقة العظيمة تغطى الارض بكثرة اهلها** یعنی دجال سے مراد ایک ایسا بڑا گروہ ہے جو کہ اپنی کثرت کی وجہ سے روئے زمین کو ڈھانپ لے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ليس من بلد الا سيطؤه الدجال الا مكة والمدينة

(بخاری: کتاب الحج: باب لا یدخل الدجال المدینۃ)

یعنی سوائے مکہ اور مدینہ کے باقی ہر ایک آبادی کو دجال اپنے پاؤں تلے روند ڈالے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی حکومت اور قبضہ سوائے مکہ اور مدینہ کے ہر ایک جگہ پر ہو جائے گا۔

تمیم داریؓ سے مروی روایت میں دجال کے متعلق یہ الفاظ آتے ہیں۔

وانى يوشك ان يوذن لى فى الخروج فاخرج فاسير فى الارض فلا ادع قرية الا هبطتها فى اربعين ليلة غير مكة و طيبة

(مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ: باب قصۃ الجساسۃ)

دجال نے جو کہ گرجا گھر میں بندھا ہوا تھا کہا کہ مجھے آئندہ زمانہ میں خروج کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ میں خروج کروں گا اور زمین میں گھوموں گا۔ مکہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی بستی دنیا کی ایسی نہ ہوگی جہاں پر میں نہ اُتروں یعنی ہر ایک بستی سوائے مکہ اور مدینہ کے دجال کے تحت اقدام ہو جائے گی۔ ان روایات کو دیکھنے سے ایک عاقل پر یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ۔

۱۔ ایک طرف تو تمام دنیا پر دجال کے غلبہ کا ذکر ہے تو دوسری طرف یاجوج ماجوج کے غلبہ کا۔

۲۔ یاجوج ماجوج کے لئے “من کل حدب” ہر ایک نشیب و فراز پر غلبہ کا ذکر ہے تو دجال کیلئے بھی “لیس من بلد” اور “فلا یدع قریة” کا ذکر ہے۔ یعنی ہر ایک مقام پر ان دونوں کے غالب آ جانے کا ذکر ہے۔

۳۔ یاجوج ماجوج کیلئے قرآن میں “من کل حدب ینسلون” کے الفاظ ہیں جو کہ غلبہ کا اظہار کرتے ہیں تو حدیث میں “یظھرون علی الارض” کے واضح الفاظ ہیں یعنی وہ زمین پر غلبہ حاصل کر لیں گے دوسری طرف دجال کیلئے بھی “خروج” کے لفظ ہیں۔ نیز “سیطؤہ” یعنی دجال زیر پا کر لے گا کے الفاظ ہیں جو کہ اس کے غلبہ و اقتدار پر دلالت کرتے ہیں۔

پس قرآن و حدیث کو ملائیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آخری زمانہ میں دجال اور یاجوج ماجوج دونوں کو ایک ہی قوم قرار دیا گیا ہے ورنہ ان روایات میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا کہ اگر دجال اور یاجوج ماجوج الگ الگ ہیں تو پھر دونوں کا ایک ہی وقت میں ایک ہی زمین پر قبضہ کیسے ہو سکتا ہے؟

پس یہ در حقیقت ایک ہی قوم ہے جس کی صفات کی بنا پر دو نام اسے دیئے گئے ہیں۔

۲: ایک اور قرینہ اس مضمون کو سمجھنے کیلئے یہ ہے کہ:۔

دوا کی تجویز ہمیشہ بیماری کے مطابق کی جاتی ہے اور دوا کی تجویز سے اہل عقل و نظر کو بیماری کا اندازہ ہو جایا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے بچنے کیلئے نسخہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو شخص سورۃ کہف کی آخری آیات یاد کرے گا وہ فتنہ دجالیت سے محفوظ رہے گا۔

(سنن ابی داؤد: کتاب الملاحم: باب خروج الدجال)

ان آیات کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس دجالی قوم کے جس فتنہ کا ذکر ہے وہ ان الفاظ میں ہے کہ

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً ○ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا و

ھم یحسبون انھم یحسنون صنعاً۔ (الکہف:۱۰۴-۱۰۵)

یعنی کیا ہم تمہیں ان لوگوں سے آگاہ کریں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام کوشش اسی دنیا میں ہی صرف ہوگئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صنعت میں کمال حاصل کر رہے ہیں۔

گویا دجال کے متعلق ان آیات میں اس کے صنعت و حرفت میں ترقی کو بیان کیا گیا ہے اور احادیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ صنعت و حرفت کی یہ ترقی اور ایجادات کی یہ دوڑ یاجوج ماجوج کا خاصیاں کی گئی ہے چنانچہ۔ یاجوج ماجوج کے ذکر میں فرمایا:

فیقولون لقد قتلنا من فی الارض فھلمَّ فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللّٰہ علیھم تشابھم محمراً دما

(ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی فتنۃ الدجال)

کہ یاجوج و ماجوج یہ کہیں گے کہ ہم نے جو زمین میں تھا اسے قتل کر دیا ہے آؤ اب جو کچھ آسمان میں ہے اسے قتل کریں چنانچہ وہ اپنے نیزے آسمان کی طرف پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود فرما کر واپس بھجوا دے گا۔

یعنی آسمان کی طرف وہ اپنے میزائل وغیرہ بھجوائیں گے اور وہ خالی نہ آئیں گے یعنی وہ مکمل ناکام نہ ہونگے بلکہ کچھ نہ کچھ کامیابی انہیں مل جائے گی۔ اس حدیث میں یہ جملہ کہ ہم نے اہل زمین کو قتل کر دیا ہے اور آؤ اب اہل سماء کو بھی قتل کریں۔ یہ وہی انداز بیان اور اظہار تفاخر ہے جس کا قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (الکھف:۱۰۵)

وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے تو صنعت و حرفت میں کمال کر دکھایا ہے۔ غرض یہ ہے کہ دجال کے فتنہ کا ایجادی اور صنعتی پہلو یاجوج ماجوج کے متعلق ہے۔ اور جس قدر صنعت و حرفت میں ترقی ہوئی ہے اس کی وجہ آگ کا استعمال ہے اور لفظ یاجوج ماجوج اسی پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

انهما مشتقان من أجّة الحرّ وهي شدته وتوقده ومنه أجيج النار

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرة فی احوال الموتی و امور الاخرة: الجزء الثانی: ص: ۴۳۴: باب ماجاء فی نقب یاجوج و ماجوج السد......الخ: ۱۹۸۰ء)

کہ دونوں الفاظ یعنی ''یاجوج ماجوج'' اجة الحر سے مشتق ہیں اور اس سے مراد آگ کی شدت اور اس کی خوب تیز حرارت ہے اور اسی سے محاورہ ہے کہ اجیج النار یعنی آگ کی شدت و حرارت۔

اب تک جس قدر ایجادات ہیں ان میں آگ بنیادی حیثیت کی حامل ہے اور بتایا یہ گیا ہے کہ یاجوج ماجوج آگ سے کام لے کر ایجادات کریں گے یہاں تک کہ وہ ایسی ایسی ایجادات کریں گے کہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایجادات میں سے ایک ایجاد کا بطور نمونہ یہاں ذکر فرمایا ہے اور وہ آسمان کی طرف پھینکے جانے والے تیر یعنی میزائل ٹیکنالوجی ہے اور آج سب کو علم ہے کہ یہ اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی بھی اوپر جانے کیلئے آگ کی محتاج ہے۔ پس دجالی فتنہ میں صنعت کی ترقی کا ذکر اور یاجوج ماجوج کے ذکر میں نہ صرف زمینی بلکہ آسمان کی طرف بھی پھینکے جانے والے تیروں کا ذکر اور پھر خود لفظ یاجوج ماجوج کا اختیار فرمانا بتا رہا ہے کہ در حقیقت یہ دونوں فتنے ایک ہی قوم کے ہیں۔ اور دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی فتنہ کے دو نام ہیں۔

یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ دجال اور یاجوج ماجوج دونوں ایک ہی فتنہ اور ایک ہی فتنہ گر قوم کا نام ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس قوم سے کونسی قوم مراد ہے؟ تو یہ معاملہ بھی بہت آسان ہے کیونکہ

ا۔ احادیث و روایات میں ایک طرف تو آخری زمانہ میں یاجوج ماجوج اور دجال کے زمین پر غلبہ کا ذکر ہے تو دوسری طرف عیسائیت اور عیسائی اعتقاد رکھنے والی اقوام کے غلبہ اور شوکت کا ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ یکسر الصلیب کے الفاظ سے ظاہر ہے کیونکہ یہ فرمانا کہ مسیح موعود آ کر

کسر صلیب کرے گا ظاہر فرما رہا ہے کہ اُس زمانہ میں صلیبی مذہب کو بڑی شان و شوکت اور عظمت حاصل ہوگی اور مسیح موعود اس عظمت کو ختم کردے گا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آخری زمانہ میں صلیبی مذہب اور اھل صلیب لوگوں کو غلبہ اور اقتدار اکثر حصہ دنیا پر حاصل ہو جائے گا۔ دوسری طرف یاجوج ماجوج اور دجال کے غلبہ کا ذکر ہے۔ پس اس سے واضح ہے کہ آخری زمانہ میں عیسائی اقوام کا غلبہ ہوگا اور انہیں اقوام کا نام ان کی صفات کی وجہ سے دجال اور یاجوج ماجوج رکھا گیا ہے۔ ورنہ ایک ہی وقت میں اس روئے زمین پر تینوں الگ الگ گروہوں کا غلبہ کیسے ممکن ہے؟

احادیث میں جہاں کسر صلیب یعنی صلیبی فتنہ اور اس کی تباہیوں کا ذکر ہے وہاں یاجوج ماجوج اور دجال کے فتنوں کا ذکر نہیں اور جہاں یاجوج ماجوج اور دجالی فتنوں کا ذکر ہے وہاں صلیبی فتنہ کا ذکر نہیں ملتا۔ جب کہ ان تمام فتنوں کے آخری زمانہ میں ہی ظاہر ہونے کی پیشگوئی ہے اور ان فتنوں کا معالج مسیح موعود ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت یہ تینوں فتنے ایک ہی قوم کا فتنہ ہے اور وہ عیسائی اقوام ہیں۔

ان احادیث میں تطبیق کی یہی راہ ہے کہ آخری زمانہ کا فتنہ عیسائیت ہی درحقیقت فتنہ دجالیت اور فتنہ یاجوج ماجوج ہے۔

۲۔ بائبل نے بھی اس بارہ میں رہنمائی کی ہے۔ خاص طور پر حزقیل نبی یاجوج ماجوج اقوام کا ذکر کرتے ہوئے ہیں ان کا علاقہ تک بتاتے ہیں۔

فرماتے ہیں:

”خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبل کے فرمانروا میں تیرا مخالف ہوں“۔ (حزقی ایل:۳۹/۱)

اس میں جوج جسے عربی میں یاجوج کہا جاتا ہے اس سے مراد وہ اقوام ہیں جو روس

سے متعلق ہیں۔

ماجوج کے متعلق حزقیل نبی فرماتے ہیں۔

"میں ماجوج پر اور ان پر جو بحری ممالک میں امن سے سکونت کرتے ہیں آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں"۔ (حزقی ایل: باب ۳۹: آیت نمبر: ۶)

اس میں ماجوج کو اس علاقہ کے ساتھ ملایا گیا ہے جو بحری ممالک سے متعلق ہے اور وہ بحری ممالک یعنی سمندری جزیرے ایسے ہیں جو بڑے پر امن ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف چلنے والے ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ ماجوج سے مراد امریکہ اور اس کے سمندری جزیروں والے ساتھی یعنی یورپین ممالک ہیں۔

غرض بائبل سے صراحتًا معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج سے مراد وہ اقوام ہیں جو روس کے علاقہ میں آباد ہیں اور ماجوج سے مراد امریکہ اور یورپین ممالک کی اقوام ہیں۔

۳۔ ایک اور طرز سے بھی اس مضمون کو سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ یاجوج ماجوج اور دجال جو کہ درحقیقت ایک ہی قوم کے دو نام ہیں ان کی جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ انہیں ممالک اور علاقوں کے لوگوں پر صادق آتی ہیں جو اقوام مذہبًا عیسائی ہیں۔

قبل ازیں دجال کی علامات کے ضمن میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ دجال کی تمام علامات مغربی اقوام پر پوری ہو چکی ہیں اور جب دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی قوم ہوئی تو لامحالہ یہ علامات یاجوج ماجوج کی بھی ہوئیں اور ان پر بھی پوری ہوئیں۔

مگر یہاں پر ہمارا مقصد یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کی خاص خاص علامات کو لیکر یہ ثابت کریں کہ ان کی مصداق بھی یہی اقوام ہیں۔

نمبر ۱: قرآن مجید اور حدیث نے یاجوج ماجوج کا ذکر کرتے ہوئے ان اقوام کے دنیا پر چھا جانے کا ذکر فرمایا تھا اور ان اقوام کو من کل حدب ینسلون کا مصداق قرار دیا تھا یعنی وہ ہر

ایک بلندی پر قابض ہو جائیں گے اور ہر ایک پستی کی طرف ان کی دوڑ ہو گی۔ اس کے متعلق ہم پیچھے لکھ آئے ہیں اس لئے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس انیسویں صدی میں پوری دنیا کو جن اقوام نے تحت اقدام کیا وہ ایک طرف امریکن بلاک American Block ہے جس میں امریکہ برطانیہ اور اس کے اتحادی ہیں۔ دوسری طرف Russian Block ہے جس میں روس اس کے اتحادی تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ یہ دونوں مذہبا عیسائی تھے اور ان دونوں طاقتوں نے پوری دنیا پر قبضہ کر لیا تھا۔

نمبر ۲: پھر احادیث میں یاجوج ماجوج کی صنعتی ترقی کا ذکر آتا ہے۔ اس صنعتی ترقی کی اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر بھجوائیں گے یعنی میزائل ٹیکنالوجی ان کے ہاتھ میں ہو گی۔ اس کے ذریعہ وہ اجرام سماوی کو اپنا نشانہ بنائیں گے کیونکہ آسمان تو ایک خلاء اور پول کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قوموں کے آسمان کی طرف تیر پھینکنے اور ان کے خالی واپس نہ آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی وہ آلات ان کو معلومات دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔

فیرمون تشابھم الی السماء فیرد اللّٰہ علیھم تشابھم مخضوبۃ دماً

(ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی فتنۃ الدجال)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود کر کے واپس بھجوائے گا۔ یعنی ان کے تیر اور میزائل اللہ تعالیٰ خالی واپس نہ بھیجے گا بلکہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہوں گے اور یہ جو فرمایا کہ خدا واپس بھیجے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اقوام کی ترقی منشاء الٰہی کے ماتحت ہو گی۔ اور یہ امر تو واضح ہے کہ یہ علامت بھی انہیں اقوام میں پوری ہوئی ہے امریکہ برطانیہ اور دوسری طرف روس وغیرہ ممالک وہ ہیں جنہوں نے اس میزائل ٹیکنالوجی میں اوّلیت حاصل کی ہے اور space کو مسخر کر لیا ہے اور اپنے سٹیشن قائم کر لئے ہیں۔

نمبر ۳: یاجوج ماجوج کا لفظ اُج سے نکلا ہے جس میں شدید بھڑکتی ہوئی آگ کا مفہوم ہے۔ اس نام میں بھی یہ بتایا گیا کہ وہ اقوام آگ سے بہت کام لیں گی۔

اب یہ علامت انہیں مغربی اور مشرقی طاقتوں کا طرہ امتیاز ہے ہر انجن (Engine) جو ان تمام ترقیات موجودہ کا مرکزی محور ہے وہ بنیادی طور پر جب بنایا گیا تو شدید آگ اور اس کے ساتھ پانی اور بھاپ جو کہ شدید متموج ہوتا ہے کا ہی شاہکار تھا۔ آج بھی ہر ایک انجن درحقیقت اپنی کارکردگی کے لئے آگ کا ہی محتاج ہے۔ آگ خواہ کسی بھی طریق سے حاصل کی جائے شعلہ کیلئے خواہ کوئی مادہ اور میٹریل (Material) استعمال کیا جائے وہ آگ کا شعلہ ہی ہے جس سے انجن کام کرتا ہے۔ آج کے اس دور میں کوئی معمولی صلاحیت رکھنے والا آدمی بھی ایسا نہیں ہو سکتا جو غور کرے اور پھر قرآن مجید کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کا اقرار نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا اقراری نہ ہو جائے۔

نمبر ۴: یاجوج ماجوج کی ایک علامت احادیث میں یہ آئی ہے کہ

لا یمرون بفیل ولا خنزیر الا اکلوہ

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی: ص: ۴۳۲: باب ماجاء فی نقب یاجوج)

ترجمہ یہ ہے کہ وہ خواہ ہاتھی کے پاس سے گزریں یا خنزیر کے پاس سے گزریں اسے کھا جائیں گے۔

اس کا واضح مطلب ہے کہ ان اقوام میں حلال وحرام کی تمیز ختم ہو چکی ہو گی۔

یہ علامت بڑے واضح طور پر امریکہ اور برطانیہ اور روس وغیرہ میں ظاہر و باہر ہے۔ بائبل میں خنزیر کو قطعی طور پر حرام کیا گیا تھا۔ بائبل کے اصل وارث یہود آج تک اس پر قائم ہیں مگر موجودہ پولوی عیسائیت کے بانی نے اس کو حلال قرار دے دیا اور شریعت جس پر حلال وحرام کی بنا ہوتی ہے اسے لعنت قرار دے کر سب عیسائیوں کو حلال وحرام کی قید سے آزاد کر دیا۔

نمبر ۵: یاجوج ماجوج کی ایک علامت یہ لکھی ہے۔

"یشربون انھار المشرق و بحیرۃ طبریۃ"

یاجوج ماجوج مشرق کی نہروں اور بحیرہ طبریہ کا پانی پی جائیں گے۔

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی و امور الاخرۃ: الجزء الثانی، ص: ۴۳۲: باب ماجاء فی نقب یاجوج و ماجوج السد: ۱۹۸۰ء)

وہ یاجوج ماجوج مشرق کے دریاؤں اور بحریہ طبریہ کا پانی پی جائیں گے۔ اس میں یہ بتا دیا گیا کہ ان اقوام کا دریاؤں کا پانی پینے کا زیادہ اثر مشرقی علاقوں پر ہوگا۔

یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کہ وہ دریاؤں کا پانی پی جائیں گے نہایت عظیم معانی پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ وہ پانی کو ضائع نہ کریں گے بلکہ جس طرح جاندار پانی پی کر فائدہ اٹھاتا ہے اور زندگی گزارتا ہے اسی طرح وہ اس پانی سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلھم علی بحیرۃ طبریۃ فیشربون ما فیھا

(مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعۃ: باب ذکر الدجال وصفتہ و ما معہ)

(ترمذی: کتاب الفتن: باب ماجاء فی فتنۃ الدجال)

یعنی اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ ان کے اگلے گروہ جب بحیرہ طبریۃ سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔ بحیرہ طبریہ موجودہ اسرائیل میں ہے۔ اسرائیل کا قیام خود ان مغربی طاقتوں کا مرہون منت ہے۔ اور آج اسرائیل کی سرسبزی و شادابی کا انحصار اسی بحیرہ طبریہ کے پانی پینے سے ہے۔

یہ ایسی زبردست علامت ہے کہ جس کا تعلق عام فہم معاملہ سے ہے۔ اور اس سے واضح

ہے کہ ایسی اقوام جنہوں نے یہ کام کیے ہونگے وہی درحقیقت یاجوج ماجوج ہوں گی۔

یورپ کے اور عرب کے مشرقی علاقوں میں خاص طور پر متحدہ ہندوستان کا علاقہ ہے۔ اس علاقہ میں بہت سے دریا ہیں۔ یہ یورپین لوگ جن کا مذہب عیسائی تھا جب اس علاقہ پر قابض ہوئے تو ان دریاؤں سے نہریں نکال کر نہروں کے جال بچھا دیئے اور ان کے ذریعہ دریاؤں کا پانی دور دراز علاقوں میں پہنچا دیا اور عملاً دوران سال ایسے مواقع آجاتے ہیں جب یہ دریا خشک ہو جاتے ہیں۔

ایک اور طرز سے بھی اس علامت پر غور کیا جانا چاہیے اور وہ یہ کہ معیشت کا انحصار پانی پر ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ یاجوج ماجوج مشرق کی نہروں یعنی پانیوں پر قبضہ کرلیں گیا۔ مراد یہ ہے کہ وہ اہل مشرق کی دولت پر قبضہ کرلیں گے۔

اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں اور ان اقوام کی تاریخ سے واضح ہے کہ جب یہ اقوام مشرقی علاقوں پر قابض ہوئیں تو یہاں کے خزائن اپنے اپنے ممالک کو لے گئے۔ اور اس حد تک لے گئے گویا کہ ان ممالک کے خزائن ختم کردیئے۔

۱۵۔ دجال کا گدھا

آخری زمانہ کی علامات میں دجال، یاجوج ماجوج اور دجال کے گدھے کا ظہور اہم اور بڑی علامات ہیں۔ ”دجال کا گدھا“ یہ عنوان دجال سے الگ رکھا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اس سے قبل دجال اور یاجوج ماجوج دونوں فتنوں کی تعیین ہو جائے۔ نیز قارئین کرام پر واضح ہو جائے کہ دجال اور یاجوج ماجوج دونوں فتنے درحقیقت ایک ہی فتنہ کے دو نام ہیں جو ان کی دو قسم کی صفات کے ظاہر کرنے کیلئے بیان فرمائے گئے ہیں۔

نیز یہ بھی ہم واضح کرچکے ہیں کہ ان دونوں فتنوں کی جملہ صفات ان لوگوں پر پوری ہو رہی ہیں جو مذہباً اور عقیدتاً عیسائی ہیں۔

اب ہم خروج دجال کے متعلق پیشگوئیوں کی روشنی میں وضاحت کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے آئندہ زمانہ میں جدید قسم کی سواریوں کے ایجاد کیے جانے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ **ویخلق مالا تعلمون** (النمل:۹)

مختلف سواریوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لئے ایسی ایسی سواریاں پیدا فرما دے گا جن کا اس وقت تمہیں علم تک نہیں ہے۔

آخری زمانہ کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے خاص طور پر فرمایا **واذا العشار عطلت** (التکویر:۵) جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی۔ یعنی ان کی قدر نہ رہے گی اس پر بحث کچھ تفصیل کے ساتھ ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ یہاں پر صرف اختصاراً اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ اس میں یہ عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ عرب لوگ جن کی زندگی اور معیشت کا زیادہ تر انحصار اونٹوں پر ہی ہوا کرتا تھا۔ وہ عرب جو خانہ بدوش تھے ان کی ساری نقل و حرکت کا مدار اور ذریعہ اونٹ ہی ہوا کرتے تھے اس علاقہ میں یہ اعلان بڑی ہی عظمت کا موجب تھا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی ناقدری ہو جائے گی۔ عرب میں اونٹنی کی قدر تو ہوتی ہی تھی مگر گابھن اونٹنی کی قدر و منزلت اس لئے زیادہ ہو جایا کرتی تھی کہ اس سے آئندہ اس کے بچے کا حصول نظر آیا کرتا تھا۔ تو چونکہ اس آخری زمانہ میں ایسے ذرائع پیدا ہو جانے تھے کہ جن کی وجہ سے اونٹوں کی سواری کی ضرورت نہ ہوئی تھی اور اونٹ جو کہ صحراء کا جہاز کہلاتے تھے سفر کے ذریعہ کے طور پر وہ ناکارہ ہو جانے تھے۔ اگر کسی دوست کے ذہن میں یہ آئے کہ یہ تاویل تو آپ نے خود ہی کرلی ہے تو یاد رہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت خود فرما دی ہے آپ آخری زمانہ کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولیترکن القلاص فلا یسعی علیها

(مسلم: کتاب الایمان: باب نزول عیسی بن مریم حاکما......الخ)

یعنی اس زمانہ میں اونٹوں کو چھوڑ دیا جائے گا یعنی اُن کو ذریعہ سفر کے طور پر استعمال نہ کیا جائے گا۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس آخری زمانہ میں ایسی سواریوں نے ایجاد ہو جانا تھا کہ جن کے سفر اونٹوں وغیرہ کی نسبت زیادہ تیز رفتار اور زیادہ آرام دہ ہو جانے تھے۔ یہ جو سواریاں ایجاد ہونا تھیں کس نے ایجاد کرنی تھیں؟ کس قسم کی سواریاں ہونی تھیں؟ ان سوالات کا جواب ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تفصیل کے ساتھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں دجال ظاہر ہوگا اس کے پاس گدھا ہوگا۔ آپ نے اس گدھے کی علامات جو بیان فرمائیں وہ یہ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وله حمار یرکبه عرض مابین اذنیه اربعون ذراعا

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی: ص: ۴۰۳: باب منه و فی عظم خلق الدجال وعظم فتنته...... الخ: ۱۹۸۰ء: دار احیاء الکتب العربیۃ ۔ مصر)

یعنی اس کا ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سوار ہوگا۔ اس کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

ایک روایت کے مطابق دجال کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ فرمایا مابین اذنیه سبعون باعا

(مشکوۃ المصابیح: کتاب الفتن: باب: صفحہ: ۴۷۷)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

تحته حمار اقمر طول کل اذن من اذنیه ثلاثون ذراعا مابین حافر حماره الی الحافر مسیرة یوم و لیلة تطوی له الارض منهلاً منهلاً یتناول السحاب بیمینه ویسبق

الشمس الی مغیبها یخوض البحر الی کعبیه امامه جبل دخان و خلفه جبل اخضر ینادی بصوت له یسمع به مابین الخافقین الی اولیائی الی احبائی۔

(شیخ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: کتاب القیامۃ من قسم الافعال: جلد: ۷: ص: ۲۶۶، ۲۶۷: حدیث ۳۹۹۸ دائرۃ المعارف حیدر آباد)

یعنی اس کے تحت ایک گدھا ہوگا جو روشن اور چمکدار ہوگا۔ اس کا ہر کان تیس ہاتھ کا ہوگا۔ اس کے ایک قدم اور دوسرے قدم کے درمیان ایک دن اور رات کے سفر کے برابر فاصلہ ہوگا۔ اس کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی ایک گھاٹ کی مانند۔ وہ بادلوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ لے گا اور وہ مغرب کی طرف جاتے ہوئے سورج سے آگے نکل جائے گا۔ وہ سمندر میں گھس جائے گا تو وہ سمندر اس کے گھٹنوں تک ہوگا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا اور پیچھے سبز پہاڑ ہوگا۔ وہ اپنی آواز میں پکارے گا اور اس کی آواز زمین و آسمان کی تمام مخلوق سنے گی وہ آواز یہ دے گا کہ میرے دوستو میری طرف آؤ۔ میرے پیارو میری طرف آؤ۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

کل خطوه من خطاه ثلثة ایام و تطوی له الارض حتی لَیَسْبِقَ الشمس اذا طلعت الی مغربها یخوض البحر بحماره الی رکبتیه۔

(الشیخ عبدالرحمٰن الصفوری: نزہۃ المجالس: جلد اوّل: ص: ۱۰۹: مطبع المیمنیۃ: مصر)

اس کے قدموں میں سے ہر قدم (کا فاصلہ) تین دن کا ہوگا اس کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی حتیٰ کہ وہ مغرب کی طرف جاتے ہوئے سورج سے آگے نکل جائے گا۔ دجال اپنے گدھے سمیت سمندر میں غوطہ لگائے گا اور پانی اس کے گھٹنوں تک آئے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ:۔

وذکر ان حماره حین یخطو خطوة الی خطوة میل ولا یبقی له سهل ولا وعر الا ویطؤه

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ: الجزء الثانی: ص: ۴۰۳: باب منہ وفی عظم خلق الدجال وعظم فتنتہ...... الخ: ۱۹۸۰ء: دار احیاء الکتب العربیۃ ازہر مصر)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے گدھے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ایک قدم سے دوسرے قدم کے درمیان کا فاصلہ ایک میل ہوگا۔ اور وہ ہر میدانی و غیر میدانی علاقہ میں سفر کرے گا۔

ایک روایت میں دجال کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

وھو راکب حماراً ابتر یشبہ البغل مابین اذنی حمارہ اربعون ذراعاً۔

(محمد بن احمد القرطبی: التذکرہ فی احوال الموتی ...... : الجزء الثانی: ص: ۳۹۶: باب ذکر الدجال و صفتہ و نعتہ...... الخ)

کہ دجال ایک ایسے گدھے پر سوار ہوگا جو کہ ابتر ہوگا یعنی نہ اس کی اصل ہوگی نہ نسل۔ خچر کی مانند ہوگا۔ اس کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

شیعہ روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

تحتہ حمار اقمر خطوۃ حمارہ میل تطوی لہ الارض منھلاً منھلاً ولا یَمُرُّ بماء الا غار الی یوم القیامۃ ینادی باعلی صوتہ لیسمع مابین الخافقین من الجن والانس والشیاطین یقول الی اولیائی۔

اس کا ترجمہ سید حسن امداد صاحب نے یہ لکھا ہے کہ:۔

”(وہ) سفید گدھے پر سوار ہوگا، اس کے گدھے کا ایک قدم ایک میل کا ہوگا، گھاٹ گھاٹ پر اس کے لئے زمین سمٹ جائے گی جس پانی سے گزرے گا وہ قیامت تک کیلئے خشک ہو جائے گا وہ بلند آواز سے پکار کر کہے گا اس کی آواز کو دنیا بھر کے تمام جن وانس اور شیاطین سنیں گے“۔

(علامہ محمد باقر مجلسی: بحار الانوار مترجم: جلد نمبر ۱۲: ص ۸۲،۸۳: مترجم سید حسن امداد: ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء: محفوظ بک ایجنسی کراچی)

وہ گدھا آواز یہ دے گا الی اولیائی کہ میرے دوستو میری طرف آؤ۔

ان تمام امور کو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو تصویر کچھ اس طرح مخفی ہے کہ قرآن مجید نے آخری زمانہ میں جدید قسم کی سواریوں کے خلق و ایجاد کئے جانے کی پیشگوئی فرمائی ہے ایسی سواریاں کہ جو سفر کے لئے خاص طور پر معاون و مددگار ثابت ہونگی اور لوگ ان کی وجہ سے پہلی سواریاں مثلاً اونٹ وغیرہ ترک کر دیں گے۔ احادیث میں بھی ایسی سواریوں کے ایجاد کئے جانے کا ذکر ہے جن کی وجہ سے پہلے کی سواریاں یعنی اونٹ وغیرہ سفر کے ذریعہ کے طور پر استعمال نہ ہوں گی بلکہ متروک ہو جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے دجال کے گدھے کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر کسی بھی روایت میں دجال کے گدھے کے کسی گدھی کے پیٹ سے پیدا ہونے کا ذکر نہیں فرمایا۔ نہ تو اس گدھے کی ماں کا ذکر نہ باپ کا۔ آپ کا اس ذکر سے خاموشی اختیار فرمانا ظاہر فرماتا ہے کہ وہ پیدا نہ ہوگا اور نہ ہی وہ ظاہری گدھا ہوگا بلکہ اس کی اضافت جو کہ دجال کی طرف دی گئی ہے وہ **اضافت ایجادی اور ملکی** ہے۔ یعنی دجال اس کو ایجاد کرے گا۔ ورنہ یہ قابل غور امر ہے کہ دجال کے گدھے کے نہ تو کسی گدھی یا گدھے سے پیدا ہونے کا ذکر ہے اور نہ ہی اس کے اس شکل میں آسمان سے نازل ہونے یا زمین سے برآمد ہونے کا ذکر ہے بلکہ اس کے آگے اس کی نسل کے چلنے کا بھی ذکر نہیں ہے بلکہ اسے واضح طور پر ابتر کہا گیا ہے۔ پس اس سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسے فرمایا کہ "تحتہ حمار" اس کے تحت ایک گدھا ہوگا اور ایک روایت کے مطابق فرمایا "لہ الحمار" اس کا ایک گدھا ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس گدھے کا ایجاد کنندہ اور موجد ہوگا۔

جب ایک ذی ہوش اور صاحب فہم آدمی ایک طرف قرآن وحدیث کے ان ارشادات کو پڑھتا ہے اور دوسری طرف زمانہ حال کی سواریوں کو دیکھتا ہے تو وہ دل و جان سے گواہی دے اٹھتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں کیونکہ اگر یہ سچے نہ ہوتے تو اس قدر لمبا عرصہ قبل از ظہور ان اشیاء کے ان کے متعلق قرآن وحدیث کی پیشگوئیاں

پوری کیسے ہوگئیں؟ حالانکہ یہ وہ دور تھا جب اس قسم کی ایجادات کا تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ اب اختصاراً ہم ان روایات میں مذکور علامات اور پھر موجودہ زمانہ کی سواریوں پر ان کا اطلاق پانا بیان کرتے ہیں۔

نام میں حکمت

آگے چلنے سے قبل یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں سواریوں کے ایجاد کیے جانے کا ذکر فرمانا تھا تو اسے گدھا کیوں قرار دیا گیا؟ ان سواریوں کو جنہیں دجال نے بنانا تھا اونٹ یا گھوڑا وغیرہ کیوں قرار نہ دیا؟ تو یاد رہے کہ یہ ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پاک ہے۔ آپ خدا کے بلائے بولتے تھے اور جو بات بیان فرماتے تھے وہ حکمتوں پر مبنی ہوتی تھی۔ معاملہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عربوں میں زیادہ تر جو سواریاں استعمال ہوتی تھیں وہ اونٹ، گھوڑے اور گدھے تھے۔ عرب جو اوّل المخاطبین تھے ان کو آئندہ زمانہ کی سواریوں کا تصور دینے کیلئے اور اسے قابل فہم بنانے کیلئے ضروری تھا کہ ان کے سامنے کسی ایسے جانور کا ذکر کیا جائے جو زیادہ تر سواری اور باربرداری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے لئے آپ نے ”حمار“ گدھے کا لفظ اختیار فرمایا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ گھوڑا میدانی علاقے کا جانور اور ذریعہ سفر ہے جب کہ اونٹ صحرائی علاقے کا جہاز ہے۔ مگر گدھا وہ جانور ہے جو میدانی علاقوں میں بھی کام آتا ہے اور صحرائی علاقوں میں بھی، یہ میدانی علاقوں میں کام کرتا ہے تو پہاڑی علاقوں میں بھی کام کرتا ہے۔ غرض ہر ایک قسم کی زمین پر یہ چلتا ہے اور باربرداری کے کام بھی آتا ہے اور سواری کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہی وہ جانور ہے جس کی آواز باقی سب سواریوں کی نسبت بلند ہے اور دجال کے گدھے کی ایک یہ علامت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

غرض اس زمانہ کی تمام سواریوں میں سے صرف گدھا ہی اس لائق تھا کہ اس کا بطور

symbol ذکر کیا جاتا۔ یہی حکمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو اختیار فرمایا۔

علامات کا پورا ہونا

جب ایک انسان دجال کے گدھے کی علامات مذکورہ کا ذکر اور دوسری طرف زمانہ موجودہ کی سواریوں کو دیکھتا ہے تو اسے ان صفات کا موصوف وجود نظر آ جاتا ہے۔ مثلاً

نمبر ۱: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے گدھے کے کانوں کا درمیانی فاصلہ بعدد روایات تیس ہاتھ، چالیس ہاتھ اور ستر ہاتھ ہونا بیان فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کانوں کا درمیانی فاصلہ مختلف ہوگا کہیں کم کہیں زیادہ۔

اب اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر گدھے کی تلاش بے سود ہے کیونکہ اگر گدھا ایک ہی ہے اور عام گدھا ہے تو پھر اس میں ایک ہی گدھے کے کانوں کا درمیانی فاصلہ ایک ہی ہونا چاہیئے نہ کہ مختلف۔ اس سے پتہ چلا کہ اس سے مراد ظاہری عام گدھا نہیں ہے بلکہ دجال کی مختلف سواریوں کا ذکر ہے۔ اور ان سواریوں میں یہ علامات سوفیصد پوری اترتی ہیں۔ مختلف سواریوں میں دو کانوں کے درمیان کا حصہ یعنی ان کی پیشانی کا حصہ مختلف ہوتا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ۔

نمبر ۲: پھر اس گدھے کے کانوں کے بھی لمبے ہونے کا ذکر ہے حتیٰ کہ تیس ہاتھ تک ہر ایک کان کی لمبائی کا ذکر ہے۔ تو یہ بھی آج کی سواریوں پر اطلاق پاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ بس وغیرہ میں ڈرائیور اور کنڈیکٹر کا رابطہ ہوتا ہے جو کہ کم فاصلہ ہے۔ پھر ریل گاڑی میں ڈرائیور اور گارڈ میں رابطہ ہوتا ہے۔ ریل گاڑیاں چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی۔

پھر ہوائی جہاز اور سمندری جہازوں کے پیچھے کنٹرول ٹاور سے رابطے ہوتے ہیں غرض موجودہ زمانہ کی سواریوں پر یہ علامات پوری اترتی ہیں کیونکہ کان سننے کا ذریعہ اور آلہ ہے اور اس دور کی سواریوں میں یہ آلات موجود ہیں۔

نمبر۳: پھر روایات میں اس گدھے کے ایک قدم کا فاصلہ دوسرے قدم سے ایک میل بھی بیان کیا گیا اور ایک رات اور دن کے سفر کے برابر بھی اسی طرح تین رات دن کے سفر کی مسافت کے برابر بھی قرار دیا گیا جیسے آج کل کی سواریاں بسیں اور ریل گاڑیاں تو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر رک جاتی ہیں مگر بحری جہاز اور ہوائی جہاز ایک جگہ سے چلتے ہیں تو دوسری منزل پر جا کر ہی رکتے ہیں۔ ان کے دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ بہت ہوتا ہے۔

نمبر۴: پھر یہ فرمایا گیا کہ وہ ایسا گدھا ہوگا کہ وہ ہر قسم کی زمین پر سفر کر سکے گا خواہ وہ زمین نرم ہو یا سخت ہو۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ وہ تو سمندر میں بھی سفر کرے گا اور سمندر کا پانی اس کے گھٹنوں تک آئے گا اور وہ فضا میں بھی چلے گا اور بادل اس کے دھنے ہاتھ ہونگے یعنی اس کے تحت ہونگے اور وہ ان سے اوپر ہوگا کیونکہ داہنا ہاتھ طاقت کے غلبہ کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا والسمٰوٰت مطویّٰت بیمینہ (الزمر:۶۸) آسمان اُس روز خدا کے داہنے ہاتھ میں ہونگے یعنی اس کی قدرت کا اظہار ہوگا۔ اس سے واضح ہے کہ اس میں بری، بحری اور فضائی سواریوں کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا کہ دجال ایسی سواریاں ایجاد کرے گا کہ جو خشکی پر بھی سفر کر سکیں گی اور سمندر میں بھی سفر کر سکیں گی اور فضا میں بھی سفر کے قابل ہونگی اور آج کے دور میں تو ہر انسان ان پیشگوئیوں کے سچا ہونے پر گواہ ہے۔ زمینی سواریاں ریل گاڑیاں، کاریں، بسیں وغیرہ فضائی سواریاں ہیلی کوپٹر، ہوائی جہاز و راکٹ اور خلائی جہاز وغیرہ اور سمندری سواریاں فیریز، بحری جہاز، سب میرینز وغیرہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

نمبر۵: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے گدھے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سورج سے بھی سبقت لے جائے گا۔ یہ علامت بھی بڑی واضح ہے کیونکہ اگر آج کوئی پاکستان سے لندن کیلئے دن کے بارہ بجے روانہ ہوتو وہ لندن وقت کے مطابق تقریباً دن کے تین بجے لندن پہنچ جائے گا۔ جب کہ اُس وقت پاکستانی وقت کے مطابق آٹھ بجے ہونگے۔ اس طرح گویا ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرنے کے باوجود وہ سورج کے پاکستانی

وقت کے لحاظ سے پانچ گھنٹے قبل وہاں پہنچ جائے گا اس لحاظ سے سورج کا وقت پیچھے رہ گیا اور وہ مسافر جو دجال کے گدھے پر سوار ہوا وہ آگے نکل گیا اور سورج کے غروب ہونے پر سبقت لے گیا۔

نمبر ۶: احادیث میں ہمیں کہیں بھی اس گدھے کے سبزہ یا چارہ کے کھانے کا ذکر نہیں ملتا بلکہ اس کے ساتھ ایک دھوئیں کے پہاڑ کے ہونے کا ذکر ہے۔ جس سے واضح ہے کہ کوئی دھواں پیدا کرنے والی چیز اس کی غذا ہوگی۔ اور دجال کی سواریاں جو ایجاد ہوئی ہیں سب اپنے ساتھ دھوئیں کے پہاڑ رکھتی ہیں خواہ وہ کوئلے سے چلتی ہوں یا ڈیزل استعمال کرتی ہوں یا پٹرول سے حرکت میں آتی ہوں۔ سب کے ساتھ دھواں ہوتا ہے۔

نمبر ۷: پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے سبز پہاڑ کا ذکر فرمایا۔ سبزہ امن اور زندگی کی علامت ہے جب کہ سرخی خطرہ اور موت کا نشان ہے۔ اس علامت کا مطلب واضح ہے کہ اس کے ساتھ زندہ رہنے کا سامان یعنی روٹی پانی وغیرہ ہوگا۔ دجال کے ضمن میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ کا ذکر فرمایا ہے اسی کو درحقیقت یہاں پر ''جبل اخضر'' سبز پہاڑ قرار دیا گیا ہے اور یہ علامت بھی ان سواریوں پر صادق آتی ہے۔ ریل گاڑیاں ہوں یا بحری و ہوائی جہاز ہر ایک میں کھانے پینے کا سامان نہ صرف یہ کہ سٹور ہوتا ہے بلکہ ان میں بہترین کچن اور ڈائننگ ہال بنے ہوتے ہیں اور زندگی قائم رکھنے کا ہر ضروری سامان غذا وغیرہ وہاں میسر ہوتا ہے۔

نمبر ۸: پھر اس گدھے کی ایک علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ چلنے سے قبل آواز دے گا اور یہ آواز اس قدر بلند ہوگی کہ گویا زمین و آسمان کی مخلوقات اسے سن لے گی وہ آواز یہ دے گا کہ اے میرے دوستو میری طرف آؤ۔ اے میرے پیارو میری طرف آؤ۔

اب جس قدر بھی سواریاں اس دور میں ایجاد ہوئی ہیں جب وہ اپنے سواروں کو لے کر سفر شروع کرنے لگتی ہیں تو ضرور ہارن دیتی ہیں اور یہ ہارن اس قدر بلند آواز ہوتے ہیں

کہ عام معروف گدھا بیچارہ اگر چہ اپنی انکر الاصوات کی وجہ سے بدنام ہے مگر اس دجالی گدھے کی آواز کے سامنے وہ بے چارہ بھی بے بس ہے اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہ دجالی گدھا ہے جس کی آواز حسب پیشگوئی بہت بلند ہونی چاہئے تھی۔

نمبر ۹: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی رفتار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

کالغیث استدبرتہ الریح

(مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ: باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ)

(سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن: باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی ابن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

یعنی اس کی مثال اس بارش والے بادل کی ہے جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل کر لے جا رہی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی رفتار تیز ہوگی گویا کہ وہ ہواؤں کی طرح تیز رفتاری سے سفر کرے گا۔ یعنی اس کے پاس تیز رفتار سواریاں ہونگی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

یوم کسنۃ ویوم کشھر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم

(مسلم کتاب الفتن: باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ)

یعنی دجال کے زمانہ میں دن (یوم) ایک سال کی طرح، ایک ماہ کی طرح، ایک ہفتہ کی طرح کا ہوگا مگر یاد رکھو اس کے سارے دن اور ایام تم لوگوں کے ہی دنوں کی مانند ہونگے۔

اس سے واضح ہے کہ دجال کے زمانہ میں شب و روز کا سلسلہ تو ہمیشہ ہی کی طرح چلتا رہے گا مگر کچھ ایسی تبدیلیاں ہونگی کہ ایک ایک دن ایک ایک سال اور بعض حالات میں ایک ایک ماہ اور بعض حالات میں ایک ایک ہفتہ کے برابر ہو جائے گا۔

اب ہمارے اس دور میں یہ پیشگوئی کیسی واضح طور پر پوری ہو چکی ہے کہ زمانہ قدیم کی سواریوں پر سفر کے بالمقابل آج کی تیز رفتار سواریوں نے واقعتاً ایک سال، ایک ایک ماہ اور ایک ایک ہفتہ کو ایک ایک دن کے برابر کر دیا ہے۔

پہلے زمانہ میں جو لوگ سفر کرتے تھے جتنا سفر وہ ایک ہفتہ میں کرتے تھے اب وہ سفر بسوں کے ذریعہ ایک دن میں طے ہو جاتے ہیں۔ اور جو سفر اس زمانہ میں لوگ ایک ایک ماہ میں کیا کرتے تھے اب ایسی تیز رفتار سواریاں آ چکی ہیں مثلاً ریل گاڑی وغیرہ کہ وہ ایک ایک ماہ کا سفر ایک ایک دن میں طے ہونے لگا اور اس زمانہ میں جو سفر ایک ایک سال میں لوگ قافلہ در قافلہ کیا کرتے تھے اب وہ سفر ہوائی جہازوں وغیرہ کے ذریعہ ایک ایک دن میں طے ہونے لگا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتار سواریاں ایجاد ہو چکی ہیں۔

قربان جائیں اس رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ایسا اعلیٰ نقشہ اس زمانہ کا اس زمانہ کی تیز رفتار سواریوں کا بیان فرمایا ہے کہ ہر ایک غیر متعصب انسان ان کو دیکھ کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرنے لگتا ہے۔ اور اس کا دل اسے گواہی دینے پر مجبور کرتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

غرض دجال کے گدھے کا ظہور ایک بہت اہم علامت ہے اس وجہ سے کہ

۱۔ قرآن وحدیث نے اس گدھے کی علامات کا تذکرہ اس وقت فرمایا جب کہ ان کا نام و نشان نہ تھا۔

۲۔ قرآن وحدیث میں اس گدھے کی نسبت تفصیلی علامات بیان فرمائی گئی ہیں۔

۳۔ ہمارے اس دور میں ان علامات والی سواریاں ظاہر ہو چکی ہیں۔

۴۔ ان سواریوں میں یہ علامات اس قدر واضح ہیں کہ آج کے دور کا ہر انسان وہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو، مشرقی ہو یا مغربی ہو، چھوٹا ہو یا بڑا ہو ان پیشگوئیوں کو پڑھ کر اور دوسری طرف ان سواریوں کو دیکھ کر ان پیشگوئیوں کی تکمیل کا گواہ بن چکا ہے۔

۵۔ جب کوئی بھی انسان دجال کے گدھے کو پہچان لے گا تو دجال کا پہچاننا اس کے لئے چنداں مشکل نہ ہوگا۔

۶۔ چونکہ دجال اور حمار دجال آخری زمانہ کی علامات کبری میں سے ہیں اس لئے ان کا ظہور آخری زمانہ کے آجانے پر دلالت کرتا ہے اور یہ علامات مسیح و مہدی کے ظہور کا قطعی وقت متعین کرتی ہیں۔

وہ کونسی قوم ہے جس نے ایسی سواریاں ایجاد کر ڈالیں؟ یہ وہی اقوام ہیں جو مذہبا عیسائی ہیں۔ دین کی آنکھ اندھی اور دنیا کی آنکھ تیز ہے۔ قاری محمد طیب صاحب جو کہ بانی دیوبند کے پوتے ہیں لکھتے ہیں۔

> ”اس اصول تفکر کو اگر مسلمانوں نے روح، نفس، عرش، کرسی اور حقائق غیبیہ کی تحقیق وتلاش میں صرف کیا تھا تو نصرانیوں نے اسی اصول کو آگ، پانی، ہوا، مٹی کی صورتوں اور ان کے موالید برق، گیس، تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ریل، موٹر، طیارہ، اسٹیمر، قلعوں اور کارخانوں میں صرف کیا“۔

(قاری محمد طیب: مسلمان اور مسیحی اقوام: ص: ۱۰۹: مئی ۱۹۸۶ء: ایڈیشن اول: نفیس اکیڈمی کراچی)

پس جب یہ تمام ایجادات اور سواریاں قوم نصاریٰ نے ایجاد کی ہیں تو یہی ان کے مالک ہوئے اور یہ سواریاں انہیں کا گدھا کہلائیں اور چونکہ یہ گدھا دجال کا ہونا تھا اس لئے ان سواریوں کے ایجادی مالک ہی دجال ہوئے۔ قاری صاحب لکھتے ہیں۔

”شریعت اسلام نے دنیا کے آخری دور میں جب کہ صورت پسند امت مسیحیہ کے غلبہ و شیوع اور گویا ان کے تصویری تمدن کے پھیل جانے کی خبر دی ہے تو اس کی انتہا پر ایک مسیح ضلالت کے خروج کی بھی اطلاع دی ہے جو درحقیقت ان تصویری تلبیسات کا نتیجہ اور نچوڑ ہوگا جس کو دجال اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے اور اس کے تلبیسی فتنوں سے اُمت کو ڈرایا ہے“۔

(قاری محمد طیب: مسلمان اور مسیحی اقوام: ص: ۲۲۳: مئی ۱۹۸۶ء: ایڈیشن اول نفیس اکیڈمی)

آخری گزارش

مؤدبانہ التماس

ہم نے محض للہ ہمدردی بنی نوع انسان میں یہ مضمون درج کیا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل کے ساتھ آخری زمانہ کا موعود مسیح و مہدی بھیجا۔ ہم نے اس کے حالات پر غور کیا اس کی علامات کا جائزہ لیا۔ اس کے زمانہ کے متعلق اس کی ذات کے متعلق جو باتیں جو امور پیشگوئیوں میں آئے تھے ان سب کو اس مبارک وجود پر پورا ہوتے دیکھا۔ ان امور کا تذکرہ ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔ ہمیں یہ امید واثق ہے کہ اگر کوئی بھی شخص تقوی کے ساتھ ان امور پر غور کرے گا خدا سے دعا کرے گا، ان پیشگوئیوں پر جو اس موعود کے متعلق تھیں غور کرے گا اور پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ کو مدنظر رکھے گا وہ ضرور یہ گواہی دے گا کہ وہ موعود اقوام عالم، وہ حقیقی متبع خاتم الانبیاء، وہ سچا مسیح و مہدی آچکا ہے۔

یہاں پر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایک اور طریق سے بعض امور بیان کئے جائیں ممکن ہے کوئی سعید روح اس طریق سے سمجھ جائے۔

حضرت مرزا صاحب کا بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کی برکت سے اس زمانہ کا امام بنایا ہے۔ اس دور کا مصلح بنا کر بھیجا ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے تا کہ دنیا کو خدا کے آستانہ پر لایا جائے۔

خدا کا فرستادہ اور نمائندہ بنائے جانے کا دعویٰ کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے۔ آپ سے قبل بھی اللہ تعالیٰ کے انبیاء و مامورین من اللہ دنیا میں ہدایت کیلئے تشریف لاتے رہے۔ جو معیار اُن

مامورین من اللہ کو جانچنے کیلئے تھے اور ہیں انہیں پر حضرت مرزا صاحب کو دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

> ”میں ہر روز اس بات کیلئے چشمِ پُر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہئے“۔

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۵۸ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ ۴۰۰)

اب ہم ان معیاروں میں سے چند ایک اختصاراً درج کرتے ہیں۔

معیار اوّل

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو اس پر افترا کرتے ہیں خدا کی طرف سے تو ان پر وحی و الہام نہیں ہوتا مگر وہ اپنی طرف سے کلمات بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے وجود پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ انہیں تباہ و برباد کر دیتا ہے اور عقلاً بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کیونکہ اگر ایسے لوگوں کو سرسبزی عطا کر دی جائے اور وہ قہر الٰہی کا نشانہ نہ بنیں تو مخلوق خدا کے گمراہ اور ہلاک ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس قانون کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون (یونس: ۷۰)

جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا:۔

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ (الحاقۃ: ۴۵ تا ۴۸)

اس کا تفسیری ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو یہ رسول محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ ہمارا محبوب

ترین وجود ہے یہ بھی اگر بعض کلمات اپنی طرف سے بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے بھی نہ چھوڑتے بلکہ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی (خواہ وہ سردار ہو یا بڑا بہادر جنگجو ہو یا صاحب حکومت ہو) اسے ہمارے عذاب سے نہ بچا سکتا اور ہم خود اسے ہلاک اور تباہ و برباد کر دیتے۔

یہ وہ معیار ہے جو ڈنکے کی چوٹ قرآن مجید نے تمام منکرین کے سامنے پیش فرمایا اور اس سے صداقت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت فرمائی اور کسی بھی مخالف کو آج تک یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اس معیار کو توڑ سکتا اور تاریخ انسانی میں سے کوئی ایک مثال بھی پیش کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو سکتا کہ کسی مفتری اور جھوٹے مدعی وحی نبوت کو اس قدر مہلت ملی ہو جس قدر کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی اور یہ عرصہ تئیس سال کا بنتا ہے۔

ہمارے اسی دور میں جب بعض لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی دشمنی میں اس معیار صداقت پر حملہ کیا تو حضرت مرزا صاحب نے آج سے ایک سو سال قبل یہ چیلنج دیا کہ:۔

> ”اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانسو روپیہ نقد دے دوں گا“۔

(اربعین نمبر۳: صفحہ۶۰: روحانی خزائن: جلد نمبر۱۷: صفحہ۴۰۲)

آج تک کوئی شخص بھی اس چیلنج کو توڑ نہیں سکا۔

غرض دعویٰ الہام کے بعد کسی مدعی نبوت کا تئیس سالہ عرصہ جو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرصہ کے مطابق ہے پا لینا اور ہلاک نہ ہونا اس کے سچا اور

من جانب اللہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اس عظیم معیار اور کسوٹی پر جب ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جانچتے ہیں تو آپ اس معیار پر پورا اترتے ہیں۔

آپ کا وحی والہام پر مشتمل کلام براہین احمدیہ میں باقاعدہ تحریری طور پر چھپ کر ۱۸۸۰ء سے لوگوں کے سامنے آنا شروع ہوا اور آپ کی اس کتاب کی خاص طور پر اشاعت عام ہوئی اور آپ اپنی وفات تک جو کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی اس دعویٰ پر قائم رہے اس طرح قریباً اٹھائیس (۲۸) سال تک آپ نے دعویٰ وحی والہام کے بعد زندگی پائی اور پھر طبعی طور پر وفات پائی اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر مہلت کا دیا جانا اور ہلاکت سے محفوظ رہنا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ آپ سچے مامور من اللہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
افترا کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثل مدت فخر الرسل فخر الخیار

(براہین احمدیہ: حصہ پنجم: روحانی خزائن: جلد: ۲۱: ص: ۱۴۳،۱۴۴)

معیار نمبر ۲

اللہ تعالیٰ کے سچے مامورین کو دیکھنے کا ایک معیار یہ ہے کہ ان کی شدید مخالفتوں کے باوجود وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی پشت پناہ ہوتا ہے ان کا مددگار اور محافظ ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ لقوی عزیز (المجادلہ: ۲۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ خدا اور اس کے رسول ہی غالب آئیں گے کیونکہ وہ اللہ زبردست طاقت والا اور غالب ہے۔

ہر نبی اور ماموریں اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا یہ سلوک جاری رہا۔ جب بھی مامورین من اللہ دنیا میں آئے تو دو گروہ ہو گئے ایک مومنین کا گروہ اور دوسرا مکفرین و منکرین کا گروہ۔ دونوں میں مقابلے ہوئے۔ مکفرین کے گروہ نے اپنی کثرت کے گھمنڈ میں انبیاء کے چھوٹے گروہ کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر ہوا کیا؟ وہ انبیاء اور ان کے ساتھی روز بروز ترقی کرتے گئے بالآخر غالب آ گئے اور مکفرین ناکام و نامراد اور مغلوب ہو گئے۔

اب بھی جب حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے کا دعویٰ فرمایا تو اسی سنت اللہ کے موافق دو گروہ تشکیل پائے۔ ایک کمزور اور غریب مومنین کا گروہ اور دوسرا منکرین اور مکفرین کا مضبوط گروہ۔

ان مخالفین نے اس گروہ کو جو حضرت مرزا صاحب کے ساتھی بنے ہر طرح کی اذیتیں دیں۔ قتل کے منصوبے بنائے اور بعض کو شہید کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ عزتیں لوٹیں، مال و اسباب لوٹے۔ غرض ختم کرنے اور ناکام و نامراد کرنے کا کوئی حربہ ایسا نہیں جو انہوں نے اختیار نہ کیا ہو۔ مگر آج جب کہ اس جماعت کو قائم ہوئے سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے تو تقدیر الٰہی نے جو فیصلہ کیا وہ حضرت مرزا صاحب کے حق میں ہے۔ آپ کی جماعت قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی سے ترقی کرتی ہوئی آج بے شمار گاؤں، قصبوں اور شہروں میں پھیل چکی ہے۔ آج یہ جماعت قریباً دو سو ممالک میں باقاعدہ قائم ہو چکی ہے۔ چوبیس گھنٹے اس جماعت کا نمائندہ TV چینل MTA ساری دنیا تک حضرت مرزا صاحب کا پیغام پہنچا رہا ہے۔ لکھوکھا لوگ ایک ایک سال کے اندر اس جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ اس کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ

۱۹۹۳ء ۲۰۴۳۰۸ احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے

۱۹۹۴ء	۴۲۱۷۵۴	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۱۹۹۵ء	۸۴۷۷۲۵	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۱۹۹۶ء	۱۶۰۲۷۲۱	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۱۹۹۷ء	۳۰۰۴۵۸۵	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۱۹۹۸ء	۵۰۰۴۵۹۱	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۱۹۹۹ء	۱۰۸۲۰۲۲۶	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۲۰۰۰ء	۴۱۳۰۸۹۷۵	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
۲۰۰۱ء	۸۱۰۰۶۷۲۱	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے
کل	۱۴۴۲۲۱۶۰۵	احباب جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے

(روزنامہ الفضل: ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱ء: ربوہ: پاکستان)

ان نو سالوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ چودہ کروڑ بیالیس لاکھ اکیس ہزار چھ سو پانچ افراد دنیا کے مختلف کونوں سے اس آسمانی سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہوئے۔

اگر حضرت مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہ تھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات ان کے حق میں کیوں ظاہر ہو رہی ہیں؟ یہ فوج در فوج لوگوں کی اس جماعت میں شمولیت اور یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً (النصر: ۳) کا نظارہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تائید کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆☆☆